عترتِ رسولؐ

اور

ناپاک جسارتیں

مصنفہ سید محمد یعقوب شاہ حیدری

کشمیر کالونی جہلم (پاکستان)

میاں چشتی پرنٹرز لاہور

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔

اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی خصوصی رحمت سے سرفراز فرمادے

عترتِ رسولؐ

اور

ناپاک جسارتیں ۔

مؤلفہ سید محمد یعقوب شاہ حیدری کشمیر کالونی جہلم (پاکستان)

یہ کتاب عدمِ جوازِ نکاحِ سیدہ کے موضوع پر انتہائی مدلل اور مستند ہے۔ مؤلف نے معتبر کتب سے یہ ثابت کیا ہے کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے شرعاً حرام ہے۔ چاہے غیر سید کسی بھی فضیلت سے بہرہ ور کیوں نہ ہو۔ نیز اس کتاب میں فرقہ پرستی سے قطعی اجتناب کیا گیا ہے۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

ملنے کا پتہ

سید محمد یعقوب شاہ حیدری B/15 کشمیر کالونی جہلم (پاکستان)

نام کتاب ــــــــ عترتِ رسول اور ناپاک جسارتیں

مؤلف ــــــــ سیّد محمد یعقوب شاہ حیدری

نظر ثانی ــــــــ علامہ سیّد عاشق حسین صاحب ایم اے ایم او ایل

تقریظ ــــــــ " " " " " " "

نگران ــــــــ سیّد غلام عباس شاہ حیدری کاظمی

سائز ــــــــ ۲۰ × ۲۶/۸

تعداد ــــــــ ایک ہزار

کاتب ــــــــ محمد لطیف ایازی جہلم

مطبع ــــــــ

صفحات ــــــــ 132

اِنتساب

جگر گوشۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلّم شہزادیٔ کونین حضرت سیّدہ بتُولؓ کے نام جو اُمّت کی مغفرت کے لئے بدرگاہِ رب العٰلمین سجدہ ریز رہتی تھیں۔

مضامین

عنوان	صفحہ
دیباچہ مصنف	۱
تقریظ	۱۱
سید شبیر احمد غازی کا خط	۱۳
۱ ۔ سبب تصنیف	۱۴
۲ ۔ عذر مصنف	۱۶
۳ ۔ اعتراض نامہ	۱۷
۴ ۔ غلطی کا اعتراف	۱۸
۵ ۔ خط و جواب	۱۹
۶ ۔ ایک ضروری وضاحت	۲۱
۷ ۔ منکوحاتِ حضرت عثمان رضؓ	۲۱
۸ ۔ نساء الرسول ؐ بے مثل ہیں ۔	۲۵
۹ ۔ شیخ عبدالکریم زنجانی نجفی کا فتویٰ	۲۶
۱۰ ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیق	۲۷
۱۱ ۔ ازواج مطہرات سے ابدلاباد نکاح حرام ہے	۲۷
۱۲ ۔ قرآنِ حکیم سے نسب کا ثبوت	۲۸
۱۳ ۔ مسئلہ کفائت	۲۹
۱۴ ۔ امام محمد کا بیان	۲۹
۱۵ ۔ حدیث کفائت و متعلقات	۳۰
۱۶ ۔ حضرت علی علیہ السلام کا فتویٰ	۳۱
۱۷ ۔ قاضی ابو یوسف کا قول	۳۳
۱۸ ۔ اہل بیت افضل الناس ہیں ۔	۳۳
۱۹ ۔ علامہ سیوطی کا فیصلہ	۳۳
۲۰ ۔ امام عبدالوہاب شعرانی کا فیصلہ	۳۴
۲۱ ۔ فتاویٰ خیریہ کی دلیل	۳۴
۲۲ ۔ امام ابو حنیفہ کا فیصلہ	۳۴
۲۳ ۔ امام شہاب الدین کی تحقیق	۳۴
۲۴ ۔ بنت رسول ؐ کی مخصوص کفائت	۳۵
۲۵ ۔ حضرت سیدہ بتول کا نکاح بہشت میں ہوا ۔	۳۵
۲۶ ۔ نحو ندیہ	۳۶
۲۷ ۔ تبصرہ	۳۶
۲۸ ۔ حضرت ام کلثوم صلوات اللہ علیہا	۳۷
۲۹ ۔ حضرت عمرو بن ذودمر کا بیان	۳۷
۳۰ ۔ حضرت محدث ہزاروی کا بیان	۳۸
۳۱ ۔ بہت سی روایات جھوٹی ہیں (شامی)	۳۹
۳۲ ۔ علمائے اسلام اکثر مسائل پر متفق نہیں ۔	۴۰
۳۳ ۔ حضرت ام کلثوم تاریخ کے آئینے میں	۴۱
۳۴ ۔ قبلہ محدث ہزاروی	۴۲
۳۵ ۔ متعارض روایات پر ایک نظر	۴۲
۳۶ ۔ نسب اور سبب	۴۳
۳۷ ۔ زرقانی کی وضاحت	۴۳
۳۸ ۔ نسب تبدیل کرنا عظیم جرم ہے ۔	۴۴
۳۹ ۔ تبدیلیٔ نسب پر مزید بحث	۴۵
۴۰ ۔ قبلہ محدث ہزاروی کی تحقیق	۴۶
۴۱ ۔ مضحکہ خیز و شرمناک روایات	۴۶
۴۲ ۔ بنہانی کا بیان	۴۷
۴۳ ۔ ایسی ہی ایک روایت	۴۸
۴۴ ۔ روایات پر ایک نظر	۴۸
۴۵ ۔ نکاحِ بدل	۴۹
۴۶ ۔ انصاف کہاں ہے؟	۵۰
۴۷ ۔ ام کلثوم کی بلوغت سے قبل حضرت عمر کی وفات	۵۱
۴۸ ۔ یہ واقعہ حضرت عمر کی توہین کا باعث ہے	۵۱
۴۹ ۔ تقرب بارگاہِ نبوت	۵۱
۵۰ ۔ اگر یہ واقعہ سچا ہوتا	۵۲
۵۱ ۔ بخاری شریف میں کیا ہے؟	۵۲
۵۲ ۔ علامہ شبلی کی متضاد روایات	۵۳

مضمون	صفحہ
۵۳ ۔ سیوطی کا بیان	۵۵
۵۴ ۔ تبصرہ	۵۵
۵۵ ۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ	۵۶
۵۶ ۔ کیا صحابہ کرام حضرت عمرؓ سے مرعوب تھے؟	۵۷
۵۷ ۔ اصولِ عینی	۵۹
۵۸ ۔ متضاد روایات پر ایک نظر	۵۹
۵۹ ۔ یہ واقعہ بخاری سے ثابت نہیں	۶۰
۶۰ ۔ روایات کے غلط ہونے کی وجوہ	۶۱
۶۱ ۔ لطیفہ	۶۱
۶۲ ۔ کیا سب و شتم کی رسم اجتہاد تھا؟	۶۳
۶۳ ۔ ایک اور غلط فہمی	۶۴
۶۴ ۔ امام شافعی کا بیان	۶۴
۶۵ ۔ اصولِ تاریخ و مورخین	۶۵
۶۶ ۔ شبلی کا بیان	۶۷
۶۷ ۔ شبلی کی نظر میں	۶۷
۶۸ ۔ حضرت ام کلثوم تاریخ کے آئینے میں	۶۸
۶۹ ۔ الاصابہ	۶۸
۷۰ ۔ ایک حیران کن واقعہ	۶۹
۷۱ ۔ الامامت والسیاست و معارف	۷۰
۷۲ ۔ ابن قتیبہ کی دوسری روایت	۷۱
۷۳ ۔ طبری کی روایت	۷۱
۷۴ ۔ تاریخی تجزیہ	۷۳
۷۵ ۔ حضرت عمرؓ کے عقد میں آنے والی	۷۴
ام کلثوم کون تھی؟	
۷۶ ۔ حضرت علامہ محدث ہزاروی کا بیان	۷۶
۷۷ ۔ الاصابہ اور الخمیس کی روایات	۷۷
۷۸ ۔ فروعِ کافی سے استدلال	۷۸
۷۹ ۔ تبصرہ	۷۹
۸۰ ۔ ام کلثوم کی وفات	۷۹

مضمون	صفحہ
۸۱ ۔ توپ خانہ	۸۱
۸۲ ۔ حضرت ام کلثوم کربلا و دمشق میں۔	۸۳
۸۳ ۔ نکاح کا شرعی عمل کفو ہے۔	۸۳
۸۴ ۔ ہنہانی کی تحقیق	۸۴
۸۵ ۔ لفظ شریف کا اطلاق صرف سید کے لئے ہے	۸۵
۸۶ ۔ کوئی غیر سید، سیدہ کا کفو نہیں۔	۸۵
۸۷ ۔ عدم جواز کی وجوہ	۸۵
۸۸ ۔ نقیبِ سادات کی ذمہ داریاں	۸۶
۸۹ ۔ ایمان کا دوسرا نام ادب ہے۔	۸۷
۹۰ ۔ نکاح عورت کی غلامی کا موجب ہے۔	۸۷
۹۱ ۔ شامی کا فتویٰ	۸۸
۹۲ ۔ ایذا رسانی شرعی جرم ہے۔	۸۸
۹۳ ۔ کفو	۸۸
۹۴ ۔ صالح کی تعریف	۸۸
۹۵ ۔ امام غزالی کا بیان	۸۹
۹۶ ۔ گفتۂ ہزاروی	۹۰
۹۷ ۔ سادات غیر صالح بھی صاحب کمال ہیں۔	۹۱
۹۸ ۔ محدث علی پوری کا ارشاد	۹۱
۹۹ ۔ لائق کون ہے؟	۹۱
۱۰۰ ۔ تابوتِ سکینہ	۹۲
۱۰۱ ۔ مشرو ما کفو چہ معنی دارد؟	۹۲
۱۰۲ ۔ پسرِ نوحؑ	۹۲
۱۰۳ ۔ اہلبیت کو گالی دینے والا مرتد ہے۔	۹۳
۱۰۴ ۔ توہینِ اہل بیت کفر ہے؟	۹۴
۱۰۵ ۔ اہلبیت کی فضیلت دائمی ہے۔	۹۴
۱۰۶ ۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔	۹۶
۱۰۷ ۔ نمونۂ اخوت	۹۷
۱۰۸ ۔ اخوت کا مقصد	۹۸
۱۰۹ ۔ کمزور ترین دلیل	۱۰۰

CamScanner

مضمون	نمبر	صفحہ
فضیلت نسب اور کفو کا قطعی ثبوت	۱۱۰	۱۰۰
حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا نور ہیں ۔	۱۱۱	۱۰۱
حضور علیہ السلام الله کے مال و جان کے مالک ہیں ۔	۱۱۲	۱۰۲
حضور علیہ السلام کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے والا ایماندار نہیں	۱۱۳	۱۰۳
محبت اہلبیت کے بارے میں سوال ہوگا ۔	۱۱۴	۱۰۴
کفائت پر عظیم دلیل	۱۱۵	۱۰۵
سادات کرام کا دستور مناکحت	۱۱۶	۱۰۵
اہل بیت کو گالی دینے والا مرتد ہے ۔	۱۱۷	۱۰۶
آل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کوئی نہیں ۔	۱۱۸	۱۰۶
امیر ملت محدث ہزاروی کی وضاحت	۱۱۹	۱۰۷
عہدے نئے فتوے بہت پرانے ہیں ۔	۱۲۰	۱۰۸
غیر سیدہ بیوہ سے نئے بھی بغیر کفو نکاح درست نہیں	۱۲۱	۱۰۹
ولی کی اجازت بغیر نکاح باطل ہے ۔	۱۲۲	۱۱۰
ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۱۲۳	۱۱۰
ارشاد نبوی	۱۲۴	۱۱۱
قدوری کی روایت	۱۲۵	۱۱۲
کوئی غیر سید کسی سیدہ کا کفو نہیں ۔	۱۲۶	۱۱۲
بحر الرائق کا حوالہ	۱۲۷	۱۱۳
کوئی فاسق اور صالح ہمکفو نہیں	۱۲۸	۱۱۳
ہاشمی ، غیر فاطمی ، شریف (سید) کا کفو نہیں	۱۲۹	۱۱۳
ولی کی ہتک منافی کفایت ہے ۔	۱۳۰	۱۱۳
فرمان رسالت	۱۳۱	۱۱۴
تنقیص نسب	۱۳۲	۱۱۴
ایک ضعیف حدیث	۱۳۳	۱۱۵
غیر سید ، سیدہ کا کفو ہو سکتا ہے ۔	۱۳۴	۱۱۵
حضرت خواجہ گولڑوی کا فرمان	۱۳۵	۱۱۶
فتاوی حبیبیہ	۱۳۶	۱۱۶
غیر کفو میں سیدہ کے نکاح کا حکم	۱۳۷	۱۱۷
مولانا عبد الحی کا فتوی	۱۳۸	۱۱۸
قاضی جلیل القدر علماء کا فتوی	۱۳۹	۱۱۸
مفتی کامل کا فتوی	۱۴۰	۱۱۹
ابو محمد تیمی کا فتوی	۱۴۱	۱۲۰
فتاوی لغیۃ الرشید	۱۴۲	۱۲۰
سادات کرام کی نسب و نسب	۱۴۳	۱۲۱
مفتی اعظم علامہ مفتی احمد عزیز اللہ کا فیصلہ	۱۴۴	۱۲۱
اطاعت رسول ہی ایمان ہے	۱۴۵	۱۲۲
نکاح کا شرعی محل	۱۴۶	۱۲۳
تاسف اور تعجب	۱۴۷	۱۲۴
شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا بیان	۱۴۸	۱۲۵
حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی	۱۴۹	۱۲۵
شان مرتضیٰ	۱۵۰	۱۲۶
بخدمت سادات کرام !	۱۵۱	۱۲۸
خاتمہ کتاب ۔	۱۵۲	۱۳۲

دیباچہ مُصنّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ زَیَّنَ النَّبِیَّیْنَ بِحَبِیْبِہِ الْمُصْطَفٰی وَمَنَّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ بِبِنْتِہِ الْمُجْتَبٰی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

بنام خداوند بخشندۂ مہربان

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

نے ابلۂ مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرزند

برادرانِ اسلام! میں اس کتاب کی تالیف کے حوالے سے نہ تو اپنی شہرت اور ستائش کا خواہشمند ہوں اور نہ ہی کسی صلے کی تمنا ہے۔ میری یہ خواہش بھی نہیں کہ یہ تالیف میری تشہیر اور تعارف کا سبب بنے اور نہ ہی مُصنّفین کے زُمرے میں مقام حاصل کرنا مقصود ہے پھر میری یہ کتاب اپنے مضامین کے اعتبار سے کوئی پہلی نئی فنی تصنیف نہیں اور نہ ہی ایسی کتابوں کا فقدان ہے۔ تنہا امیرِ ملّت، نقیبِ سادات حضرت العلامہ ابومسعود السیّد محمود شاہ صاحب کاظمی محدث ہزاروی، دامت برکاتہ کی سینکڑوں کتابیں عدم جوازِ نکاح سیّدہ کے موضوع پر موجود ہیں۔

دراصل تحریر کا یہ مجموعہ ایک درخواست، فریاد اور استغاثہ ہے، جسکو مشائخ عظّام، علمائے کرام، اور حق پرست عامۃ المسلمین کی عدالتِ عالیہ میں پیش کر کے عدل و انصاف کی بھیک مانگتا ہوں ——— میں نے انتہائی احتیاط سے اس امر کا لحاظ رکھا ہے، کہ مسلمانوں کی مذہبی فرقہ بندی اور اختلافات کو چھوئے بغیر امن و سلامتی اور اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہوئے تفرقہ بازی کی آلودگی سے اپنا دامن بچاکر منزلِ مقصود تک پہنچوں۔ البتہ یہ بات ملحوظِ خاطر چلی آرہی ہے کہ جو شخص بھی اہلبیت رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا بے ادب اور گستاخ نظر آیا اس کو ہدفِ تنقید ضرور بنایا گیا ہے چاہے وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتا ہو۔ اس راہ میں میری دوستی اور دشمنی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میری اس کتاب کے مطالعہ سے ایک شخص راضی ہوگا تو دس ناراض ہوں گے کیونکہ مسلسل عظمتِ سادات پر پردہ ڈالنے کی کوششیں جاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

؎ اپنے بھی خفا مجھ سے تو بیگانے بھی ہیں ناخوش

میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

میں نے پوری طرح یہ کوشش کی ہے کہ کوئی ایسی روایت نقل نہ ہونے پائے جس کی صحت و حوالجات پر شبہ گزرے یا کمزوری نظر آئے۔ اکثر و بیشتر

روایات مستند و معتبر کتب سے منقول ہیں۔ میں اثناعشری احباب سے معذرت خواہ ہوں کہ میں نے شیعہ کتب کی بجائے سنی کتب سے مواد حاصل کیا ہے۔ امید ہے میری اس معذرت اور مصلحت کو بنظرِ استحسان دیکھا جائے گا؟ کیونکہ میرے لئے یہی مناسب تھا نیز معترضین نے سنی کتب سے دلائل طلب کئے تھے۔

مضامین نہایت سادہ اور آسان زبان میں پیش کئے گئے ہیں۔ عبارت کو ادبی موشگافیوں اور سحر آفرینیوں سے دور رکھ کر صرف معانی و مطالب کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ آرائشِ نگارش وجادو بیانی مقصود ہے نہ تشبیہات و استعارات کا ذخیرہ مطلب۔ جو کچھ لکھا گیا ہے، خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی اور اہلبیت کے تعارف کے لئے ہے۔ مناظرہ، مجادلہ یا بحث و تکرار میرا مطمع نظر نہیں ہے نہ مدعا۔

میں نے سرد آہوں اور گرم آنسوؤں کی لپیٹ میں آکر انتہائی مجبوری اور ضرورتِ وقت کے عالم میں اپنی طاقت و ہمت سے بڑھ کر یہ بوجھ اٹھانے کا عزم کیا ہے۔ پھر اس حال میں کہ بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے میرے لئے نوشت وخواند کے ایک اہم اور ذمہ دارانہ کام کو نبھانا دشوار تر مسئلہ ہے، لیکن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق سے قلم بردار ہوں اور خدا پر بھروسہ ہے اس لئے کہ ہر

این سعادت بزورِ بازو نیست
گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

اہلِ علم و دانش اور اربابِ بصیرت حضرات سے مخفی نہیں کہ، اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ، توحید و رسالت کا اقرار کرنے والا مسلمانوں کا وہ خوش نصیب گروہ، جس نے آفتابِ رسالت کے طلوع ہوتے ہی، اس کی ہر کرن پر جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ مال و دولت سے ہاتھ دھوئے خویش و اقارب اور والدین و اولاد کی جدائیاں اور دشمنیاں مول لیں۔ اپنوں سے برسرِ پیکار ہوئے۔ حق و صداقت کی حمایت کی پاداش میں اہلِ ایمان نے تین سال تک کھلے آسمان تلے، شعب ابی طالبؑ میں بھوک پیاس اور گوناگوں اذیتوں کے عالم میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، وطن مالوف کو خیرباد کہنا پڑا۔ سب کچھ برداشت کیا لیکن شمع رسالتؐ کے پروانوں نے اتباعِ رسولؐ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

اگرچہ آسمانِ نبوت کے یہ درخشندہ ستارے، ایک ہی معلم کے شاگرد ایک ہی درسگاہ کے تربیت یافتہ تھے۔ نیز سب کا مشن و مسلک مشترک اور طرزِ زندگی میں ہم آہنگی و یکسانیت پائی جاتی تھی، لیکن قسامِ ازل نے اپنی مخصوص نظرِ رحمت اور فضل عظیم سے اس مقتدر اور مقدس گروہ کو، مدارج و مراتب کے اعتبار سے دو اہم حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

ا۔ اہلبیتؑ (ب) صحابہؓ کرام

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوبؐ کی عترتِ اطہار کو اپنی خاص کرم نوازی سے بلند و بالا امتیازی شانِ جلیلہ عطا فرما کر، صحابہ کرام اور قیامت تک آنے والوں مسلمانوں پر فرض کیا کہ اہلِ بیت رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا احترام بجا

لائیں، ان سے بہت زیادہ محبت و مودۃ قائم کریں۔ ورنہ اتباعِ رسول کی تکمیل نہ ہوگی۔ جبکہ اتباعِ رسول ہی ایمان کی بنیاد ہے۔

محبت اور مودۃ کے دعوے کی دلیل میں قرآنِ حکیم، احادیثِ نبویہ اور علمائے محدثین کی تمام معتبر کتب میں نصِ قطعی سے شواہد موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں مناقبِ اہلبیتؑ و مناقبِ صحابہؓ کے الگ الگ باب باندھے ہیں۔

ان قطعی دلائل و شواہد سے یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ اولادِ رسولؐ بنو فاطمہؑ افضل الخلائق ہیں۔ حسب و نسب اور تقویٰ و طہارت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں۔

امام نسائی علیہ رحمۃ نے تو اپنی سنن سے الگ خصائص اہلبیت پر ایک بے نظیر کتاب لکھی ہے۔ جسمیں تقریباً اڑھائی سو احادیث نقل ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت امام نسائی کے شہید ہونے کا موجب بھی ان کی یہی تصنیف تھی ـــــ جب آپ مصر سے دمشق پہنچے تو وہاں دمشق میں یہی کتاب پڑھ کر سنانے لگے۔ تو خارجیوں نے انہیں اتنا مارا پیٹا کہ آپ شہید ہو گئے۔ مکے میں صفا اور مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔ علاوہ ازیں صحاحِ ستہ اور احادیث کی تمام معتبر کتب و اسانید میں فضائل اہلبیت شرح و بسط سے منقول ہیں۔

سرکار ابد قرار علیہ السلام نے پردہ فرمانے سے قبل صحابہ کرام پر واضح فرمایا کہ میں تم میں دو بھاری امانتیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی امانت اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن پاک ہے اور دوسری میری اولاد اہلبیت۔ اگر ان سے تمسک رکھو گے تو گمراہی سے بچے رہو گے۔

حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ آجکل بعض علماء عترتِ رسولؐ کی عظمت کم کرنے کی خاطر عترت کی بجائے لفظ سنّت استعمال کرتے ہیں ـــــ میں عرض کرتا ہوں اگر سنّت ہی ہے تو سب سے بڑی سنّت آلِ رسولؐ سے محبت و مودۃ رکھنا ہے۔ کیونکہ سیدالعالمین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی اولاد بنو فاطمہؑ سے بے پناہ محبت فرمائی اور امّت پر واجب [illegible] سے دوستی رکھے۔

ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

سرکارِ دو عالم علیہ السلام ۱۱ھ میں پردہ فرما گئے۔ اسی سال حضرت خاتونِ جنتؑ بھی اپنے ابا حضور سے جا ملیں۔

سنہ ۳۵ ہجری میں امیر علیہ السلام مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ مجموعی عرصہ انتہائی نامساعد حالات میں گزرا۔ آخر کار سنہ ۴۰ ہجری میں اموی سازشیں رنگ لائیں اور آپ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

خاندانِ بنو امیہ کی غیر جمہوری حکومت کے پاؤں جم چکے تھے۔ اب انہوں [illegible]

وہیں یا ان سے بہت زیادہ محبت و مودۃ قائم کریں۔ ورنہ اتباعِ رسول کی تکمیل نہ ہو گی۔ جبکہ اتباعِ رسول ہی ایمان کی بنیاد ہے۔

محبت اور مودۃ کے دعوے کی دلیل میں قرآنِ حکیم، احادیثِ نبویہ اور علماءِ محدثین کی تمام معتبر کتب میں نصِ قطعی سے شواہد موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں مناقبِ اہلِ بیت و مناقبِ صحابہؓ کے الگ الگ باب باندھے ہیں۔

ان قطعی دلائل و شواہد سے یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ اولادِ رسولؐ بنو فاطمہؑ افضل الخلائق ہیں۔ حسب و نسب اور تقویٰ و طہارت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں۔

امام نسائی علیہ رحمۃ نے تو اپنی سنن سے الگ خصائص اہلبیت پر ایک بے نظیر کتاب لکھی ہے۔ جس میں تقریباً اڑھائی سو احادیث نقل ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت امام نسائی کے شہید ہونے کا موجب بھی ان کی یہی تصنیف تھی ــــ جب آپ مصر سے دمشق پہنچے تو جامع دمشق میں یہی کتاب پڑھ کر سنانے لگے۔ تو خارجیوں نے انہیں اتنا مارا پیٹا کہ آپ شہید ہو گئے۔ مکے میں صفا اور مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔ علاوہ ازیں صحاحِ ستہ اور احادیث کی تمام معتبر کتب و اسانید میں فضائل اہلبیت شرح و لبط سے منقول ہیں۔

سرکار ابد قرار علیہ السلام نے پردہ فرمانے سے قبل صحابہ کرام پر واضح فرمایا کہ میں تم میں دو بھاری امانتیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی امانت اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن پاک ہے اور دوسری میری اولاد اہلبیت۔ اگر ان سے تمسک رکھو گے تو گمراہی سے بچے رہو گے۔

حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ آجکل بعض علماء عترت رسولؐ کی عظمت کم کرنے کی خاطر عترت کی بجائے لفظ سنّت استعمال کرتے ہیں ــــ میں عرض کرتا ہوں اگر سنّت ہی ہے تو سب سے بڑی سنّت آلِ رسولؐ سے محبت و مودۃ رکھنا ہے۔ کیونکہ سید العالمین صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنی اولاد بنو فاطمہؑ سے بے پناہ محبت فرمائی اور اُمت پر واجب ہوا کہ آلِ رسولؐ سے دوستی رکھے۔

ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

سرکارِ دو عالم علیہ السلام سلا ھ میں پردہ فرما گئے۔ اسی سال حضرت خاتونِ جنت بھی اپنے اباؐ حضور سے جا ملیں سنہ ۳۵ ہجری میں امیر علیہ السلام مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے جس کا عرصہ انتہائی ناسازگار حالات میں گذرا۔ آخر کار سنہ ۴۰ ہجری میں اموی سازشیں رنگ لائیں اور آپ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

خاندانِ بنو امیہ کی غیر جمہوری حکومت کے پاؤں جم چکے تھے۔ اب انہیں بلا خطرہ مطلوبہ موقع میسر تھا کہ بد رداعد

اور حنین و طائف میں شیرِ خدا کے ہاتھوں مقتول ہونے والے مشرکین کا انتقام لیا جائے۔ بنو امیہ برسوں سے جس موقع کی تاک میں تھے وہ بآسانی مل گیا اور اسے غنیمت جان کر مشرکین کے وارثوں نے انتقامی منصوبے مرتب کر لیے۔ اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ خاندانِ نبوت کی دشمنی بیش از پیش ہوتی چلی گئی۔ بالآخر قیامت خیز المیہ حادثۂ کربلا رونما ہوا، خارجیوں کے امیر یزید و امیر مروان کے ارمان پورے ہوئے ـــــ ستم بالائے ستم یہ کہ امیر علیہ السلام کے دورِ خلافت میں اور آپ کی شہادت کے بعد جب بھی کسی مجلس یا مجمع میں آپ کا اسم گرامی کسی کی زبان پر آیا تو مختلف گروہوں میں سب و شتم کی بارش ہونے لگتی تھی ـــــ حضرت حسنین کریمین علیہما السلام و دیگر حضرات اہل بیت کو مسجد نبوی میں محبوب خدا کے دربارِ اقدس کے سامنے منبر رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بٹھا کر گالی گلوچ و طعن تشنیع کی قبیح حرکت امویوں کا معمول بن چکا تھا۔ خصوصاً جمعہ کے دن تمام اسلامی مقبوضات میں سرکاری احکام کے ذریعے سب و شتم کی مذموم و شرمناک حرکت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

اموی حکومت جو سنہ ۴۰ھ ہجری میں قائم ہو کر سنہ ۱۳۲ھ ہجری میں زوال پذیر ہوئی، ماسوائے حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد حکومت کے جو ۹۹ھ سے سنہ ۱۰۱ھ تک رہا پورے نوے سال اہلبیت پر سب و شتم کی رسم جاری رہی جسکو آج کے دور میں اجتہاد کہا جاتا ہے۔ لہٰذا صحیح حدیث وارد ہے کہ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔" اگر امیر علیہ السلام کو گالیاں دینا اجتہاد ہے تو پھر دنیا میں کوئی برائی برائی نہیں اور کوئی گناہ گناہ نہیں۔ اس طرح بقول ان کے حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے بارہ ۱۲ ساتھیوں کا بہیمانہ قتل بھی اجتہاد ہوگا (العیاذ باللہ)

بنو امیہ کے بعد عباسی بھی انہی خطوط پہ گامزن ہوئے۔ آلِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم روا رکھنے میں اُمویوں نے فرق چھوڑا نہ عباسیوں نے کسر رکھی۔ مندرجہ ذیل تاریخی حقائق اموی عباسی کارناموں کے شواہد ہیں۔ آج ایک امام شہید کل دوسرے کی باری۔

امیر المومنین حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت امام زین العابدین علیہم السلام، کو بالترتیب معاویہ بن ابوسفیان، یزید بن معاویہ اور ہشام بن عبد الملک نے شہید کروائے۔ اسی طرح حضرت سید زید شہید اور ان کے فرزند حضرت سید یحییٰ بن زید کا خون ناحق بھی ہشام کے سر ہے۔ اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو بھی ہشام بن عبد الملک اموی نے شہید کیا۔ حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت امام علی رضا، حضرت امام محمد تقی، حضرت امام علی النقی اور حضرت امام حسن عسکری علیہم السلام کو بالترتیب، منصور دوانیقی، ہارون الرشید، مامون الرشید، معتصم، متوکل اور معتمد نے شہید کیا یہ سب عباسی تھے۔

آئمہ اہلبیت کی شہادت کا یہ سلسلہ سنہ ۴۰ھ سے شروع ہو کر سنہ ۲۶۰ ہجری تک جاری رہا۔ اس کے بعد امام زادگان کا قتلِ عام ہوتا رہا اور برسوں

جاری رہا۔ تاریخی اعداد و شمار کے اعتبار سے بنی امیہ کی بہ نسبت عباسیوں نے سادات کرام حسنیؑ و حسینیؑ کا قتلِ عام کہیں زیادہ کیا۔ کنز الانساب و دیگر کتب میں لکھا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام چودہ سال قید رکھنے کے بعد جب ہارون نے زہر دلوا کر شہید کیے تو اس کے ساتھ سادات کرام کے قتلِ عام کا حکم نافذ کر دیا نتیجہ یہ نکلا کہ صرف سادات حسنیؑ سے بارہ ہزار امام زادگان درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

اسی طرح ایران کے مشہور شہر شیراز میں حضرت سیّد امیر احمد بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ہمراہ بارہ ہزار سے زائد امام زادوں کو عباسیوں نے شہید کیا۔ مجموعی تعداد تو لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ہم ایک کربلا کو روتے ہیں لیکن تاریخی حقائق ہمیں اُموی عبّاسی عہد حکومت میں قدم قدم پر ایک ایک کربلا پیش کرتے ہیں۔ برصغیر اور دوسرے ممالک میں سادات کرام کا ورود انہی مظالم کی منہ بولتی تصویر ہے۔

موسیٰؑ و فرعون و شبیرؑ و یزیدؑ

ایں دو قوت از حیات آید پدید

حضور صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے اُمت پر مودّتِ اہلبیت کی جو بھاری ذمّہ داری عائد فرمائی تھی، اُس پر کہاں تک عمل ہُوا؟ یہ جواب مذکورہ بالا تاریخی واقعات سے واضح ہو کر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ اِن لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ جنہوں نے محسنِ اِنسانیت کے اِن ارشادات عالیہ پر عمل کیا جن کی تعلیم و تاکید آخری وقت فرمائی تھی۔

امیر المومنین کی ولایت کے بارے میں ارشاد ہوا کہ جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کے مولا ہیں۔ یہ اعلان کسی چار دیواری کے اندر نہیں بلکہ کھلے میدان میں ایک لاکھ بیس چوبیس ہزار اِنسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے سامنے ہوا۔ اکابر صحابہ کرام نے امیر علیہ السلام کو مبارک باد کے ہدیے پیش کیے۔

ہر کہ می داند رموز زندگیست

سرِّ اسمائے علیؑ داند کہ چیست؟

بدقسمتی سے اِسلامی نظام حکومت اُسی گروہ کے قبضہ میں آگیا، جس نے آغازِ اسلام کے وقت ہی سے اِسلام کی حقانیت کو دل سے تسلیم نہ کیا تھا ـــــ تاریخ اِسلام کی ترتیب و تدوین کا کام بھی اِن لوگوں نے کیا جو شاہی دسترخوانوں پر طفیلی بن کر ریزہ چینی اور قصیدہ خوانی میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ یہی کچھ لکھتے جو لکھوایا جاتا، وہی کہتے جو کہلوایا جاتا نہ سچ سے محبت نہ جھوٹ سے نفرت۔

ایسے حالات میں اولادِ رسولؐ کی کوئی کیا عزت کرتا جبکہ شاہانِ وقت عترتِ رسولؐ کی قدر و منزلت کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے تھے ـــــ جہاں مورخین نے ضمیر فروشی کا راستہ اختیار کیا۔ وہاں عُلماء کے ایک گروہ نے بھی بھاری رقوم حاصل کر کے خلاف

شرعی فتوے دینا شروع کر دیئے۔ یزید بن ولید نے چالیس علماء سے یہ فتویٰ حاصل کیا کہ خلفاء کو آخرت میں کوئی پرسش نہ ہوگی۔ اسی طرح معاویہ بن ابو سفیان نے ایک چور کو ایک شعر پڑھنے پر حد لگائے بغیر چھوڑ دیا۔ جب کہ ارشادِ رسالت ہے کہ اگر میری بیٹی بھی چوری کرتی تو میں ہاتھ کاٹ دیتا۔

ناظرین و قارئین کرام! یہ حقائق اس امر کے غماز ہیں کہ اُموی عبّاسی حکومتوں نے احکامِ شرعی کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت

حُریّت را زہر اندر کام ریخت

اس مختصر سے جائزہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی موجودگی میں اور آپ کی شہادت کے بعد خاندان نبوّۃ کے ساتھ امویوں اور عباسیوں کا کیا رویہ رہا۔

سادات کرام آج یہاں تو کل وہاں ہجرت کرتے پھرتے ہیں۔ سفیانیوں اور مروانیوں نے صدیوں تک سکھ کا سانس نہ لینے دیا۔ جب ماضی میں ایسے سلوک کئے جاتے رہے ہیں تو مروانیوں کے مداح اب کیوں نہ آلِ رسولؐ کی توہین کریں۔

مقام تأسف ہے کہ اس دور میں علمأ کا ایک گروہ آلِ رسولؐ کی توہین و تنقیص میں سرگرم عمل ہے۔ انتہائی غیر مہذب اور مخرب الاخلاق مواد پر مشتمل، تاریخی حقائق کو مسخ کر کے کتابیں لکھنے اور ریڈیو ٹی وی پر نشریات کرنے میں مصروف عمل ہے۔ مختلف شہروں میں آئے دن کوئی نہ کوئی کتاب توہینِ اہلبیت کے موضوع پر سامنے آتی ہے۔ پہلے تو اسلحۂ جنگ سے سادات کرام کو نشانہ بنایا جاتا تھا اور اب نوکِ قلم سے اذیتِ رسولؐ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

سب سے زیادہ پریشان کن، تکلیف دہ اور باعثِ توہین علمأ سُو کے وہ غیر شرعی فتوے ہیں جو نکاح سیّدہ کے جواز میں گھڑے جاتے ہیں۔ جھوٹ موٹ کی موضوع کہانیاں اور غیر شرعی مصنوعی غیر واقعاتی روایات کو گھریلو معانی کا رنگ دے کر غیر مبہم الفاظ میں فتویٰ جواز صادر کیا جاتا ہے۔ ان جھوٹے فتووں کی حوصلہ افزائی مندرجہ ذیل وجوہ سے ہو رہی ہے۔

۱۔ وہ لوگ جو غیر سیّد تھے اور اپنا نسب تبدیل کر کے بروئے حدیث جہنم کا ایندھن بن کر اپنے آپ کو سادات ظاہر کرتے ہیں، سب سے زیادہ خطرناک اور گستاخ ہیں۔

۲۔ وہ گانے بجانے والیاں جو غیر سیّد خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور انہوں نے سیّد زادوں سے نکاح کر کے اپنے نام کے ساتھ لفظ "سیّدہ" کا لیبل لگا رکھا ہے سادات کی بدنامی کا باعث ہیں۔

۴ ـ سادات گھرانوں کے وہ افراد جو یا تو مغربی طرزِ زندگی کے عادی ہیں . یا اعلیٰ قسم کے امیر یا نہایت غریب ہیں . اس دھوکے میں

آجاتے ہیں کہ سید غیر سید میں کوئی فرق نہیں . معترض کہے گا امیروں ، غریبوں اور مغرب نواز سادات کا ذکر کر دیا تو باقی کیا بچا؟

میں گذارش کرتا ہوں کہ امیر لاپرواہی کا شکار ہو جاتے ہیں ، غریب لالچ کے جال میں پھنس جاتے ہیں ـ اور مغرب نواز اسلامی طرزِ زندگی

میں اپنی ہتک سمجھتے ہیں . میری اس رائے سے بہت سے بھائیوں کو مجھ سے شکایت ہو گی لیکن اَلْحَقُّ مُرٌّ وَلَوْ كَانَ دُرٌّ کی

صداقت مسلّم ہے ، کہ سچ کڑوا ہوتا ہے اگرچہ موتی ہی کیوں نہ ہو ـ مندرجہ بالا صورت حال میں نے اپنے مشاہدے اور معلومات

کی روشنی میں پیش کی ہے . میں ایسے سادات برادران کو جانتا ہوں جو ان افعال کے مرتکب ہو چکے ہیں .

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ والدین کی رضامندی کے بغیر کوئی سیدزادی کسی غیر سید سے منسوب ہو .

یہ بات انتہائی بد نصیبی اور پستی کی علامت ہے کہ ، سادات گھرانوں کے اکثر افراد زیورِ علم سے محروم اور نا آشنا ہیں . خاص کر دینی

تعلیم کا فقدان بدبختی کا موجب بنتا جا رہا ہے ـ اگر آئندہ بھی یہی حال رہا تو آنے والی نسلیں اپنے مخصوص و ممتاز تعارف سے یکسر

محروم ہو جائیں گی ، خدا نہ کرے کہ سادات پر ایسا وقت آئے ـ علم سے دُوری ایک خطرناک مرض ہے ـ اور اس مرض کا اصلی سبب

ہماری غفلت اور کوتاہ اندیشی ہے ـ حالانکہ حضرات انبیاءؑ علیہم السلام کے اعلیٰ فضائل ان کے بلند تر علوم کے باعث ہیں ـ اللہ تعالیٰ

نے سب سے پہلے انسان اور پہلے نبیؑ کو جو خصوصی انعام عطا فرمایا وہ علم ہی تھا ـ اسی طرح سید العالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم

کو بذریعہ وحی سب سے پہلا اور سب سے بڑا جو انعام عطا فرمایا وہ علم ہی تھا ـ معلوم ہوا کہ علم خاصۂ نبوت ہے ـ اور نبوت کے

تعارف کے لئے بھی علم کی اشد ضرورت ہے ـ ورنہ خدا اور اس کے رسُولوں کی پہچان امر محال ہے ـ لٰہذا علم کا حاصل کرنا ہمارا پیدائشی

حق ہے اور اس حق کی بازیابی ہمارے لئے فرض ہے جیسے کہ ارشادِ رسالت ہے " علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت

پر فرض ہے .

۵ ـ منکوحاتِ حضرت عثمانؓ ، عقدِ اُمِ کلثومؓ ، عربی عجمی اور گورے کالے کا عدمِ امتیاز ، نیز تقویٰ و پرہیزگاری کو آڑ بنا کر اہلِ بیت

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی توہین و تنقیص کے لئے حیلے بہانے بنائے جا رہے ہیں . لیکن یاد رہے .

؎ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا .

جہاں تک منکوحاتِ حضرت عثمانؓ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں یہ اختلاف موجود ہے کہ وہ دو لڑکیاں بہنیں بنات الرسول

تھیں ـ یا حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا کے پہلے شوہروں کی بیٹیاں تھیں ؟ کوئی بھی صورت ہو ، وہ مناکحت

زمانۂ اسلام کے ابتدائی دور میں اشد شرعی ضرورت اور اضطراری حالت میں ... صاحب رسالت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیاری عمل تھا جو وقتی ضرورت کے پیش نظر ہوا۔ جب اضطرار اور وقتی مجبوری ختم ہوئی تو وہ جواز بھی کالعدم ہو گیا۔ اس کو آئندہ کے لئے سند جواز بنانا اسلام سے بغاوت کرنے کے مترادف ہے۔ یہ مناکحت ایسی تھی جیسے اولاد آدم میں بہن بھائیوں کے درمیان ہوئی۔ دوسرا بہانہ کہ حضرت ام کلثومؑ بنت علی علیہ السلام کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا تھا۔ یہ سراسر ایک دیرینہ افسانہ ہے اس افسانے کی تکذیب و تحلیل کا باعث خود وہ روایات ہیں جو اس بے بنیاد واقعہ کے بارے میں مختلف کتابوں میں منقول ہیں۔ ان روایات کی دو قسمیں ہیں۔ یا تو انتہائی شرم کی اور توہین آمیز اور یا متعارض ومتضاد۔ روایت ودرایت اور عقل ونقل کے اعتبار سے تمام وہ روایات موضوع اور بے اصل اور من گھڑت ہیں جو افسانۂ عقد ام کلثومؑ کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔ ان تمام روایات کے مضامین حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ کی سخت توہین کا موجب ہیں۔ انشاءاللہ آنے والے اوراق میں ہدیۂ ناظرین کروں گا۔

جہاں تک گورے کالے اور عربی عجمی کی مساوات کا تعلق ہے تو خود غرض اور ابن الوقت علمائے سوء نے فرمان رسالتؐ کو گھڑ لیے معانی کا لباس پہنا کر غلط استدلال کرتے ہوئے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ اس مساوات سے حقوق وفرائض کی یکسانیت اور معاملات میں عدل وانصاف مراد ہے نہ کہ روس کی مساوات جس میں اعلیٰ ادنیٰ کی کوئی پہچان اور تعارف نہ ہو۔

اگر اس مساوات کا مقصد یہ ہے کہ مدارج ومراتب کے اعتبار اور قرب بارگاہِ نبوت کے لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں تو پھر تقدس اسلام کا احترامی تصور ختم ہو جاتا ہے جب کہ ادب واحترام ہی احساس دین ہے۔ قرآن حکیم کا فیصلہ ہے کہ مسلمان توحید ورسالت پر یقین کرنے کے بعد حضور علیہ السلام کی عزت وتوقیر کا دامن تھامے بغیر کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ارشاد رسالت ہے کہ جو آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے لیکن آلِ رسولؐ کا منکر ہو تو مومن نہیں۔

بلاشک وشبہ تقویٰ وطہارت ایمان کا زیور ہے۔ متقی لوگ تقرب بارگاہِ نبوت کے توسل سے بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوتے ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کوئی غیر سید کسی بھی بزرگی یا عبادت وریاضت کی وجہ سے سادات کرام عترت رسولؐ سے افضل ہو سکتا ہے۔ عبادت وریاضت اور علم کی فضیلت کسبی فیوض ہیں جب کہ سادات کی بزرگی نسب ونسبت رسول صلے اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم سے ہے۔ اعمال صالحہ کسی بدنیتی اور غلطی سے ضائع بھی ہو سکتے ہیں جبکہ والدین اور اولاد کا تعلق ذاتی اور دائمی ہے۔ دین میں تخریب کاری کرنے والے نت نئی تاویلیں کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ سچ کہا ہے۔ لاہوری قلندر نے۔

اسلام ترے حق میں ہے اگر آئینہ گستر

قرآن کو تاویل سے نا سمجھے ہیں لوٹے

اس مختصر سے جائزے سے ہر ایک مسلمان جان جائے گا کہ یہ مختصر کتاب کن مجبوریوں اور ضرورتوں کے پیشِ نظر لکھی جا رہی ہے۔ کتنا بڑا المیہ ہے اور ظلم ہے کہ اولادِ رسول کی شان میں کمی کرنے کے لئے عربی اصطلاح استعمال کر کے دشمنانِ اہلبیت کو اچھے اچھے عمدہ القاب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے نصِ قطعی سے ثابت کیا ہے کہ یزید اور معاویہ ملعون ہیں۔ لیکن عصرِ حاضر کے خارجی یزید اور مروان کو (معاذ اللہ) امیر المؤمنین کہہ کر شعائرِ اسلام کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام نے مروان اور اس کے باپ حکم کو ملعون قرار دے کر مدینہ شریف سے نکال دیا تھا۔ اس پر دیگر ثقہ راویوں کے علاوہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی بھی موجود ہے۔ دوسری کتاب میں سیر حاصل بحث کی جا چکی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے شخص کو تو بیس کوڑوں کی سزا ملی تھی۔ لیکن ہزار بار کہنے والے کسی مرا ندہ کے مستحق نہیں سمجھے جاتے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بھی تو اموی ہی تھے۔ ان کا فیصلہ کیوں پامال ہو رہا ہے؟ علمائے اسلام کی غفلت اور عدم توجہ کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اہلبیت کا وہ حق جو خمس کی شکل میں انہیں ملتا تھا۔ کیوں غصب کیا جا رہا ہے۔ ادھر تو حرمتِ صدقات کا فیصلہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور ادھر محتاج ساداتِ کرام کی گزر بسر کے لئے انتظام کا نہ ہونا شریعت سے کھلی بغاوت ہے۔ آج کل اربوں روپے غربا میں تقسیم ہو رہے ہیں لیکن محتاج بنو فاطمہ کے لئے علماء نے حکومتِ پاکستان کو کوئی مفید مشورہ نہ دے کر اولادِ رسول کی حق تلفی کی ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ سادات گھرانوں میں کتنے لوگ نانِ شبینہ کے لئے مجبور ہیں۔ خدا کے حضور جواب دینا ہو گا۔

ایک طرف تو سرخ اور سبز نوٹ دیکھ کر بنو ہاشم پر حرمتِ صدقات کا فتویٰ یاد آجاتا ہے لیکن دوسری طرف سید اور غیر سید میں کوئی فرق ہی نظر نہیں آتا۔

ع - وائے ناکامی کوئی تاپے کسی کا گھر جلے۔

اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ یہ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے گا۔

سید محمد شاہ صاحب کاظمی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے کتابوں کی فراہمی کے سلسلے میں بڑی حد تک تعاون کیا ہے۔ یہ بات کفرانِ نعمت میں شمار ہو گی کہ میں برادرم سید غلام عباس شاہ صاحب کاظمی اور حضرت علامہ سید عاشق حسین صاحب (پرنسپل) کے پر خلوص تعاون اور ہر قسم کی ہمدردی پر دل کی گہرائیوں سے ان کا شکریہ ادا نہ کروں۔ ان حضرات نے کتاب کی کتابت

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسّر
قرآں کو تاویل سے بنا سکتے ہیں پاژند

اس مختصر سے جائزے سے بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ کہ میں نے یہ کتاب کن مجبوریوں اور ضرورتوں کے پیشِ نظر لکھ کر ہدیۂ ناظرین کی ہے۔ کتنا بڑا المیہ اور فتنہ ہے کہ اولادِ رسولؐ کی شان میں کمی کرنے کے غیر شرعی حربے استعمال کر کے دشمنانِ اہلبیت کو بڑے بڑے اعزازی القاب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے نصِ قطعی سے ثابت کیا ہے کہ یزید بن معاویہ ملعون ہے۔ لیکن عصرِ حاضر کے خارجی یزید اور مروان کو (معاذ اللہ) امیر المومنین کہہ کر شعائرِ اسلام کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ سرکارِ ابد قرار علیہ السلام نے مروان اور اس کے باپ حکم کو ملعون قرار دے کر حرمین شریفین سے نکال دیا تھا۔ اس پر دیگر ثقہ راویوں کے علاوہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی بھی موجود ہے۔ دوسری کتاب میں سیر حاصل بحث کی جا چکی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے یزید کو امیر المومنین کہنے والے شخص کو تو بیس کوڑوں کی سزا ملی تھی۔ لیکن ہزار بار کہنے والے کسی مواخذہ کے مستحق نہیں سمجھے جاتے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بھی تو اموی ہی تھے۔ ان کا فیصلہ کیوں پامال ہو رہا ہے؟ علمائے اسلام کی غفلت اور عدمِ توجہ کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اہلبیت کا وہ حق جو خمس کی شکل میں انہیں ملتا تھا۔ کیوں غصب کیا جا رہا ہے۔ ادھر تو حرمتِ صدقات کا فیصلہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور ادھر محتاج ساداتِ کرام کی گزر بسر کے لئے انتظام کا نہ ہونا شریعت سے کھلی بغاوت ہے۔ آج کل اربوں روپے غربا میں تقسیم ہو رہے ہیں لیکن محتاج بنو فاطمہؑ کے لئے علمائے حکومتِ پاکستان کو کوئی مفید مشورہ نہ دے کر اولادِ رسولؐ کی حق تلفی کی ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ سادات گھرانوں میں کتنے لوگ نان شبینہ کے لئے مجبور ہیں۔ خدا کے حضور جواب دینا ہو گا۔

ایک طرف تو سرخ اور سبز نوٹ دیکھ کر بنو ہاشم پر حرمتِ صدقات کا فتویٰ یاد آ جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف سید اور غیر سید میں کوئی فرق ہی نظر نہیں آتا۔

ع - وائے ناکامی کوئی تاپے کسی کا گھر جلے۔

اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ یہ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے گا۔

سید محمد شاہ صاحب کاظمی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے کتابوں کی فراہمی کے سلسلے میں بڑی حد تک تعاون کیا ہے۔ یہ بات کفرانِ نعمت میں شمار ہو گی کہ میں برادرم سید غلام عباس شاہ صاحب کاظمی اور حضرت علامہ سید عاشق حسین صاحب (پرنسپل) کے پرخلوص تعاون اور ہر قسم کی ہمدردی پر دل کی گہرائیوں سے ان کا شکریہ ادا نہ کروں۔ ان حضرات نے کتاب کی کتابت

اور طباعت کے مراحل کو اپنی نگرانی میں لے کر پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ خداوند کریم انہیں اس خلوصِ نیت کا اجر عطا فرمائے۔ (آمین)

آخر میں گزارش ہے کہ قارئینِ کرام میری نادانستہ قلمی لغزشوں اور فروگذاشتوں کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے ناچیز کے حق میں دعا فرمائیں کہ خداوند کریم آلِ رسولؐ کی سچی محبت اور اتباعِ رسولؐ کی توفیق بخشے۔ والدین کی مغفرت ہو۔ زندگی جہاد کی اور موت شہادت کی نصیب ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

المرقوم ۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ ہجری بمقام کشمیر کالونی جہلم (پاکستان)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از قلم حضرت علامہ (معروف ماہر تعلیم ۔ نامور مُبلغ ملت جعفریہ مولانا سید عاشق حسین صاحب ایم ۔ اے ۔ ایم ۔ او ۔ ایل)

مؤلف کتاب ہذا سید محمد یعقوب شاہ حیدری ہیں ۔ محکمہ تعلیم سے منسلک رہنے کے باعث اِن کا مذاق علمی نکھر اُٹھا ہے ۔ زیرِ نظر کتاب ان کا علمی شاہکار ہے ۔ جس مبحث پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے ۔ یہ وقت کا عین تقاضا تھا ۔ خوب عہدہ برآ ہوئے ہیں ۔ انہوں نے سادات کی وعائیں سمیٹی ہیں اور ذواتِ مقدسہ کو راضی کیا ہے ۔ کتاب سُنّی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے ۔ مہیا کردہ دلائل زوردار ہیں اور عقل کے قریں ۔

مؤلف کو سوز کا وافر حصہ ملا ہے لیکن عبارت آرائی سے محروم اور لفظی موشگافیوں سے دور ۔ قارئین کو ان کی کتاب کا مطالعہ کرتے وقت الفاظ کے بجائے معنویت پر نظر رکھنا چاہیئے ۔

؎ الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے گُہر سے نہ صدف سے

مؤلف موصوف کے گھر سے فقر کی بو آتی ہے ۔ اور بصارت بھی کمزور ہے مگر بصیرت کا کیا کہنا !

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

مُلک بھر کے علمی مراکز کے علاوہ اس کتاب کا ہر سید کے گھر میں ہونا ضروری ہے ۔

خاکپائے ابو تراب (ع)
سید عاشق حسین (ع) راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب علامہ السید شبیر احمد صاحب غازی راجوری فاضلِ تنظیم المدارس (اہلِ سنت) پاکستان مقیم چھپڑا گلہ راولاکوٹ آزاد کشمیر کا ایک خط

نقیب السادات حضرت العلامہ، جناب حیدری صاحب سلام مسنون!

آپ نے اپنی محنت شاقہ، تحقیق عمیق اور دور اندیشی سے، اسلام اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس کی حفاظت، تشخص کی بحالی اور تحفظ حقوق کے لئے، جو پیاری مبارک کتاب مرتب وتالیف فرمائی ہے، یہ کتاب حوالوں اور دلیلوں سے پر ہے خاص کر یہ جو عام فہم انداز میں، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ثابت کرتے ہوئے ناصبیوں، نجدیوں اور خارجیوں کو لاجواب کر دیا ہے، کہ کوئی بھی غیر سید کسی بھی سیدہ فاطمیہ کا کفو نہیں ہے۔ اور غیر کفو میں نکاح ہوتا ہی نہیں ہے۔ جن خوش نصیب دلوں میں ایمان موجود و موجزن ہے، ان میں اس کتاب کے مطالعہ سے یقیناً سرور و تازگی آئے گی۔ حیدری صاحب! اصل بات یہ ہے کہ جن پر خدا راضی ہوتا ہے، وہ ایسے کاموں میں ہمہ تن وبہمہ قصد مصروف ہو جایا کرتے ہیں۔ کئی ذی علم حضرات دیکھتے ہی رہ گئے اور آپ بازی لے گئے ہیں۔

آپ نے اپنے علمی وقلمی جہاد کی صورت میں عامۃ المسلمین پر بالعموم اور سادات کرام پر بالخصوص جو احسانِ عظیم فرمایا ہے، اس کے ضمن میں آپ کا جس قدر بھی شکریہ بجا لایا جائے، کم ہے۔ عجب نہیں کہ یہی ایمانی وعرفانی کتاب آپ کی نجات ومغفرت اور بخشش کا کامیاب ذریعہ ثابت ہو ———— اس میدانِ جہاد میں آپ کو اگر، مفسر قرآن، نقیب الاشراف محقق الاسلام، ناظم ملت، شیخ الاسلام، قبلہ مرشدی واستاذی حضرت محدث ہزاروی کا جرنیل قرار دوں تو کسی طرح بھی بے جا نہ ہوگا۔

حقیقت نگاری وحق گوئی تو یہ ہے کہ آپ پر اسلام اور مسلمانوں کو بجا طور پر فخر واعتماد وبھروسہ ہے۔ چونکہ آپ نے ایک طرف گمراہ کن سازشوں کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے۔ اور دوسری طرف اپنی خوابیدہ قوم کو جگانے اور احساس دلانے کی سعی خیر فرمائی ہے۔

اس جہاد میں اگر ہمارے کرم فرما، اکابرینِ اسلام اور اکابرینِ اہلسنت والجماعت اپنے اپنے طور پر حصہ لیتے اور وہاں پھوڑے کا اسی وقت آپریشن فرما دیتے، تو آج یہ پھوڑا ایک مہلک مرض کی صورت میں اپنی تمام تر کارروائی کو اپنے ساتھ لئے ہوئے موجود نہ ہوتا ———— حیدری صاحب! یہ حق گوئی اصول پسندی بلند ہمتی آپ کو مبارک ہو۔

ہم اسے سلام کہتے ہیں ۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پیاری معتبر ، مصدقہ اور مدلل کتاب کی طباعت میں غیر ضروری تاخیر نہ ہو خالق کائنات اپنے محبوب معلم و مقصود دو کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ میں سادات کرام اور محبانِ اہل بیت اطہار کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنی حلال کی روزی کے ذریعے اس کتاب کو عام کریں ! تاکہ ایک دم انقلاب آجائے ۔

میں بھی اپنی جانب سے اور اپنے حلقۂ احباب و عقیدت مندان کی جانب سے ہر ممکن تعاون کا یقین دلاتا ہوں ۔

آخر میں بارگاہ مالک کائنات میں نہایت ہی عاجزانہ طور پر عرض کناں و دست بدعا ہوں کہ معبود کائنات ، لاریب ضابطہ کائناتِ اسلام اور اس مثالی ، تاریخی ایمانی اور اِنقلابی کتاب کے صدقہ میں آپ کے ایمان ، ایقان ، علم ، عرفان ، صحت (بالخصوص بصارت) اور عمر میں برکت فرمائے اور افرادِ ملت کو پیروی کرنے کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔

والسلام ———— خادم ملت سیّد شبیر احمد غازی راجوروی

فاضل تنظیم المدارس (اہلسنّت) پاکستان

خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت محدث ہزاروی ۷ ر نومبر ۱۹۸۷ء

بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام جہاں دار جاں آفریں
حکیم سخن در زباں آفریں

سبب تصنیف

قارئین و ناظرین کرام! میں نہ مفتی ہوں نہ مولوی، محدث ہوں نہ فقیہہ، مصنف ہوں نہ مؤلف شاعر ہوں نہ ادیب۔ اپنی علمی ہیچمدانی اور کم مائیگی کا یہ عالم ہے کہ میں اپنے تئیں مبتدی کہتے ہوئے بھی عرقِ ندامت میں ڈوبنے لگتا ہوں چہ جائیکہ کسی متنازعہ مسئلہ پر خامہ فرسائی کی جسارت کروں جبکہ کسی بھی متنازعہ فیہ اور اختلافی مسئلہ پر قلم اٹھانا کوئی آسان بات نہیں ہوا کرتی۔ معترضین کی رسہ کشی، فیصلے کی ذمہ داری، ہر کس و ناکس کی انگشت نمائی سوہانِ روح اور وبالِ جان بن جایا کرتی ہے۔ یہ ساری مشکلات، مجبوریاں اور ذمہ داریاں کسی بھی لکھنے والے کے پیشِ نظر ہوا کرتی ہیں —— پھر وہ کون سی ایسی متحرک قوت کارفرما تھی، جس نے علمی کمزوریوں کے باوجود کچھ لکھنے پر مجھے مجبور کر دیا۔ اس تصنیف کا اصل سبب اور پس منظر ملاحظہ فرماتے ہوئے اپنے ایمان اور انصاف سے پوچھئے کہ کون سی بات سچی ہے؟

ہوا یوں کہ ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۹۸۳ء کو ریڈیو پاکستان لاہور کے پروگرام حَیَّ عَلَی الْفَلَاح میں ایک خط نشر ہوا۔ جو خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ کی ایک خاتون سیدہ نسیم اختر نے دریافت مسئلہ کے سلسلے میں ارسال کیا تھا موصوفہ نے اس خط میں لکھا تھا کہ ان کی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ بہن نے اپنے خاندان کی مرضی کے خلاف غیر سید سے نکاح کر لیا ہے۔ آپ بتائیں کہ قرآن و سنت کی روشنی میں اس نکاح کی کیا نوعیت ہے نیز میرے لئے غیر سید بہنوئی سے پردہ کرنا ضروری ہے؟ براہِ کرم جواز و عدم جواز کی وضاحت فرمائیں۔

بدقسمتی سے اس روز سوالات کے جوابات دینے کے لئے مولوی عبد الرحمٰن صاحب اشرفی کی باری تھی —— مولوی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، بڑے فخر اور دلیری سے اپنے قاضی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے فتویٰ نشر کر دیا کہ "سید اور غیر سید میں کوئی فرق نہیں" سب برابر ہیں، اور اس مناکحت میں کوئی قباحت نہیں۔ یہی فتویٰ ۲۴ اکتوبر کو بھی اسی اسٹیشن سے اسی آواز میں نشر ہوا۔

چونکہ مولوی اشرفی صاحب کا یہ فتویٰ، علمائے حق، مشائخ عظام اور اولیائے کرام کے نزدیک خلاف شریعت اور قرآن و سنت سے بعید، غیر قیاسی اور ناپسندیدہ تھا

اس لئے میں نے ایک خط بذریعہ رجسٹری، ریڈیو پاکستان لاہور کے اسٹیشن ڈائرکٹر صاحب کے نام ارسال کیا۔ اسی خط میں چند فقرے

اشرفی صاحب کو بھی لکھے، اور اس غلط فیصلے کے بارے میں جواب طلب کیا لیکن اس صورتِ حال کے بارے میں مولوی صاحب کو ہمت پڑی نہ ڈائرکٹر صاحب کو اخلاقی جرأت میسّر آئی کہ جیسا بھی ہو جواب لکھ پائیں۔

یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ نسیم اختر نے خود نکاح کیا تھا اور مسئلہ کی دریافت کے سلسلے میں اپنے آپ کو غائب رکھ کر ریڈیو کو خط لکھا تھا۔ یہ بات اس خط سے ظاہر ہوئی جو بعد میں انہوں نے میرے اس مقالے کے جواب میں لکھا جو عدم جوازِ نکاحِ سیدہ سے متعلق راقم الحروف نے ان کو ارسال کیا تھا۔ ان خطوط کے متن آگے آرہے ہیں۔

اس صورتِ احوال کے پیشِ نظر میں نے اپنے لئے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ہو، اس بے بنیاد اور غیر شرعی فیصلے کو بے نقاب کرنا میرا فرض ہے۔

ضمیر نے آواز دی "خاک از تودۂ کلاں بردار"۔ کسی شہرت یافتہ عالمِ دین کا تعاون حاصل کرنا ضروری ہے۔ اپنے اردگرد دیکھا چشمِ تصور میں ایک ایسی شخصیت دکھائی دی جو عرفِ عام میں نقیبِ سادات، امیرِ ملت السید محمود شاہ صاحب کاظمی محدث ہزاروی کے نام نامی سے مشہور ہے؛

لہٰذا قبلہ شاہ صاحب کی خدمتِ عالیہ میں اس نئے نشریاتی فتنے کے بارے میں ایک مراسلہ لکھا۔ قبلہ محدث صاحب نے جواباً تحریر فرمایا کہ "سادات کی کم علمی اور عدم توجہ ان فتنوں کی اصل ہے ہاں، ہو سکے تو اس خاتون کو کچھ کتابیں بھیج دو شاید اپنے آپ کو پہچان کر راہِ راست پر آجائے۔"

میں نے ایک خط سیدہ نسیم اختر صاحبہ کو لکھا جس میں تحریر کیا کہ آپ نے ڈیڑھ ہزار سال بعد اس قوم سے نیکی اور خیر خواہی کی توقع کی ہے جس نے اولادِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ہر وہ اذیت پہنچائی جو کسی بھی طریقے سے ممکن ہو سکتی تھی۔

میں نے لکھا کہ میری بہن آپ خود اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ کے شہر میں ایسا کوئی عالمِ دین نہ تھا، جس سے مسئلہ کی صورتِ حال دریافت کر لی ہوتی۔ آپ کے اس نشری خط نے نہ جانے کتنوں کو اندھا بہرہ اور گمراہ کر دیا ہوگا۔ اگر آپ کو میرا یہ خط مل جاتا ہے تو اپنا صحیح پتہ لکھیں تاکہ آپ کے نام کچھ کتابیں ارسال کروں تاکہ آپ اہلبیت کے فضائل و مدارج اور سادات کی خاندانی شرافت و عزت سے متعارف و روشناس ہو سکیں۔

جہاں تک جواز اور عدمِ جواز کا تعلق ہے، سیّدہ کا نکاح کسی بھی غیر سیّد سے قطعاً حرام اور غیر شرعی ہے ـــ آپ میری بہن ہیں۔ آپ کی اس حرکت اور اقدام سے نہ صرف مجھے ہی دکھ ہوا ہے، بلکہ تمام ساداتِ کرام اور وہ حضرات جو محبِ اہلبیت ہیں رنجیدہ خاطر ہوئے ہیں، آپ

کے خط کی وجہ سے پوری دنیا میں ایک غلط اور غیر شرعی فیصلہ نشر ہو کر محلہ محلہ اور گھر گھر تصادم کا باعث بن چکا ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

میری اس خیر خواہی کے جواب میں نسیم اختر صاحب نے ، احساس برادرانہ اور اپنی ہتک عزت کا خیال کئے بغیر ، کسی ماڈرن مولوی سے مشورہ حاصل کر کے ، میرے ساتھ مناظرے کی شکل اختیار کرتے ہوئے اعتراضات پر مشتمل ایک خط میرے نام ارسال کیا جسکا متن آئندہ صفحات میں ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے۔

اس اعتراض نامہ کی تحریر نسوانیت سے دور اور مولویت کے قریب ترین دکھائی دے رہی ہے۔ راقم نے خدا رسولؐ کا نام لیا آں جبا اور پیرو مرشد کی برکت اور نظرِ شفقت سے دھڑکتے دل اور لرزتے ہاتھوں سے آلِ رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ناموس سے قلم تھاما ، پوچھے گئے سوالات کے مدلل جوابات اٹھارہ صفحات پر مشتمل مقالہ ، بذریعہ ڈاک سیدہ نسیم اختر کے نام ارسال کیا۔ ان سوالات کے جوابات مناسب موقع محل پر آئندہ صفحات میں آتے رہیں گے۔

نسیم اختر کو میرے بھیجے ہوئے جوابات کیسے لگے یہ بات ان کے اس خط سے بخوبی سمجھ میں آجائے گی جو انہوں نے مجھے بعد میں لکھا تھا جسکا متن اگلے صفحات میں ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔ اس خط کے ملنے سے مجھے کتنی خوشی و مسرت ہوئی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ خط پڑھ کر فوراً سجدہ میں گیا قادرِ مطلق کے حضور شکرانہ ادا کیا کہ اس نے میری حقیر سی محنت قبول فرمالی۔ یہ اس کی کرم نوازی اور بندہ پروری ہے ، ورنہ من آنم کہ من دانم۔

عذرِ مصنف

:- ناظرین و قارئین کرام ! اگر کوئی مصنف یا مؤلف یہ دعویٰ کرے کہ اس کی تصنیف یا تالیف کردہ کتاب قلم کی لغزشوں اور فرد گذاشتوں سے یکسر مبرا اور پاک ہے تو یہ دعویٰ قطعاً درست تصور نہ ہوگا۔ کیونکہ خطا اور انسان کا ساتھ اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود انسان پرانا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ اچھے اچھوں کی قلمی لغزشیں اور ذہنی اختلافات کہیں سے کہیں جا نکلتے ہیں۔ لہٰذا گزارش ہے کہ جہاں کہیں بھی میرے کمزور قلم کی لغزش نظر آئے دامنِ عفو سے پردہ پوشی کرتے ہوئے ہدفِ تنقید سے بچائیں۔ فقر و سلوک اور اسلامی اقدار و اخلاق میں پردہ پوشی ایک بلند عمل ہے ، جسکا اجر یہ ہے کہ قیامت کے دن حق سبحانہٗ و تعالیٰ پردہ پوشی کرنے والے کے عیوب پر پردہ پوشی فرما کر اپنے مخصوص بندوں میں داخل فرمائیں گے۔ مجھے اپنی کسی خوبی یا صلاحیت پر قطعاً ناز نہیں۔ بس ایک ہی جذبہ کارفرما ہے۔ کہ اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی شان و عظمت کی تشہیر اس طرح عام کی جائے جیسے کہ قرآن و سنت اور علماء و محدثین کی تحقیق و تجسس سے ثابت و معتبر ہے۔ میری دلی خواہش اور آرزو یہ ہے کہ جو حضرات اس کتاب کو پڑھ کر کچھ بھی اچھائی محسوس کریں

تو اس حقیر بندہ پر تقصیر کے حق میں یہ دعا فرمائیں کہ مولا کریم مجھے محبانِ اہلبیت میں محشور فرمائے اور تمام مسلمانوں کو اتباعِ رسولؐ اور محبتِ اہلبیت سے سرفراز فرمائے۔

اعتراض نامہ

ا۔ اس مکتوب کی نقل۔ جو اس کتاب کی تصنیف کا اصل سبب بنا اور نسیم اختر نے میرے نام ارسال کر کے مناظرہ و بحث کا آغاز کیا۔ قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ خط کا آغاز اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے بغیر ہی کیا گیا ہے۔ خط کا متن یہ ہے۔

محترمی قبلہ مخدومی سید محمد یعقوب شاہ صاحب حیدری (زید) مجدہ

وعلیکم السلام۔ ثم السلام۔ آپ کا نصیحت نامہ اس استفسار کے جواب میں جو کہ حی علی الفلاح پروگرام میں استفسار کیا گیا۔ وصول ہوا۔ پڑھ کر دو باتیں ذہن میں وارد ہوئیں۔ ۱۔ یہ کہ جہاں تک سید کا احترامی نظریہ ہے، از روئے نسبت رسولؐ ہے۔ جو کہ اُمّتِ مسلمہ کو اس کا بجا لانا حتمی سمجھیں ۲۔ رشتہ غیر سید سے قطعی قرآن و سُنّت سے حرام قرار دیا گیا ہے۔ اوّل الذکر تو صحیح ہے کہ ایک مسلمان کے لئے محسنِ انسانیتؐ کے ساتھ جذبہ عقیدت ایسا ہونا لازم ہے۔ کیونکہ محترم نہ ماننے ان کے ساتھ ایمان کیسے؟ مگر ۳۔ کہ غیر سید سے رشتہ ممنوع ہے ـــــ اس بارے میں اول بات تو اور ہے۔ مگر جہاں تک آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی ذات کا تعلق ہے۔ آپ بحیثیت ختمی مرتبت اور افضل الانبیاء ہونے کی رو سے آپ کسی کو رشتہ نہ دیتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے عثمان غنیؓ کو دو رشتے دیئے۔ اور مولا علی رضی اللہ عنہ کو ایک رشتہ دیا۔ ۲۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا جو سیّدہ فاطمہ بنت رسولؐ کے لطن سے تھی۔ حالانکہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے مولودہ سیّدہ تھی۔ اور حضرت عمر غیر سیّد تھے۔ مگر رشتہ ہوا۔ ۳۔ جہاں تک کفو کا تعلق ہے تو کفو میں اگر رشتہ نہ ہے تو اس کے بارے میں بھی آیا ہے کہ صالح اور لائق آدمی جو ظاہراً غیر کفو سے ہے اہلِ کفو بن سکتا ہے ۴۔ کفو تب تک ہی ہے جب تک ان شرائط پر پورا اترے جو موہوبہ من اللہ ہیں۔ ورنہ کفو سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور ایسا آدمی نہ تو کفو رہتا ہے اور نہ کفو کے اہل۔ مثلاً نوحؑ کا بیٹا۔ آنحضرتؐ کا فرمان "المسلم اخو المسلم (ب)، "کُلّ مُؤمِنٍ اخوۃ" یہاں ذات پات کفو غیر کفو کالعدم ہو جاتا ہے کسی ملک ونسل اور رنگ کی قید ختم ہو جاتی ہے۔ اور قرآن کی آیت یوں بھی بیان کرتی ہے۔ "الزانی لا ینکح الا الزانی والمشرکۃ" اگر کفو میں سب زانی ہیں کوئی پاکدامن میسّر نہیں تو اس حالت میں بھی غیر کفو پاک دامن کو برتری حاصل ہے۔ بروئے فقہائے ہر مکتب یہ سب باتیں علمائے شیعہ سنی سب کے سب مانتے اور تصدیق کرتے ہیں۔ [redacted]

اور جناب خمینی نے بھی ایران سے جواباً فتویٰ کسی کو لکھا ہے۔ کہ سیّدہ غیر سیّد سے نکاح کر سکتی ہے۔ شرط یہ ہے۔ کہ اہل آدمی ہو [redacted]

مگر آپ کے اس رقعہ سے مجھے ششدر رہونا پڑا کہ قطعی طور پر غیر سیّد سے نکاح حرام ہے ۔ یہ بات زیادہ قومی اور اعلیٰ ہوگی ۔ اگر آپ کتب ہائے فقہ اور قرآن حدیث کی روشنی میں اس امتناع کو مثبت فرماتے ہیں ۔ یہ آپ کی عین عنایت ہوگی ۔ اگر آپ مذکورہ بالا تمام شقوں کا جواب تفصیل باثبوت ارسال فرمائیں تو سیّد برادری پر آپ کا عظیم احسان ہوگا ۔

میرا پتہ درج ذیل ہے پتہ :۔ ماشاء اللہ سویٹ ہاؤس خان گڑھ تحصیل و ضلع مظفر گڑھ ۔ عبد الصمد کو مل کر نسیم اختر کو ملے ۔ درج شدہ پتہ میں مٹھائی کی دکان میرے بھائی عبد الصمد شاہ کی ہے ۔ اس پتہ پر مجھے بڑی جلدی خط مل سکتا ہے ۔ فقط آپ کی منتظرِ جواب ۔ سیدہ نسیم اختر ۔

فقط سیّدہ ۔

اس خط میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات ملنے پر سیّدہ نسیم اختر صاحبہ نے درج ذیل خط میرے نام ارسال کیا ۔

غلطی کا اعتراف

برادر محترم سیّد محمد یعقوب شاہ صاحب حیدری ، خان گڑھ مظفر گڑھ

۹۰۴۰۸۴

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔ بھائی جان میں آپ کی بے حد مشکور رہوں کہ آپ نے مجھے بہت ساری اور بیش قیمت اور کمیاب معلومات فراہم کی ہیں ۔ آپنے اپنے پہلے خط میں مجھے اپنا بھائی نہ لکھنے پر شکوہ کیا ہے میں اس کی واقعی طور پر سزاوار ہوں اور معذرت چاہتی ہوں ۔ آپ کے تمام خطوط مجھے ملتے رہے ہیں ۔ اور میں آپ کے آٹھ اوراق پر مشتمل خط بلکہ رسالہ سے بہت متاثر ہوئی ہوں ۔ اور آپ کی بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ مجھے راہِ راست پر لے آئے ۔ بھائی جان ناراض نہ ہونا کیونکہ چند پریشانیوں کی وجہ سے آج خط لکھنے کا موقع ملا ہے ۔ میں تا زیست آپ کی ممنون رہوں گی ۔ اور میں اب اپنا فیصلہ بدل چکی ہوں اور تا زندگی غیر سیّد سے نکاح نہیں کروں گی ۔ میں آپ کی احسان مند ہوں ۔ بلکہ میں سمجھتی ہوں کہ آپ کا یہ احسان تمام اہلبیت پر ہے ۔ اور آپ ایک عظیم انسان ہیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے ، آپ کو صحت بخشے ، اور عمر دراز کرے آمین ! بھائی جان اب میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں آپ کے خلوص کی بیحد ممنون ہوں ۔ اور آپ مطمئن رہیں ۔ آپ کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی ۔ اور آپ کی نصیحتیں کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے زیادہ اپنے ارادے پر رہنے کی توفیق دے آمین ۔ اچھا بھائی جان ان الفاظ کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں ۔ اپنے گھر والوں کو عاجزہ کی طرف سے عاجزانہ سلام ۔

فقط آپ کی ناچیز بہن سیّدہ نسیم اختر ۔

خط و جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین والہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک وبارک وسلم الی یوم الدین ۔

محترمہ بہن سیدہ نسیم اختر صاحبہ ۔ وعلیکم السلام ۔ السلام علیکم خیریت جانبین مطلوب ہے بذریعہ ریڈیو ایک غیر شرعی فتویٰ ان کر میں نے آپ کو جو خط ارسال کیا تھا، اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ آپ کو کچھ کتابیں ارسال کروں تاکہ آپ اپنے مقام سے متعارف اور آشنا ہو جائیں ۔ نیز اصل حقائق سے ماٰنوس ہو کر خاندانِ رسالت کے محب اور گستاخ میں امتیاز کر سکیں ۔ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آپ اپنے ہی خلاف مناظرے پر کمربستہ ہو کر رہزنوں اور غاصبوں کو اپنا گھر لوٹنے کی دعوت دے کر ان کے ناپاک ارادوں کو کامیاب بنانے میں ان کی حوصلہ افزائی کریں گے ۔

اگر مجھے اس بات کا احساس ہوتا کہ آپ کسی ماڈرن مولوی کا سہارا لے کر اپنے ہی گھر کو آگ دکھا رہی ہیں تو میں صبر کے گھونٹ پی کر اس ہمدردی سے باز رہتا ۔ لیکن یہ بھی حق گوئی اور بے باکی کے خلاف ہے ۔ کہ میں جرم ہوتا دیکھتا رہوں اور زبان و قلم میں جنبش نہ آئے ۔

جہاں تک سچائی بے باکی اور حق گوئی کا تعلق ہے ۔ میں نے ایک رجسٹرڈ خط مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو ریڈیو پاکستان لاہور کی معرفت ارسال کر دیا تھا ۔ مولوی صاحب کی اخلاقی جرأت نے اجازت نہیں دی کہ وہ میرے خط کا جیسا بھی ہو جواب دے پاتے ۔ مولوی صاحب نے جاننے کے باوجود اولادِ رسولؐ کی توہین کی، اور عترتِ رسولؐ کے خلاف بے بنیاد فتویٰ صادر کر کے عامۃ المسلمین کی دل آزاری کے مرتکب ہوئے جو شرعاً حرام ہے ۔ یوں بھی احکامِ شریعت میں تاویلیں کرنا وراثتِ ملّا ہے ۔

میری بہن آپ کی بے بسی اور مجبوری کا بھی مجھے پوری طرح احساس ہے ۔ کیونکہ آپ کا ارسال کردہ جو اعتراض نامہ مجھے ملا ہے اس کی عبارت اور لب و لہجہ اس بات کا غماز ہے کہ اندازِ تحریر، نفسِ مضمون، اور معیارِ نطق، فقہی زبان میں مرقوم ہے جو نسوانیت کی قوتِ متخیلہ سے کوسوں دور اور مولویت کے قریب ترین ہے ۔۔۔۔ میری بہن خداوند کریم نے مجھے یہ صلاحیت اور مہارت بخشی ہے کہ اندازِ تحریر سے اس کے محرر کا پتہ معلوم کر لیتا ہوں ۔

جو کچھ لکھ کر اب میں آپ کو ارسال کر رہا ہوں اس کی تفہیم کے لئے بھی تو آپ کو مولوی صاحب کا سہارا لینا پڑے گا

میری بہن غیروں کی تقلید ترک کرتے ہوئے ، عقیدت و احترام کے ہاتھوں خدا، رسولؐ اور اہلبیت کرام کا دامن مضبوطی سے تھام لیں ۔ اگر کچھ مانگنا ہے تو اسی در سے مانگو ، جہاں سے شاہ و گدا فیضان حاصل کرتے اور سرفراز ہوتے ہیں ۔ جس کسی کو جو کچھ بھی ملا ہے ۔ اسی دروازے سے

کی سخاوت کے تذکرے قرآن پاک اور احادیث میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اہلبیت کے گستاخ اور مخالف تمہارا حق غصب کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ ہوش سنبھالیے اور حق کی حفاظت کیجئے۔

آپ کے چیلنج کے مطابق۔ آپ کے سوالات کے جوابات، معتبر کتب سے قوی دلائل اور شواہد کی روشنی میں ارسال کر رہا ہوں آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ اِنشاء اللہ آپ مطمئن ہو جائینگے۔

19 —

ایک ضروری وضاحت:- ناظرین و قارئین کرام! جاننا چاہیئے کہ اس کتاب کے آغاز میں اس اعتراض نامے کا متن منقول ہے جو میری طرف بھیجا گیا تھا۔ میں نے اس کے جواب میں جو مقالہ لکھا تھا، اس کی نوعیت باعتبار عبارت و مضمون سوالاً جواباً تھی ـــــ اب کے انہی مختصر مضامین اور اعتراضات پر سیر حاصل بحث کی شکل میں ہر سوال کے جواب میں بکثرت دلائل و شواہد پیش کئے گئے ہیں۔ لہٰذا خیال رہے کہ اس تفصیلی ضابطۂ تحریر میں وہ تمام جوابات موجود ہیں جن کی بناء پر سیّدہ نسیم اختر نے معذرت اور ندامت پر مبنی خط مجھے لکھا تھا۔ میں نے معترضین کے چیلنج کو خدا اور رسولؐ کے بھروسے پر قبول کرتے ہوئے قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ فقہا اور مورخین کی معتبر کتب سے ریزہ چینی کر کے جواب سپردِ قلم کیا ہے۔ میں اثنا عشری احباب سے نادم ہوں کہ خاص مصلحت کے پیشِ نظر فقہ جعفریہ سے استفادہ کرنے کی بجائے فقہ حنفی و شافعی سے دلائل و براہین فراہم کئے ہیں۔ لہٰذا معذرت خواہ ہوں۔

۱۔ منکوحاتِ حضرت عثمانؓ پہلا اعتراض ـــــ یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کے نکاح حضرت عثمان سے کئے جو غیر سیّد تھے۔

میں نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل جواب لکھا تھا ـــــ حضور صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی بیٹیوں کی تعداد کے بارے میں مسلمانوں میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں ـــــ ایک گروہ کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ سے منسوب دونوں بہنیں حضور علیہ السلام کی بیٹیاں نہ تھیں، بلکہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ صلوات اللہ علیہا کی بہن حضرت ہالہ کی یتیم بچیاں تھیں جن کی کفالت و تربیت حضرت خدیجہ طاہرہؑ نے فرمائی اور شادیاں کر دیں۔ چونکہ ان دونوں بہنوں یعنی حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بچپن کاشانۂ نبوت میں گزرا بدیں وجہ حضور علیہ السلام کی بیٹیاں مشہور ہو گئیں جیسے کہ عربوں میں عام رواج تھا۔ کہ پروردہ اور بھانجوں بھتیجوں کو بھی بیٹے کہا جاتا تھا۔ اس گروہ کے خیال میں حضور علیہ السلام کی صرف اکلوتی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا ہیں ـــــ بعض روایتیں ایسی بھی ہیں کہ مذکورہ بالا دونوں بہنیں حضرت سیدہ طاہرہ کی بیٹیاں تھیں لیکن پہلے خاوندوں کی تھیں۔ تاریخوں میں اس امر کی شہادتیں بھی موجود ہیں ـــــ مثلاً حضرت زینبؓ کو بھی حضور علیہ السلام کی دختر ظاہر کیا جاتا ہے لیکن مندرجہ بالا بیان کی تائید میں ابنِ ہشام کی روایت قابلِ غور ہے۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؓ حضرت سیدہ طاہرہ کی بیٹی پہلے شوہر ابو ہالہ کی بیٹی تھیں۔ جیسے کہ سیرت النبی ابنِ ہشام اردو جلد دوم صفحہ ۷۸۹ پر یہ عبارت نقل ہے ـــــ جنابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے پہلے حضرت خدیجہؓ ابو ہالہ بن مالک کی زوجیت

میں تھیں ۔ ابوہالہ بنو اسید بن عمرو بن تمیم کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ اور بنو عبد الدار کے حلیف تھے ۔ ابوہالہ کا لڑکا ہند اور لڑکی زینب یہ دونوں بہن بھائی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھے ۔ اور ابوہالہ سے بھی پہلے جناب سیدہ طاہرہؓ عتیق بن عابد ابن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم کی زوجیت میں تھیں ۔ عتیق بن عابد سے حضرت خدیجہؓ کے ایک لڑکا عبد اللہ اور ایک لڑکی تھی (نام نہیں لکھا) اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت خدیجہ صلوٰت اللہ علیہا کی دو بیٹیاں تو پہلے شوہروں سے تھیں اور خاص کر حضرت زینبؓ کا تو اسم گرامی بھی سیرت النبیؑ ابن ہشام میں مرقوم ہے ـــــ یہ اختلاف تو درکنار حضور علیہ السلام کے فرزندوںؑ کی تعداد میں بھی شدید اختلافات ہیں ۔ بعض نے دو لکھے ہیں ۔ اور بعض نے چار اور بعض نے آٹھ بتائے ہیں ۔ جیسے کہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبیؐ جلد دوم صـ ۴۲۰ میں لکھا ہے : ملاحظہ ہو ۔

آں حضرت صلعم کی اولاد کی تعداد میں سخت اختلاف ہے متفق علیہ روایت یہ ہے کہ آپؐ کے چھ ۶ اولادیں تھیں ۔ قاسمؑ ۔ ابراہیمؑ ۔ زینبؓ رقیہؓ ۔ اُم کلثومؓ ۔ فاطمہؑ ۔ ان تمام لڑکیوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور ہجرت سے شرف اندوز ہوئیں ـــــ لیکن ابنِ اسحاق نے دو صاحبزادوں کا نام اور لیا ہے ۔ طاہرؓ ۔ طیبؓ اس بنا پر ذکور اولاد کی تعداد لڑکیوں کے برابر ہو جاتی ہے ۔

اس بارہ میں تمام اقوال کے جمع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بارہ اولادیں تھیں ۔ جن میں آٹھ بیٹے اور چار لڑکیاں تھیں ۔

علامہ شبلی نے بھی ابو ہالہ اور عتیق کی زوجیت میں آنے کا ذکر کرتے ہوئے عتیق کی ایک لڑکی کا ذکر کیا ہے ۔ جسکا نام ہند بتایا ہے لیکن تعجب کی بات ہے کہ ابو ہالہ کی بیٹی زینب کا ذکر تک نہیں کیا ۔ حالانکہ ابنِ اسحٰقؒ کا حوالہ نقل کیا ہے ۔ یاد رہے کہ سیرت النبیؐ مرتبہ ابنِ ہشام فی الحقیقت ابنِ اسحٰق ہی کی تصنیف ہے ۔ جس پہ اکابر مؤرخین اعتبار کرتے ہیں ۔

ایک گروہ کا دعویٰ ہے کہ منکوحاتِ حضرت عثمانؓ حضور علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں۔ فرق یہ تھا کہ ان کی پیدائش اعلانِ نبوتؐ سے پہلے ہوئی۔ جہاں تک مدارج، مراتب اور شان و عظمت کا تعلق ہے یہ خدا کی دین ہے اور یہ صرف حضرت فاطمہ صلوات اللہ تعالیٰ علیہا کی خصوصیت تھی کہ آپ ہی سیدۃ النساء اور خاتونِ جنت و بضعۃ الرسولؐ کے اعزازات سے مشرف ہیں۔

یہ قانونِ قدرت ہے کہ جسے چاہے اپنی مخصوص رحمت میں لپیٹ لے حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہی آیۂ تطہیر کی مصداق ہیں اور آپ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کا سلسلہ آپ سے جاری ہوا جیسے کہ بہت سی احادیث کے ذریعے ثابت کر چکا ہوں۔

پہلے گروہ کا خیال ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا حضور علیہ السلام کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ یہ گروہ اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لئے یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ جب نجرانی عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کا واقعہ پیش آیا تو باوجود اس کے کہ آیت مباہلہ میں **نِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ** جمع کا صیغہ آیا ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے ماسوائے خاتونِ جنت کے کسی دوسری عورت کو ساتھ نہ لیا۔ یہ ایسا تاریخی واقعہ ہے کہ اسمیں کسی فریق کو شک ہے نہ اختلاف۔ سبھی علمائے فریقین (شیعہ سنی) تسلیم کرتے ہیں کہ مباہلہ کے واقعہ میں عورتوں سے صرف خاتونِ جنت ہی شریک ہوئیں۔ دوسری کسی خاتون کی شمولیت کی کوئی دلیل ہے نہ ثبوت۔

راقم الحروف کو متذکرہ بالا اختلافات سے غرض نہیں اور نہ ہی میں شیعہ سنی اختلافات میں الجھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے کام اور درپیش مسائل سے غرض ہے۔ زلف یار اور ریش واعظ سے الجھنا میرا مقصد ہے نہ مطلب۔

اگر دوسرے گروہ کی رائے کو درست تسلیم کر لیا جائے تو بھی سیدہ سے وجہ جوازِ نکاح غیر سید کے ساتھ ثابت نہیں۔ اس لئے کہ وہ فعل سید الکونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار اور وقتی اشد ضرورت سے ہوا۔ لہٰذا شارع علیہ السلام کا مبارک فعل محلِ اعتراض ہے نہ سندِ جواز۔ اس لئے کہ وہ نکاح ابتدائے زمانۂ اسلام میں بحالت اشد شرعی ضرورت کے پیشِ نظر ہوئے۔ اور وہ ایسے ہی ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد (بہن بھائیوں) میں مناکحت ہوئی۔ تو ایسی حالت میں اعتراض کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی آئندہ کے لئے جواز کی سند ہے قرآنِ حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے **فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ** ط یعنی جو آدمی حالت اضطراری میں ہو، اور اشد مجبوری درپیش ہو تو وہ حد سے نہ بڑھے تو کوئی گناہ نہیں۔ لہٰذا وہ نکاح اشد ضروری اور مجبوری کی حالت میں ہوئے۔ جیسے کہ اور بھی بہت سے کام بتقاضائے وقت انجام پذیر ہوئے۔ لیکن جب مجبوری اور ضرورت وقت کے ساتھ ختم ہوئی تو اس عارضی جواز کی بھی کوئی ضرورت نہ رہی اور یہ وقتی جواز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ ان دلائل کی روشنی میں حضرت عثمان کی مناکحت

بطور سند پیش نہیں کی جا سکتی ۔ جبکہ یہ اختلاف اپنی جگہ موجود ہے کہ آپ کی ایک دختر تھی یا چار بیٹیاں تھیں ۔ جب کہ حضرت زینب کا شمار ربائب میں بھی کیا جاتا ہے اور بروایت ابن ہشام حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر ابو ہالہ کی بیٹی تھیں ۔

[redacted]

ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ایک باپ کی ساری اولاد صاحب فضل و صاحب کمالات ہو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے گیارہ بیٹے تھے لیکن پیغمبری صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو تفویض ہوئی تھی ـــــ یہ قادر مطلق کی دین ہے۔ کہ جس پر وہ اپنا لطف عمیم فرما دے یہ اس کی اپنی خوشی اور مرضی ہے وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہے اپنی خصوصی رحمت سے سرفراز فرما دے۔

حضرت خاتون جنت صلوٰت اللہ علیہا کی مخصوص فضیلت و بزرگی اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام اور بخشش و کرم نوازی تھی جو دنیا کی کسی دوسری خاتون کو نصیب نہ ہوئی۔ خصوصی کمال یہ ہے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد انہی سے چلی ہے۔ البذا سادات حسنی و حسینی اولادِ رسولؐ ہیں ـــ اور بوجہ نسبت رسولؐ صاحب کمالات ہیں۔

نساءِ آلِ رسولؐ بے مثل ہیں

ارشادِ خداوندی ہے۔ (احزاب)

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے میرے محبوب کے گھر میں رہنے والی عورتو

دنیا کی کوئی عورت بلحاظ مرتبہ و فضیلت تمہاری ہمسری و برابری نہیں کر سکتی۔ یاد رکھو کہ تمہیں یہ مرتبہ میرے حبیبؐ کی نسبت کی وجہ سے ملا ہے
بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت تو ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کلمۂ نساء میں وہ تمام عورتیں شامل اور مصداقِ بے مثلی ہیں۔ جو کاشانۂ نبوت میں رہتی تھیں چاہے وہ بیویاں ہوں یا بیٹیاں۔ معترض کو اتنا ہی سوچ لینا کافی ہوگا کہ آیت کے خصوصی حالت پر وارد ہونے کی وجہ سے بالفاظِ دیگر خصوص مورد کی وجہ سے بنات الرسولؐ اس فضل سے کسی طرح اور کسی حال میں الگ نہیں رہ سکتیں۔ اسلئے کہ عموم علت کو اعتبار ہوا کرتا ہے نہ کہ خصوص مورد کو۔ اور اصول مسلمہ اس وہم کی تکذیب و تبطیل کرتے ہیں۔ یعنی کسی خاص سبب سے جو آیت نازل ہوئی اسکا حکم عام ہو جاتا ہے۔

قَصْرُ عُمُوْمَاتِ الْقُرْاٰنِ عَلٰی اَسْبَابِ نُزُوْلِهَا بَاطِلٌ۔ یعنی صرف قرآنِ پاک کے اسباب نزول پر حکم رکھ لینا اور بعد میں اس پر احکام کو جاری نہ کرنا، بالکل باطل ہے۔ بلکہ شانِ نزول پر توجہ رکھتے ہوئے اس آیت پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ جو حکم آیت میں وارد ہے۔ کیونکہ اس وقت قرآنِ پاک اسباب کی بناء پر نازل ہو رہا تھا۔ اب سبب ہو یا نہ ہو اس کا حکم عام ہے۔ جیسے کہ سورہ حشر کی آیت میں مال غنیمت کی تقسیم میں حصہ کی کمی بیشی کے پیشِ نظر حکم نازل ہوا کہ میرا حبیبؐ جو چیز تمہیں عطا فرمائے خوشی سے لو اور جس چیز سے تمہیں منع

غور طلب تو بات یہ ہے۔ کہ منکوحات و بنات سے جوڑا اب یہ حکم عام ہے یعنی اتباعِ رسولؐ کو مدِنظر رکھتے ہوئے رضا و عطائے رسولؐ ہی منبعِ احکام ہے۔
رسولؐ کے بے نظیر اور بے مثل ہونے کی اصل وجہ نسبتِ رسولؐ ہے۔ یہ نسبت اور بے مثلی بناتِ الرسولؐ میں بطریقِ اولیٰ موجود ہے۔

وَجُوْدُ الْعِلَّةِ يَسْتَلْزِمُ وُجُوْدَ الْمَعْلُوْلِ ۔

یعنی علت اور معلول لازم ملزوم ہیں۔

کلمۂ نساء کی ہمہ گیری وجود منکوحات اور بنات الرسولؐ کے لئے جامع ہے۔ پھر بنات (بیٹیاں) کو اس فضیلت سے خارج سمجھنا اسلام سے کھلی بغاوت اور گستاخی ہے۔ ایک واضح حقیقت اور روشن دلیل ہے کہ جس طرح ازواجِ مطہرات کے لئے لفظ نِسَاءٌ میں عبارت نص ہے۔ اسی طرح بیٹیوں کے لئے بھی عبارت نص ہی سے ثابت ہے کہ کلمۂ نساء میں سب شامل ہیں چاہے وہ بیٹیاں ہوں یا بیبیاں۔ وَالْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ ۔ عموم لفظ کا اعتبار ہے نہ خصوص مورد کو۔ یعنی سبب کی خصوصیت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ لفظ کی عمومی حیثیت کا اعتبار ہوتا ہے۔

پس اس امر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام عالم کی عورتوں سے اصولِ شرعی کے مطابق تمام مرد اُن کے برابر اور کفو نکاح ہو سکتے ہیں، اور اسی طرح وہ تمام عورتیں اُن مردوں کی کفو نکاح بن سکتی ہیں۔ لیکن نساء عالم کو برابری و ہمسری نساء رسولؐ کے ساتھ حکم قرآنی سے نہیں پہنچتی۔ پس ثابت ہوا کہ نساء رسولؐ یعنی ازواج و بنات الرسولؐ کا ہمسر اور کفو دنیا کا کوئی مرد، ماسوائے فاطمی سادات کے ہرگز نہیں۔ یعنی دنیا کی عورتوں کے کفو دنیا کے مرد تو ہو سکتے ہیں اور باہمی نکاح جائز ہے۔ لیکن سرورِ کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر کی عورتوں سے تمام دنیا کی عورتیں ہمسری نہیں کر سکتیں۔ لہٰذا مرد بھی بطریقِ اولیٰ ہمسر نہیں ہو سکتے۔ اور باہمی نکاح حرام ہے۔ کیونکہ مساوی کا مساوی بھی مساوی ہوتا ہے اور غیر مساوی کا مساوی بھی غیر مساوی ہوتا ہے۔ اور نکاح کے لئے مساوات شرط ہے۔ (النظائر صـ۳۴)

شیخ عبد الکریم زنجانی نجفی کا فتویٰ

عراق کے مشہور عالم دین شیخ عبد الکریم زنجانی نجفیؒ سے جب جواز اور عدم جواز کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا۔

بلے جائز است مثل گوشت خنزیر ، درحالیکہ حلال غذا میسر نمی شود
ولکن وقتیکہ حلال غذا موجود و میسر است ، گوشت خنزیر خوردن چہ طور حلال است؟

(حرمت بنات الرسولؐ صـ۲۲)

شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیق

شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ اسباب نزول کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کے مطابق آیت کسی واقعہ پر ظاہری طور پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن دوسری قسم کے مطابق وہ آیت اس واقعہ کو معلوم کئے بغیر (جسکی وجہ سے یہ نازل ہوئی تھی) اپنے معنوں کے لحاظ سے جو حکم عام کا ہے وہی معتبر ہوتا ہے۔ اور اس میں نزول کے خاص سبب کا خیال نہیں کیا جاتا

(الفوز الکبیر صـ ۳۵)

شاہ ولی اللہ کا مندرجہ بالا بیان طویل ہے۔ میں نے صرف رہنمائی کی حد تک نقل کیا ہے۔

مذکورہ بالا قاعدے اور اصول کی روشنی میں ازواج الرسولؐ اور بنات الرسولؐ صلے اللہ علیہ وسلم بلا امتیاز و تفریق آیت کے حکم میں شامل و مشترک ہیں۔

سچ بات تو یہ ہے کہ کسی آدمی کی بیوی تو کسی وقت بھی کسی مخصوص مجبوری کے پیش نظر شرعی طریقے سے الگ اور جدا کی جا سکتی ہے لیکن اولاد تو کسی صورت میں بھی جدا نہیں ہو سکتی۔ اولاد ہر حالت میں اپنے نسب سے منسوب ہوگی اور اپنی اصل کی شاخوں کی مانند ہوگی۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ کلمۂ نسائنا میں حضور علیہ السلام کی بیویاں اور بیٹیاں شامل ہیں۔

اگر بیویاں نساء العٰلمین سے افضل اور بے مثل ہیں تو بیٹیاں بدرجۂ اولیٰ بے نظیر اور بے مثال ہیں۔ کیوں کہ وہ آپ کے جسم کے اجزاء ہیں۔

ازواج مطہراتؓ سے ابد الآباد نکاح حرام ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج مطہراتؓ امت کی مائیں ہیں۔ یہ فیصلہ قرآن حکیم میں واضح آیت کریمہ سے ثابت ہے جب آپ کی ازواج سے غیر کا نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قطعاً حرام ہے تو اسی طرح نص قطعی کی رُو سے بنات الرسولؐ کے لئے بھی ماسوائے سادات حسنیؓ و حسینیؓ کے قیامت تک غیر سیّد سے نکاح حرام" اور غیر شرعی ہے، کیونکہ اولاد رسولؐ حضور علیہ السلام کے جسم اطہر کے اجزا ہیں جو حکم کل کا ہے وہی جز کا۔ آپ کی بیویوں سے نکاح حرام ہے تو بیٹیوں سے بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔

لہٰذا منکوحات حضرت عثمانؓ کا سہارا لے کر جواز کا ثبوت فراہم کرنا بے معنی اور غیر اصولی ہوگا۔ اس اعتبار سے یہ استدلال بے جوڑ، بے جان اور غیر قیاسی ہے۔

قرآنِ حکیم سے نسب کا ثبوت

جو لوگ محض اپنی منفیت اور ضد قائم رکھنے کی خاطر نسبی شرافت کے سلسلے میں تاویلیں کرتے ہیں ان کا گھمنڈ توڑنے کیلئے قرآنِ حکیم کی یہ آیت کریمہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں ارشاد ہوتا ہے

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۔ (فرقان)

اور وہی پاک ذات ہے جس نے انسان کو پانی (نطفے) سے پیدا فرمایا، پھر اس کو کسی کا بیٹا بیٹی کسی کا داماد بہو بنایا (یعنی ننھیال اور سسرال دونوں رشتے رکھے۔ اور اے میرے پیارے حبیب تیرا رب بڑی قدرت والا ہے۔ (ترجمہ علامہ وحید الزمان)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ نسب کا تعین قادرِ مطلق نے مدارج و مراتب کے اعتبار سے اعلیٰ و ادنیٰ میں تمیز کرنے اور تعارف کی خاطر فرمایا ہے۔ جیسے کہ شعوب و قبائل کی تقسیم سے واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ لِتَعَارَفُوا ط یعنی تم پہچان سکو کہ قابلِ تعظیم و احترام کون ہے۔ احادیثِ نبوی آیاتِ قرآنی کی تائید کرتی ہیں کہ اولادِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واجب التعظیم ہے۔

مسئلہ کفائت

ایک ٹھوس دلیل اور قطعی ثبوت نص ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ
ارشادِ خداوندی ہے کہ: مرد عورتوں پر حاکم اور سردار ہوتے ہیں۔ کہاں کا اصول اور قاعدہ ہے کہ جس کو خدا نے فضیلت بخشی ہو وہ غلام بن جائے، اور جو اس فضیلت سے یکسر محروم ہو وہ حاکم بن بیٹھے۔ سیدہ کے نکاح کا جواز پیش کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا کسی مرد کی بیوی اس مرد کی محکوم اور تابع ہوتی ہے یا اس پر حکمرانی کرتی ہے؟ عورت کی فرمانبرداری اور مجبوری کا یہ عالم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ بیوی خاوند کے آگے سجدہ کرے۔ اس سے بڑھ کر عورت کی مجبوری اور بے اختیاری کا کون سا ثبوت ہوگا؟ ـــــ فاضل کو مفضول کی جگہ دینا توہین اور خلاف عدل و انصاف ہے لہٰذا کوئی شریف کسی غیر شریف کا کفو و ہمسر نہیں۔

امام محمدؒ کا بیان

امام ابوحنیفہ کے مُوقف اور مذہب سے متعلق ان کے شاگرد امام محمد نے ہدائیہ میں لکھا ہے۔
لَمْ یَرَ نَفْسَہٗ کُفُوًا لِلْعَرَبِیَّۃِ ۔ یعنی امام ابوحنیفہ اپنے آپ کو کسی عرب عورت کا کفو نہ تسلیم کرتے تھے اسلئے کہ آپ عجمی تھے۔ عربیہ سے عجمی کے نکاح کو باطل قرار دیتے تھے۔ اس کا مزید ثبوت آئندہ صفحات میں آئے گا۔ یہ بھی ادب کی ایک دلیل ہے۔

کردم از عقل سوالے بگو ایماں چیست؟
عقل در گوشِ دلم گفت: کہ ایماں ادب است [1]

خاندانِ نبوت کی تو بات ہی اور ہے، غیر سادات قبائل کے لئے بھی غیر کفو میں نکاح جائز نہیں۔ جیسے کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے (ترجمہ) نکاح میں اہلِ عرب کی کفائت (برابری) نسب کے لحاظ سے معتبر ہے۔ لغت میں کفائت کے معنی مساوات اور برابری کے ہیں۔ اور کفائت شرعاً سے مراد ہے مرد اور عورت کا عزتِ نفس، خاندانی شرافت، وقار اور حسب و نسب میں ایک جیسا ہونا ہے۔ ہر لحاظ سے نکاح میں برابری معتبر ہے۔

---

[1] میں نے عقل سے دریافت کیا کہ ذرا یہ تو بتا ایمان کس چیز کا نام ہے؟ تو عقل نے میرے دل کے کان میں کہا کہ ادب واحترام کا نام ایمان ہے۔

حدیث کفائۃ و متعلقات

:۔ جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء ولا مھر اقل من عشرۃ دراھم

(روی دار قطنی و بیہقی عن جابر)

عورتوں کا نکاح ان کے ولیوں کے بغیر نہ کیا جائے۔ اور عورتوں کا نکاح ان کے ہمکفو مردوں ہی سے کیا جائے۔ اور مہر دس درہم سے کم نہیں ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفائت کا ہونا نکاح کے لئے شرط ہے۔ جس طرح ولی کی اجازت کے بغیر کسی عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا اسی طرح کفو کے بغیر بھی نکاح باطل ہے یہ تو عام قبائل کی بات ہے۔ سادات اولادِ رسول ہونے کی وجہ سے صاحب فضیلت ہیں لہٰذا افضل کو مفضول بنانا ہتک اور توہین ہے جو شرعاً جائز نہیں۔

عورت مرد کا بستر ہے، اور کسی طرح بھی عمدہ فرش لا ئق خسیس نہیں ہو سکتا۔

حضور علیہ السلام کی حدیث ہے کہ :۔ تم اپنے نطفوں کے لئے انتخاب کرو اور برابری کی عورتوں سے نکاح کرو۔ اور عورتوں کا نکاح بھی ان لوگوں سے کرو جو ان کے کفو ہیں۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے۔

صاحب ہدایہ نے قول اول کو اقرب الی الفقہ کہا ہے۔ اس لئے کہ اس طرح اس عورت کے ولی کا حق تلف ہو جاتا ہے (درمختار وغیرہ) میں ہے کہ نکاح کے لئے کفو ضروری ہے پس اگر کوئی عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو اولیاء کو اعتراض کرنے اور جدائی کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ (ہدایہ)

کتاب وسنت وفقہ اسلامی کی روشنی میں آپ کی خصوصی توجہ سنہری ضابطہ مسئلہ کفائۃ پر مبذول کراتا ہوں۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (بنی اسرائیل) اے محبوبؐ اپنے قریبیوں کو ان کا حق دے دیں۔ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ (النساء) پس ان عورتوں کے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو۔ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ اور ہم نے شعوب و قبائل اسلئے بنائے کہ اعلیٰ وادنیٰ اور نیک وبد کا تعارف وپہچان ہو جائے۔ (حجرات) اور یہ حقیقت منظرِ عام پہ آجائے ـــــ اور اسی طرح حدیث ابن ماجہ "الا لا یزوج" جو اوپر گذر چکی ہے ـــ کتاب وسنت کے ان قطعی احکام سے یہ ضابطہ برآمد ہوا کہ نکاح کا شرعی محل کفائت ہے (یعنی برابری) جہاں برابری

نہ ہو عقد نکاح کا شرعی محل نہیں۔ پس غیر کفوء سے نکاح بے محل اور غیر شرعی ہے۔ بالآخر بعد اعلیٰ تحقیق و تجربہ کے باطل قرار دیا گیا۔ کتب فقہ حنفی میں ہے وَرَوَى الْحَسَنُ عَنِ الْاِمَامِ بُطْلَانَهٗ بِلَا كُفْوٍ۔ یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک غیر کفوء سے نکاح باطل ہے — ہدایہ میں ہے امام ابو حنیفہ اور امام یوسف کے نزدیک غیر کفوء سے عقد جائز نہیں ہے۔ اور امام محمد کا بھی انہی کے قول کی طرف رجوع مروی ہے جیسے کہ گزر چکا ہے۔ (شرافت سادات وغیرہ)

حضرت علی علیہ السلام کا فتویٰ

:۔ مزید اطمینان اور تسلی کے لئے محکم ثبوت برائے کفائیت بدیہ ناظرین ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِاِذْنِ وَلِيٍّ فَمَنْ نَكَحَ اَوْ اُنْكِحَ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيٍّ فَنِكَاحُهٗ بَاطِلٌ (دار قطنی، مسند اہلبیت)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔ پس جس نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا یا کروایا تو اسکا نکاح باطل ہے۔

راقم نے معترض کو لکھا تھا کہ: آپ نے ریڈیو پر نشر کروانے والے خط میں صریح الفاظ میں تحریر کیا اور نشر کروایا تھا: ہماری ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ بہن نے ہمارے خاندان کی مرضی اور رضامندی کے خلاف غیر سید سے شادی کر لی ہے۔

لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کی حدیث کے مطابق اگر کفوء میں بھی ہو تا تو یہ نکاح باطل اور غیر منعقد ہوگا۔ جہاں تک سیدہ کے نکاح کا غیر سید سے تعلق ہے وہ تو دلائل قطعی قرآن و سنت کی روشنی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قطعاً حرام ہے۔ اگر کوئی غیر سیدہ عورت بھی اپنے ولی کی اجازت شرعی کے بغیر کفوء میں یا غیر کفوء میں نکاح کرتی ہے تو محکم دلائل کی رو سے نکاح نادرست اور باطل ہے۔ خاص کر جب وہ کنواری ہو۔ بیوہ کی اور بات ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَعَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ فَقَالَ اِمْرَاَةٌ اَنَا وَلِيُّهَا تَزَوَّجَتْ بِغَيْرِ اِذْنِيْ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَنْظُرُ فِيْمَا صَنَعَتْ اِنْ كَانَتْ تَزَوَّجَتْ كُفُوًا اَخَذْنَا ذٰلِكَ لَهَا وَاِنْ كَانَتْ تَزَوَّجَتْ مَنْ لَيْسَ لَهَا كُفُوًا جَعَلْنَا ذٰلِكَ اِلَيْكَ (لعل شبیۃ)

(دار قطنی مسند اہلبیت ص۲۷)

حضرت سماک بن حرب نے بیان کیا کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا ، ایک عورت ہے جسکا میں ولی ہوں۔ اس نے میری اجازت کے بغیر نکاح کر لیا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ، جو کام اُس نے کیا ہے تم اس کی تحقیق کرو اور اس پر غور کرو ۔ اگر اس عورت نے کفو میں نکاح کیا ہے تو ہم اس کو نافذ کر دیں گے ۔ اور اگر اس نے ایسے آدمی سے نکاح کیا ہے جو اس کا کفو نہیں ہے تو ہم اسکا معاملہ تمہارے سپرد کر دیں گے (شاید وہ عورت بیوہ تھی)

مندرجہ بالا فیصلے کی روشنی میں تو کسی بھی خاندان کی کنواری عورت اپنے وارثوں کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی چاہے اپنی کفو ہی میں کیوں نہ کرے جب ہمکفو کے لئے یہ پابندی ہے تو غیر سیّد کے ساتھ سیّدہ کے نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لو بھی پندرہویں صدی میں پاؤں رکھنے والے بعض ملاؤں کو مالیخولیا کی بیماری نے آلیا ہے اگر یہی اسلامی مساوات ہے تو پھر سیّد اور غیر سیّد کی پہچان اور تعارف چہ معنی دارد؟

پانی تو جب ہے اس کی انفرادی حیثیت قائم ہے ۔ جب مٹی میں مل جائے تو پھر پانی نہ کہلائیگا ۔ بلکہ گارا یا نمدار مٹی ہو گی۔

ہر چیز کی پہچان اس کی انفرادیت کے اعتبار پر ہوتی ہے ۔ جب انفرادیت قائم نہ رہی تو وجہ د بھی ختم ہو گیا — بصورت دیگر کسی دوسری چیز میں ملنے سے نام ہی بدل جائے گا ۔ یہ تو بڑی آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات ہے ۔ روئی اس وقت کہلائے گی جب تک دُھن کات کر دھاگا نہ بنا لیا جائے — جب دھاگا بنا ، کپڑا تیار ہو گیا تو کوئی کم عقل گاہک بھی بزاز سے یہ نہ کہے گا کہ جی ذرا یہ سبز رنگ کی روئی دکھا دیجئے گا ! یا سفید روئی میٹر کسطرح فروخت کرتے ہو ؟ اب تو روئی کی انفرادیت کی بجائے کپڑے کی انفرادیت ہے ۔ کپڑے کا بھاؤ دریافت کیا جائے گا — وہ کپڑا ہے ۔ جب سادات کے رشتے غیر سادات سے ہونے لگیں تو پھر سیادت کہاں رہی ؟ اہل بصیرت کے لئے کائنات کا ہر ذرّہ درس عبرت ہے ۔ کسی کی آنکھ دیکھ نہ پائے یا دل و دماغ میں پاکیزہ شعور کا سرمایہ نہ ہو تو اسکی مرض کا علاج نہیں سادات اجزائے ترکیبی سے بننے والی کسی مرکب چیز کا نام نہیں ۔ یہ تو نسب و نسبت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دائمی اور غیر فانی فیض ہے نہ بنائے بنے نہ مٹائے مٹے ۔

سادات کے تشخص کا تعین تو وحی الٰہی سے ہوا اور تاکیدی احکام میں شمار ہو کر اُمت کے ہر فرد تک اس کی اہمیت کا پیغام پہنچا ۔ اہل بیت کی طہارت و پاکیزگی کا اعلان بھی بزبان وحی ہو کر آلِ رسولؐ کی محبت اور مودّت اُمّت پر فرض ٹھہری اس سلسلے میں قرآن و حدیث سے معتبر حوالہ جات پیش کر چکا ہوں ۔ دیکھئے فضائل اہلبیت ۔ جو آئندہ ایڈیشن میں طبع ہو گی ۔ انشاء اللہ

للہٰذا یہ خوش فہمی جو اس دور کے بعض مفتی ملاؤں کو ہوئی ہے خود ساختہ ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ اگر سادات کی عظمت کا پرچار کیا جائے

تو خود ان علماء کی شانِ منقبت میں کمی واقع ہوئی ہے جو ہر وقت اور ہر ممکن طریقے سے توہینِ اہلبیت میں سرگرمِ عمل ہیں۔

لاہور کے اشرفی صاحب اور کراچی کے غازی آبادی صاحب کو اب مساوات کا سبق یاد آیا۔ حیران ہوں ایسے علماء کے ذہنوں اور فتوؤں پر کہ تعلیمات نبوی کی یکسر خلاف ورزی کرتے اور مسئلے گھڑتے رہتے ہیں۔

قاضی ابو یوسف کا قول

: عینی علی الکنز ۱۴۸ طبع مصر میں ہے۔ وقال ابو یوسف اذا رضی بعضهم لا یسقط حق من هو مثله کالدین المشترک۔ یعنی اگر بعض اولیاء راضی بھی ہوں تو پھر بھی غیر کفو کے ساتھ عقد غیر شرعی ہے کیونکہ جسطرح سب کا دین مشترک ہے اسی طرح حقِ ولایت بھی ایک جیسا ہے۔

سیدہ سے (معاذ اللہ) غیر سید کے ساتھ نکاح کا معاملہ تمام افراد اولادِ رسولؐ سے متعلق ہے۔ عورت یا اُس کے بعض اولیا (وارث) چاہے باپ دادا ہی کیوں نہ ہوں پہ تحفظ نسب رسولؐ و قرابت رسولؐ جیسا ان کا حق ہے۔ تمام افراد اولادِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم سادات حسنی حسینی کا حق مشترک ہے۔ اور غیر سید سے عقد باعث ہتک ہے۔ (بحوالہ شرافت سادات صفحہ ۱)

اہلِ بیت افضل الناس ہیں

: علامہ یوسف بنہانی نے ابن عمرؓ کی اس حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ (خدا نے اولاد آدمؑ سے کنانہ کو چن لیا اور پھر بنو ہاشم کو چنا اور مجھے اشرف و اعلیٰ مقام بخشا) لکھا ہے۔ هٰذه احادیث صحیحة ونصوص صریحة۔ پس یہ احادیث صحیح ہیں اور قرآن مجید کے قطعی امر پر دلالت کرتی ہیں۔ تدل علی ان اهل البیت افضل الناس حسبا ونسبا وتتفرع علی هٰذا انهم لا یکافئهم فی النکاح احد من الناس۔ (اشرف المؤبد)

یعنی یہ حدیثیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اہلبیت اولادِ رسولؐ تمام جہانوں کے لوگوں سے باعتبار حسب و نسب کے افضل و اشرف ہیں۔ اور نتیجہ اس کا یہ ہے کہ فروعِ رسولؐ و اولادِ رسول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم یعنی سادات کرام کا نکاح میں پوری دنیا میں کوئی غیر سید کفو نہیں ہے۔

خدا کے لئے ذرا بتانا! یوسف بنہانی کو میں نے یہ بات سمجھائی تھی کہ چودھویں صدی کی پیداوار ملّا سادات کی توہین کریں گے اور آپ اپنی کتاب میں ایسی عبارتیں نقل کریں جن سے ان کا رد ہو؟

علامہ سیوطی کا فیصلہ

وقال الجلال الدین السیو

خصائصہٖ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان الہٗ لایکافئہم فی النکاح احد من الخلق۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ شریف میں صراحت فرمائی ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ آلِ رسول سادات کرام حسنی حسینی کے ساتھ عقد نکاح کے سلسلے میں کوئی بھی غیر سید کفو نہیں بن سکتا۔ (خصائص کبریٰ)

امام عبد الوہاب شعرانی کا فیصلہ

:- امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ اپنی مقبول عام تصنیف کشف الغمہ عن جمع الامۃ ۲/۴۲ طبع مصر میں تصریح فرماتے ہیں۔

آٹھویں قسم خصائص، کرامات وفضائل سید الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ہے کہ وان الہٗ لایکافئہم فی النکاح احد من الخلق۔ یعنی پوری دنیا میں کوئی انسان بھی حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد، سادات کرام کا کفو سلسلۂ نکاح نہیں ہو سکتا۔

فتاویٰ خیریہ کی دلیل

امام خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار ، فتاویٰ خیریہ مطبوعہ مصر ۱/۴۲ باب ثبوت النسب میں فرماتے ہیں۔

یطلق علیہم اللہم اشراف بلا شبہۃ اذا سلم الشریف یطلق علی کل من کان اہل البیت۔ یعنی اہلبیت رسول بلاشک وشبہ (شریف) صاحب فضیلت وقابلِ احترام ہیں اور (عربی لغت میں) لفظ شریف کا اطلاق صرف اہلبیت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ (شرافت سادات ص ۲۱)

امام ابو حنیفہ کا فیصلہ

روی الحسن عن الامام بطلانہٗ بلا کفوء۔ یعنی کفو کے بغیر عقد نکاح باطل اور غیر شرعی ہے (شرافت سادات ص ۲۳) پہلے بھی نقل ہو چکا ہے۔

امام شہاب الدین کی تحقیق

:- علامہ فقیہ، محدث امام شہاب الدین احمد ابن حجر الہیتمی کی نے اپنی مشہور کتاب الصواعق المحرقہ فی رد (علی اہل البدع والزندقہ) مطبوعہ مصر ص ۹۵ پر بعد ذکر احادیث وفضائل یوں تصریح فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

من خصائصہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان اولاد بناتہٖ ینسبون الیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واولاد بنات غیرہٖ لاینسبون الی جدہم من الکفاءۃ وغیرہا۔

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے خصائص سے ایک خصوصیت اور فضیلت یہ ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اور غیر کی بیٹیوں کی اولاد، اپنی جد (یعنی ننھال) کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔ اسی اعتبار پر مسئلہ کفائۃ وغیرہ کا انحصار ہوتا ہے۔ آسان مطلب یہ ہے یعنی ہر عورت کی اولاد اپنے آباؤ اجداد کی اولاد تصور ہوتی ہے۔ لیکن حضرت سیدہ فاطمہ صلوٰت اللہ علیہا کی اولاد، حضور علیہ السلام کی اولاد ہے اور نص قطعی سے ثابت ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کا ذکر اور واضح ثبوت ہے۔

بنتِ رسولؐ کی مخصوص کفائت

:- سالارِ عجم جدالسادات حضرت میر سیّد علی ہمدانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب مودۃ القربیٰ میں یہ مبارک حدیث نقل فرمائی ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَوْلَمْ یُخْلَقْ عَلِیٌّ مَاکَانَ لِفَاطِمَۃَ کُفُوٌا"۔ (مودۃ خامسہ، حدیث نمبر ۱۳ صفحہ ۷۴)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ مخبر صادق صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو پیدا نہ فرماتا تو پوری دنیا میں حضرت سیدہ صلوٰت اللہ کا کوئی انسان کفو نہ ہوتا۔

یہی حدیث بتغیر الفاظ علامہ شعرانی کے حوالے سے نقل کی جا چکی ہے۔

حضرت سیدہ بتولؑ کا نکاح بہشت میں ہوا

:- حضرت نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنت کے مشتاق ہوتے تھے تو حضرت فاطمہؑ کی دیدہ بوسی فرماتے تھے۔ جب وہ بڑی ہو گئیں تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دیکھو یہ حور کس کے لئے ہے۔ اتنے میں جبرئیل آئے اور کہنے لگے کہ خدا نے آپؐ کو سلام کہا ہے۔ اور آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے کہ آج فاطمہؑ کا جنت میں ان کی والدہ کے محل میں عقد ہوا ہے۔ حضرت اسرافیلؑ نے خطبہ پڑھا ہے، جبرئیلؑ اور میکائیلؑ شاہد ہے، اور خدائے رب العزت ولی ہوئے اور شوہر علیؑ بنے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ابھی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد ہی میں تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ جبرئیلؑ مجھے آگاہ کرتے ہیں کہ خدا نے فاطمہؑ کو تمہاری زوجیت میں دیا اور ان کے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ بنایا اور شجر طوبیٰ کو وحی بھیجی ہے کہ ان پر دُر و یاقوت و زیورات اور جوڑے نثار کرے، چنانچہ اس نے نثار کئے آگے اسی طرح کا طویل بیان ہے بخوف طوالت مضمون اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۴۴۱/۲)

لمحہ فکریہ بے شمار فضائل و کمالات کتب اسلامیہ میں موجود ہونے کے باوجود بعض لوگ اہل بیت کی توہین کرنے میں اپنی پوری صلاحیتیں اور حربے کیوں صرف کرتے ہیں۔ دراصل یہ سب کچھ جان بوجھ کر تکبر اور حسد کی بنا پر ہو رہا ہے۔ یہ کتابیں جو فضائل و کمالات اہل بیت پر ہم تک پہنچی ہیں یہ ایک معجزہ سے کم نہیں۔ اسلئے کہ اسلامی علوم کی تدوین اس وقت شروع ہوئی جب اموی حکومت کا اقتدار نصف النہار پر تھا۔ جس ذریعے سے بھی آل رسول کی توہین و اذیت کے سامان مہیا ہوتے تھے خطیر رقوم صرف کر کے بھی ان کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ بالآخر عباسی دور اقتدار کے زوال پذیر ہونے کے ساتھ ہی اسلامی کتب کا بہت بڑا سرمایہ ہلاکو خان کی تاخت و تاراج کا شکار ہو کر دریا برد ہوا۔ ان لاکھوں کتب میں وہ علمی سرمایہ بھی تھا جس میں اہل بیت کی شان میں آئمہ اہل بیت کا جمع کردہ بہت بڑا تعلیمات نبوی پر مبنی خزانہ تھا۔ جو کسی مسلمان کو پھر دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ازاں بعد بھی جو جس کے دل میں آئی اہل بیت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف زہر اگلا نتیجہ یہ ہوا کہ موضوع روایات بکثرت بیان ہونے لگیں اور بقول رومی ہر فتویٰ کا نشانہ اہل بیت کو بنایا جاتا رہا۔ کسی نے نکاح کے جواز پر جسارت کی تو کسی نے مساوات کا نام دے کر تعلیمات نبوی کی خلاف ورزی کی۔

چوں قلم در دست غدارے بُوَد
لاجرم منصور بر دارے بُوَد

جب قلم دشمن کے ہاتھ میں ہو تو منصور کا سولی پر چڑھنا لازمی ہے یعنی جب اختیار کی باگ دوڑ دشمن کے ہاتھ میں ہو تو پھر بلا جرم و گناہ بندگانِ خدا کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

تبصرہ :۔ آج کا ماڈرن مولوی ایک طرف تو حضرت عثمانؓ کے حوالے سے سند جواز پیش کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے تو دوسری جانب حرص و خواہشات نفسانی کا شکار ہو کر اپنی دوکانداری چمکانے کے لئے مسلمانوں کے ہر اس فرقے پر کفر و شرک اور ارتداد کے فتوے چسپاں کرتا ہے جو اسکے مسلک کا نہیں ہوتا اور ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات و رسائل کی آڑ میں لب کشائی کر کے سادات کی توہین کرنیوالے مولوی سے میں پوچھتا ہوں کہ حضرت عثمانؓ کی منکوحات میں خلاف شرع و قیاس فیصلے تو صادر کرتا ہے۔ کبھی یہ جرأت کیوں نہ کی کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تو بیک وقت نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن موجود تھیں تو نے پانچ کا فتویٰ تو دیا ہوتا حضور علیہ السلام کے ذاتی اختیارات کو اپنے لئے قیاس کرنا خسارے کا سودا ہے۔ اور حضور علیہ السلام اور آپکے اہل بیت پر صدقہ حرام، حضور علیہ السلام پر قربانی فرض اور نماز تہجد واجب تو قربانی کی کھالیں اکٹھی کرتا ہے۔ اور راتوں کو سویا رہتا ہے۔

جب پانچ بیویاں بھی اُمت کے لئے بیک وقت جائز نہیں تو پھر حضورؐ کے اس فعل شریف کو کیوں سند بنایا جاتا ہے جو آپؐ نے بحالت اضطراری انجام فرمایا۔ جب مجبوری ختم ہوئی جواز ختم۔ ع

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں مری بات۔

حضرت ام کلثوم صلوات اللہ علیہا:۔ مجھ پر کئے گئے اعتراضات میں دوسرا اہم اعتراض اور سوال یہ تھا کہ حضرت ام کلثوم صلوات اللہ علیہا جو حضرت علی اور حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی لخت جگر اور سیّدہ تھیں ان کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا جو غیر سیّد تھے۔

اس اعتراض کے جواب میں تفصیلی بحث معہ ثبوت عدم جواز معتبر کتب سے ہدیۂ ناظرین ہے معترض نے حضرت ام کلثوم صلوات اللہ علیہا کے بارے میں ایک من گھڑت اور بے اصل روایت کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ کسی معتبر اور مستند کتاب سے حضرت ام کلثومؓ کی تاریخ پیدائش، وفات اور اولاد کا واضح ثبوت پردۂ تاریخ سے باہر نہیں نکلا۔ تاہم بعض کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے وقت ان مخدومہ کی عمر دو سال کے قریب تھی۔ آغا اشرف (مؤلف "حسینؑ اور میدانِ کربلا") نے صدائے پر مختصر سے حالات نقل کئے ہیں۔ اسی طرح نزہتہ المجالس میں بھی اتنی شہادت ملتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں آپ تولد ہو چکی تھیں۔ زینبؑ صغریٰ نام اور اُم کلثومؑ کنیت تھی بعض نے ۵ھ اور بعض نے ۹ھ تاریخ پیدائش لکھی ہے ان کا عقد حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ یاد رہے کہ آلِ جعفر پر بھی صدقہ حرام ہے نیز حضرت محمدؓ بن جعفرؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھتیجے تھے۔ حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد آپ اپنے والدِ گرامی اور برادرانِ کرام علیہم السلام کے ساتھ عرصہ دراز تک رہیں یہاں تک کہ جب حضرت امیر علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ رُونما ہوا تو اس وقت بھی آپ کوفہ میں موجود تھیں۔

حضرت عمروؓ بن ذومر کا بیان:۔ ایک شخص جن کا نام حضرت عمروؓ بن ذومر (جو محبانِ اہلبیت سے تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں امیر علیہ السلام کی بارگاہ میں اُس وقت حاضر ہوا جب آپ زخمی حالت میں تھے۔ میں نے عرض کیا یا امیر المومنین اپنا زخم تو دکھائیں۔ اس وقت مولائے کائناتؑ نے زخم پر پٹی کا لپیٹ رکھا تھا۔ جب زخم دکھایا تو میں نے عرض کیا! حضور زخم زیادہ خطرناک نہیں ہے آپ نے ارشاد فرمایا زخم جیسا بھی ہو ہم رخصت ہونے والے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں آخری وقت میں حاضر خدمت ہوا تھا۔ آپ وصیّت فرما رہے تھے۔ حضرت اُم کلثومؑ نے پردے کے پیچھے سے وصیّت اور رخصتی کا پیغام سُن لیا تھا۔ جب آپ وصیّت سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اِنِّیْ مُفَارِقُکُمْ فَبَکَتْ اُمُّ کُلْثُوْمَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ۔ فَقَالَ لَھَا اُسْکُتِیْ فَلَوْ تَرَیْنَ مَا اَرٰی لَمَا بَکَیْتِ: قَالَ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَاذَا تَرٰی؟ قَالَ ھٰذَا الْمَلٰئِکَۃُ وَوُفُوْدُ النَّبِیِّیْنَ

وَھٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَا عَلِیُّ اَبْشِرْ فَمَا تَصِیْرُ اِلَیْہِ خَیْرٌ مِّمَّا اَنْتَ فِیْہِ۔

تم پر اللہ تعالیٰ کا سلام، رحمتیں اور برکتیں ہوں، اب میری تمہاری جدائی اور مفارقت کا وقت ہے۔ (یہ سنکر) پردے کے پیچھے سے حضرت ام کلثومؑ کے رونے کی آواز سنائی دی۔ فرمایا بیٹی چپ رہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر تم دیکھ پاتیں تو ہرگز نہ روتیں۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا یا امیر المومنین! آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا یہ فرشتوں کی جماعت اور انبیائے کرام اور حضور رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں، اے علیؑ تمہیں بشارت ہو کہ تم اس حالت سے بہترین حالت کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (تاریخ کامل ابن اثیر) ارجح المطالب، سند اہلبیت وغیرہ) ابوالاسد الاولی نے ایک بلیغ اور عمدہ مرثیہ امیر علیہ السلام کی شہادت پر لکھا ہے، جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

وَتَبْکِیْ اُمُّ کُلْثُوْمَ عَلَیْہِ۔
لِعَبْرَتِھَا فَقَدْ رَاَتِ الْیَقِیْنَا۔

اس پر (حضرت علیؑ) ام کلثومؑ رو رہی ہیں اور آنسو بہا رہی ہیں بے شک انہوں نے یقین کرلیا ہے۔ نیز قیامت صغریٰ واقعہ کربلا کے بعد دیگر اسیران اہلبیت میں حضرت ام کلثومؑ کوفہ و دمشق میں پیش آنے والے تمام الآم و مصائب میں شریک قافلہ رہیں۔ کوفہ و دمشق میں حضرت زینب کبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کے خطبات کی طرح حضرت سیدہ زینب صغریٰ ام کلثوم صلوات اللہ علیہا کے خطبات بھی کتب سیر سے ثابت ہیں۔ مندرجہ روایات اور تاریخی اشارات اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت ام کلثومؑ کی بیوگی کا طویل زمانہ اپنے والد بزرگوار اور برادران علیہم السلام کے پاس گزرا ہر زمانے میں اپنے خاندان کے ہمراہ مصائب و آلام برداشت کرتی رہیں۔ اور بعد از واقعہ کربلا مدینہ منورہ میں واپسی کتابوں سے ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثومؑ کی نسبت جھوٹی اور بے اصل روایات کا نتیجہ ہے آنے والے بیانات و دلائل یہ ثابت کریں گے کہ یہ من گھڑت واقعہ تاریخی و تحقیقی حالات کی روشنی میں دشمنان اہل بیت کا گھڑا ہوا افسانہ ہے۔ اسمیں متعارض روایات بھی ہیں اور توہین آمیز خرافات بھی۔ انشاءاللہ آئندہ صفحات میں سیر حاصل بحث حوالۂ قلم کروں گا۔

حضرت محدث ہزاروی کا بیان، امیر ملت، نقیب سادات، خواجہ السید محمود شاہ صاحب کاظمی محدث

ہزاروی مدظلہ تعالیٰ نے اس من گھڑت اور توہین آمیز واقعہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

حق تعالیٰ نے دیئے غیب و شہادت کے علوم

علیؑ شہر علم کا تو در بنایا نور کا

کفو ان کا کون ہے محمود کس کو ہمسری

عالم و آدمؑ سے بالا تر ہے پایہ نور کا

حضرت قبلہ موصوف خود ہی ان اشعار کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔ اس سے ناظم (شاعر) کا مقصود ایک سانحۂ البتہ تاریخی پر کاٹ کرنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تاریخی وقائع اس تحقیق کے خلاف دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو بنقل صحیح ثابت ہیں۔ دوم وہ جو ایسی نقول بے عقول محض افتراء نے مضطرب پر مبنی ہیں۔ وہ اس تحقیقی مضمون معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ مثلاً عقد ام کلثومؓ کا ہین (توہین کرنے والا) افسانہ جو نقل بے دیانت عقل کے سوا کچھ نہیں دراصل وہ تبرائے ملعونہ کی کتر بیونت ہے۔ لائق التفات نہیں۔ چنانچہ نفیس ایڈیشن یا پوسٹ مارٹم کتاب مقامع السفینہؒ کے آخر سالہا سال سے چھپ کر نشر ہوتا چلا آرہا ہے۔ وہ دراصل صحابہؓ و اہل بیتؑ کے دشمنوں کا تراشیں تبرائے بے بنیاد ہے۔ علمائے محققین کی لاپرواہی اور عدم تعمیق سے ہے کہ فقیروں کی دنیا میں جنم پر جنم پاتا گیا کسی نے نہ پوچھا کہاں سے آیا کہاں گیا؟ ممکن نہیں کہ وہ خود ثابت ہو۔ چہ جائیکہ وہ سیدہ سے غیر سید کے نکاح کے لئے وجہ جواز و مثبت ہو سکے۔ ایسے فرئیے بلا مرئیے (ان دیکھے جنگلی خود رو اصل نباتات کی مثل ہوتے ہیں۔ کہ اصل دستور میں ان سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فرئیے بلا مرئیے سے مراد ہے حیران کن اور نظر نہ آنے والی چیزیں جن کی کوئی اصل نہ ہو۔ (قصیدہ باغ و بہار)

بہت سی روایات جھوٹی ہیں (شامی) علامہ ابن عابدین شامی رسالہ ثانیہ عقود رسم المفتی ص ۱۳ پر لکھتے ہیں۔

وَقَدْ يَتَّفِقُ نَقْلُ قَوْلٍ فِي نَحْوِ عِشْرِينَ كِتَابًا مِنْ كُتُبِ الْمُتَأَخِّرِينَ وَيَكُونُ الْقَوْلُ خَطَأً أَخْطَأَ بِهِ أَوَّلُ وَاضِعٍ لَهُ فَيَأْتِي مَنْ بَعْدَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ يَنْقُلُهُ عَنْهُ وَهَكَذَا يَنْقُلُ كَمَا وَقَعَ ذَلِكَ فِي بَعْضِ مَسَائِلِ مَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ وَمَا لَا يَصِحُّ كَمَا نَبَّهَ عَلَى ذَلِكَ الْعَلَّامَةُ ابْنُ نُجَيْمٍ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ (مقامع السفینہ)

کئی دفعہ یہ بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ایک قول کی نقل متاخرین کی بیسیوں کتابوں میں پائی جاتی ہے حالانکہ وہ قول بھی مبنی بر خطا ہوتا ہے

سب سے بڑی غلطی اس شخص کی ہے جس نے پہلے غلط نقل کی پس ابعد والے بکریکے فقیر بن کر غلط روایت کو نقل کرنے لگ گئے جیسے کہ پہلے سے چلی آرہی تھی بعض مسائل پر کہ بعض پر تعلیق درست ہے اور بعض پر نادرست ہے چنانچہ علامہ ابن نجیم نے بحر الرائق میں اس پر خبردار کیا ہے کہ

(بحوالہ شرافت سادات وغیرہ)

علمائے اسلام اکثر مسائل پر متفق نہیں :۔ جہاں تک اختلاف آراء کا تعلق ہے۔ علماء آج تک نماز جیسے دین کے اہم بنیادی رکن کے بارے میں بعض مسائل پر متفق نہیں ہو پائے۔ مثلاً رفع یدین، ارسال یدین، آمین بالجہر، ہاتھ باندھنے کی جگہ، نماز تراویح کی تعداد رکعت، جنازہ کی تکبیرات کی تعداد۔ دین اسلام میں منائے جانے والے سب سے بڑے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر بھی اختلاف کی خلیج حائل ہے۔ غرضیکہ بہت سے مسائل فریقین کے درمیان نت نئے جھگڑوں کا باعث بنے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایسے علماء کی اچھی خاصی تعداد ہے جو دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز جیسا فریضہ ادا کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کے خلاف خوبصورت فتوے تیار اور چسپاں کر کے اپنے حلقہ بگوشوں کو خوش کرتے رہتے ہیں۔ حالی نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ امت کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر + اسلام ہے فقیہو ممنون بہت تمہارا

ماڈرن مولوی یہ بات بھول گئے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن علیہ السلام سے غلامی کی سند لکھوا کر اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ حضرت ام کلثومؑ کا حضرت عمرؓ سے نکاح کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ اور نہ ہی عقل اس واقعہ کو تسلیم کرتی ہے۔ آئندہ صفحات میں وہ متعارض و متضاد روایات پیش کر کے یہ ثابت کروں گا کہ یہ افسانہ اہل بیت رسولؐ اور حضرت عمرؓ کی توہین کا باعث ہے

اموی دور حکومت کے بانوے سال ایسے ہیں کہ اسلامی قلمرو کی تمام مساجد میں سرکاری احکام کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام لے کر نماز جمعہ سے قبل سب و شتم (گالی گلوچ) کی قبیح رسم جاری رہی۔ نماز کے علاوہ بھی اگر کسی ضمن میں بھی حضرت علیؑ کا اسم گرامی کسی کی زبان پر آجاتا۔ تو سب و شتم کی بارش ہو جایا کرتی تھی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ حضرات حسنین کریمین علیہم السلام کو قریب کر کے ستانے اور دکھ دینے کی غرض سے گالی گلوچ کی منحوس رسم کو دین کا حصہ بنا دیا تھا۔ صرف ایک ڈیڑھ سال حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور خلافت میں اس رسم کو روکا گیا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد پھر حسب سابق سب و شتم کا سلسلہ بحال ہو گیا۔ جو اموی بزرگوں کی سنت تھی۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے محبوب ترین بھائی، داماد، وصی اور رفیق پر گالیوں کی بوچھاڑ دین کا جز بنا دیا تھا۔ وہاں حضرت ام کلثومؑ کا جھوٹا افسانہ گھڑنا کوئی مشکل بات نہ تھی۔ یہ روایت بخاری سے منسوب کر کے ایسی بے پر کی اڑائی ہے کہ کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لیا۔ ہر کس و ناکس اس افسانے سے استدلال پیش کر کے اہل بیت اور حضرت عمرؓ کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے۔ احادیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ صریح اور واضح الفاظ میں ارشادات ہوئے ہیں۔ تاکہ امت مسلمہ

دینی تعلیمات کے حصول میں مشکلات کا شکار نہ ہو۔ یہ نہیں کہ "بی مہترانی دال پکاؤ گی" ننگا ہی سو رہوں۔ سونے کے لئے کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے دال کی نہیں۔

حضرت ام کلثومؓ تاریخ کے آئینے میں

قائد سادات امیر ملت، مجتہد العصر، شیخ الاسلام قبلہ محدث ہزاروی دامت برکاتہ نے تاریخی تجزیہ فرماتے ہوئے حضرت ام کلثومؓ سے متعلق جھوٹی اور من گھڑت روایات کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ اپنی مشہور تصنیف "قامع الشیعہ" صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷ پر لکھتے ہیں۔ اس تبرائی افترا کی نقول، بے سند، بے ثبوت، ناقابل اعتبار کے مجموعہ پر بے سوچے سمجھے فتوی جڑ دینے والے امثالی[1] اور رضوانی[2] اور ان کے رفقا و نام نہاد سنی حنفی ماشاء اللہ نعمانی[3] حضرات کی شانِ شخصیت کیا کہنے۔ آندھی کی طرح نقول اور ان پر بگولے کی طرح فتوی کا صدور نہ نقول کا امتیاز نہ فتوی کا شعور۔ اس تبرائی افترا کی نقول کا مجموعہ جن خلافِ عقل و قواعد امور پر مشتمل ہے۔ یہ بین دلیل اس امر کی ہے کہ یہ بناوٹ اور وضع و کذب صریح ہے کہ محدثین کے نزدیک علامتِ کذب و وضع میں سے خلافِ درایت اور خلافِ عقل و قواعد ہونا بھی ہے۔ دیکھو کتب اصولِ حدیث عربی کتب یا ان کا سمجھنا میسر نہ آئے تو اردو میں البدایہ ترجمہ ہدایہ صفحہ ۱۲۱ ہی دیکھ لو اور کیا اس کے عقل و قواعد کے خلاف ہونے میں کچھ شک ہو سکتا ہے۔ یعنی کتب اصول حدیث و تاریخ کے اعتبار سے جھوٹی روایتیں خلاف اصول ہیں۔

ماں حضرت فاطمہ سیدہ صلوات اللہ علیہا تو ۱۱ھ میں دنیا سے رخصت ہوگئیں مگر ام کلثومؓ بنتِ فاطمہؓ کا ۱۳ھ ہجری میں پیدا ہونا بتایا جا رہا ہے۔ والدہ کی وفات سے تقریباً دو سال بعد۔ سبحان اللہ پھر اس تبرائی افترا کی خاطر جس ام کلثومؓ کو والدہ کی وفات کے تقریباً دو سال بعد پیدا کرنے کا افترا باندھا۔ اس کی وفات مع اپنے بالغ بیٹے زید کے جنگِ احد کے دن ۳ سنہ ہجری میں لکھ کر بذریعہ رضوان مشتہر کی گئی (بحوالہ دار قطنی) گویا نو یا دس برس پیدا ہونے سے پہلے آپ مع اپنے بالغ بیٹے کے مر بھی گئیں۔ کیا کہنے اس تاریخ دانی کے۔

پھر ماں کی وفات کے ایک یا دو سال بعد پیدا ہو کر، اور پیدا ہونے کے نو یا دس سال پہلے ۳ ہجری میں جنگِ احد کے دن فوت ہو کر ۱۷ھ ہجری میں پیدا ہونے سے چار یا پانچ سال بعد، اور مرنے کے ۱۴ سال بعد ان کا نکاح چالیس ہزار پر حضرت عمرؓ کے ساتھ خطبہ ایجاب قبول

۱۔ امثالی سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ) حضورؐ ہماری طرح بشر ہیں۔

۲۔ رضوانی سے مراد ہے رسالہ رضوان جو لکھنؤ (بھارت) سے شائع ہوتا اور اہلبیت کی توہین میں سرگرم عمل ہے۔ اسکے مدیر کا نام منظور نعمانی ہے۔

۳۔ نعمانی سے مراد شبلی نعمانی ہیں جنہوں نے مورخ ہونے کے باوجود تاریخی تضاد کا کوئی خیال نہیں رکھا۔ تفصیل آگے آئے گی۔

اعلانِ شہادت اور مجلس کے بغیر بتایا جا رہا ہے۔ یہ قواعد کے موافق ہے یا خلاف؟ اور اصولِ روایت و درایت اس کی تائید کرتے ہیں۔ یا تردید؟ اور باوجود اس کے کہ وہ ۳ ہجری میں جنگِ احد کے دن اپنے بالغ بیٹے زید کے ساتھ یک وقت فوت ہو گئیں۔ اور وہ زید حضرت عمرؓ کا بیٹا بتایا جاتا ہے معاً یہ تصریح بھی موجود ہے کہ حضرت عمرؓ ام کلثومؓ کے بالغ ہونے سے بھی قبل وفات پا گئے۔

اور کہیں زید بن عمرؓ بیٹا ہی نہیں بلکہ رقیہؓ بنت عمرؓ بیٹی بھی ماشاء اللہ تیار کر لی گئی ہے۔ کہئیے یہ عقل کے موافق ہے یا قواعد کے؟

اب بھی ان خرافات اور ہزلیات کے موضوع اور جھوٹ اور صریح کذب ہونے میں کچھ شبہ رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں (مقامع الینہ ص ۱۲۶-۱۲۷)

حدیث شریف میں ارشادِ گرامی ہے۔ اَجْرَاكُمْ عَلَى النَّارِ اَجْرَاكُمْ عَلَى الْفَتْوٰى تم میں سے دوزخ پر دلیر وہی ہیں۔ جو فتویٰ دینے میں دلیر ہیں۔ (اسرار العارفین غزالی ص ۳۳ د شرافت سادات ص ۸۱ ہزاروی)

قبلہ محدث ہزاروی

حضرت محدث ہزاروی مدظلہ تعالیٰ نے اس افسانے کا آپریشن ہی نہیں کیا بلکہ اس مرض کے اسباب و علل کا بھی کھوج لگایا ہے۔ قبلہ محدث صاحب کی مندرجہ بالا تحقیق و تدقیق کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ واقعی آپ امیرِ ملت اور نقیب سادات کے القاب کے مستحق ہیں۔

راقم نے قبل ازیں بھی لکھا ہے کہ حضرت ام کلثومؓ صلوات اللہ علیہا کی صحیح تاریخ پیدائش کے تعین کا کوئی آدمی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہی ہے کہ حضرت ام کلثومؓ کی تاریخ پیدائش، تاریخ تزویج مدتِ ازدواجی، تعداد اولاد اور تاریخ وفات کسی معتبر کتاب سے درست ثابت نہیں۔

یہاں کسی کباڑ خانے سے جھوٹی اور بے بنیاد روایت چلی اور بے پر کی اڑتی چلی جا رہی ہے۔ رکنے کا نام نہیں لیتی۔ "بریں عقل و دانش بباید گریست"

میں پوچھتا ہوں کہ عرب کے رسم و رواج اور قواعد کے مطابق ہر آدمی کی کنیت اس کے والدین کی نسبت سے مشہور ہوتی ہے۔ کنیت کا مقصد ہی یہی ہے کہ آدمی کی صحیح پہچان اور ذاتی تعارف ہو سکے اس سے کسی کو انکار ہے نہ اعتراض۔

افترا پردازوں نے حضرت عمرؓ کا ایک بیٹا زید اور کہیں بیٹی رقیہؓ ظاہر کر کے اپنے دعوے کی توثیق کرنا چاہی ہے۔ میں پوچھتا ہوں حضرت جی اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو پھر ام کلثومؓ کی بجائے ام زید یا ام رقیہ کیوں مشہور نہ ہوئیں۔ جب کہ بقول مفتری چار یا پانچ سال کی عمر میں نکاح ہوا۔ اس سے یہ شک بھی رفع ہو جاتا ہے کہ شاید پہلے کسی دوسری جگہ نکاح ہوا ہو کسی بیٹی کی نسبت سے ام کلثومؓ کنیت ہوئی ہو جو آخر تک چلتی رہی۔ جواب دو یہ عقلی دلیل ہے جو قرین قیاس اور عرب قاعدے کے عین مطابق ہے۔

متعارض روایات پر ایک نظر

۱۔ نانی کے نکاح کے بعد دوسرے سال نواسہ جوان ہو کر جنگِ احد ۳ ہجری میں مارا بھی گیا۔ جب پوچھو تو کہتے ہیں لفظ واحد تھا۔ واؤ کے حذف ہونے

سے اُحد بن گیا۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے تو ایک بار چبا جواب دے دیا کہ اب مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں (لا حاجۃ لی)

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ اِنّی اَتَقَرَّبُ اِلَیہ۔ یعنی میں حضور علیہ السلام کا تقرب چاہتا ہوں۔

۴۔ وَلٰکِن اَبتَغِی الوَسِیلَۃَ اِلیٰ مُحَمَّدٍ صلّی اللہ تعالیٰ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وسلّم

۵۔ اور کسی جگہ اِنّی اُرِیدُ مِن کَرَامَا تِہَا مَا لَا یُوجَدُہٗ اَحَدٌ

لیکن میں اس سے حضور علیہ السلام کی طرف نسبت کا وسیلہ تلاش کرتا ہوں۔

ب میں اس سے ایسی کرامت اور فضیلت چاہتا ہوں کہ جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوگی میں اس فضیلت اور قرب کا امیدوار بھی ہوں۔

اور خواہشمند بھی میں نے حدیث سنی ہے کہ فرمانِ رسالت ہے کہ قیامت کے دن میرے نسب اور نسبت کے بغیر تمام انساب اور اسباب ختم ہو جائیں گے میں اسی لئے ایسا کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ فضیلت مجھے حاصل ہو جائے۔

مندرجہ بالا بیانات (جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کئے گئے ہیں اور فی الحقیقت حضرت عمر سے ان خواہشات کی نسبت جھوٹی ہے) کا تجزیہ آئیندہ سطور میں ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نسب اور سبب

ا۔ نسب: نسب ذاتی اور غیر کسبی چیز ہے۔ جو کسی مرکب و کسب فیض یا کسی دوسری تجویز یا حیلے سے تیار نہیں ہوتا۔ نسب کے بنانے کے لئے کسی قسم کی کوئی حیلہ سازی کام نہیں دیتی۔ یہ تو ایک فطرتی اور قدرتی نظام ہے نہ تو کسی کوشش سے حاصل ہوتا ہے اور نہ کسی وجہ سے اس میں کمزوری واقع ہوتی ہے۔ نسب کی بنیاد آباؤ اجداد اور اولاد کے اتصال پر قائم رہتی ہے اور اس کی اصل کا تعلق کسی آدمی کے ان اسلاف سے ہوتا ہے۔ جن کی نسل سے اس آدمی کی وابستگی ہو۔

زرقانی کی وضاحت

زرقانی شرح مواہب صہ ۲۸۴/۵ مطبوعہ مصر پر ہے۔

وَالنَّسَبُ بِالوِلَادَۃِ وَالسَّبَبُ بِالنِّکَاحِ۔

یعنی نسب کا تعلق پیدائش اور ولادت سے ہے اور سبب نکاح سے حاصل ہوتا ہے۔

اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی

۲۔ سبب: حصولِ سبب کی دو وجوہ ہیں۔

ا: رشتوں کے لینے دینے سے بھی سبب پیدا ہوتا ہے۔

(ب) روحانی فیض، برکت اور زینت سے بھی سبب پیدا ہوتا ہے۔ جیسے کہ نیکوں کی صحبت سے آدمی نیک بن جاتا ہے۔ اور بروں کی مجلس میں بیٹھنے سے آدمی میں برے کام کی عادت پڑ جاتی ہے۔ بقول رومی سے

صحبت صالح ترا صالح کند ۔ صحبت طالح ترا طالح کند

ان اصولوں اور تجزیئے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے خاندان میں نکاح کرنے سے بطور نسب اس خاندان میں داخل نہیں ہو سکتا البتہ اس خاندان کے قریب ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ اور یہ قربت نسلی اور نسبی نہیں ہوتی بلکہ نسبتی اور سببی ہوتی ہے۔

نسب تبدیل کرنا عظیم جرم ہے

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو (حدیث) شخص جان بوجھ کر نسب تبدیل کرتا ہے۔ اس پر جنت حرام ہے۔ جیسے کہ بخاری میں حدیث وارد ہے۔

عَنْ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلے اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم یَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ غَیْرُ اَبِیْہِ فَالْجَنَّۃُ عَلَیْہِ حَرَامٌ (الی آخر)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کہ جو کوئی کسی غیر کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ یہ اسکا باپ نہیں ہے۔ تو اس پر جنت حرام ہے۔ (بخاری جلد سوم کتاب الفرائض ۔ باب مَنْ ادّعٰی اِلٰی اَبِیہ حدیث ۱۶۷۱ ص ۶۱۶ اردو)

تشریح حدیث: بحوالہ بخاری

مندرجہ بالا حدیث طویل ہے میں نے صرف پہلا حصہ نقل کیا ہے آخری حصے کی تشریح عرض کر رہا ہوں۔ حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ میں نے اس حدیث کو حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا ہے اور میرے قلب نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محفوظ رکھا ہے۔ (بخاری)

اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ نسب کی بنیاد، اولاد اور آباؤاجداد کے سلسلے سے قائم رہتی ہے۔ اسکے بنانے میں کوئی حیلہ بہانہ کام نہیں دے سکتا ۔ ثابت ہوا کہ کسی دوسرے خاندان میں نکاح کرنے سے نسب تبدیل نہیں ہوتا البتہ سبب پیدا ہوتا ہے۔ جیسے کہ اوپر تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اور سبب کو نسب نہیں کہا جا سکتا سبب نسب کے معنوں سے بعید ہے۔ بیان کے آغاز میں تعارف لکھ چکا ہوں۔

لہٰذا یہ رائے قائم کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاندانِ نبوت میں داخل ہونا چاہا، نہ عقلی دلائل سے درست ہے اور نہ نقلی حاشیہ آرائی

سکتی ہے۔ نہ حضرت عمرؓ نے ایسا کیا اور نہ ہی اس واقعہ کی کوئی اصل ہے۔ یہ تانا بانا مخالفین اہلبیت کی پیداوار ہے۔

تبدیلی نسب پر مزید بحث

صحیح بخاری کی حدیث نقل کر چکا ہوں جس سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو شخص اپنے نسب کو چھوڑ کر دوسرے نسب میں محض اپنی بڑائی کے لئے داخل ہونے کی مذموم کوشش کرتا ہے یا اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ دوزخی ہے اور اس پر جنت حرام ہے۔

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء (اردو) صـ۱۵۷ـ پر بحوالہ حضرت بزار بروایت حضرت ابوبکرؓ حدیث نقل کی ہے۔ (ترجمہ)

حضرت ابوبکرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اپنے نسب میں ذرا سی تبدیلی کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے۔

کوئی بھی ذی شعور مسلمان ایک لمحے کے لئے بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضرت عمرؓ نے روحانی فیض کی خاطر (معاذ اللہ) احکام شریعت سے آنکھیں پھیر کر ایسا کیا ہے۔

اہل بیت اور صحابہ کرامؓ کے دشمنوں نے کذب و افترا کی مشینری چلائی ہوئی ہے۔ ابن الوقت ملّاؤں نے اہلبیت کی شان گھٹانے کے پٹارے چھوڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح تعلیمات نبویؐ و احکام رسالت کی خلاف ورزی کرنے میں ذرا بھی خدا کا خوف نہیں کرتے۔ اس طرح حضور علیہ السلام کے ارشادات کی تکذیب کرتے ہیں جبکہ حضرت ابوبکرؓ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ لعنتی ہے۔ تاریخ الخلفا میں بھی یہ حدیث نقل ہے۔ اور حدیث کی تمام کتابوں میں یہ حدیث پائی جاتی ہے۔

اب رہا رشتہ روحانی ہو یا نسوانی تو یہ دونوں رشتے اور ان کا فیض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہلے سے حاصل تھا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

و: یہ کہ حضرت عمرؓ کی لخت جگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح شریف حضور سلطان الانبیا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ماہ شعبان سـ۳ـہ ہجری کو منعقد ہو چکا تھا۔ اور حضرت عمرؓ کی وفات کے بائیس سال بعد ماہ شعبان سـ۴۵ـہ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

ب: جہاں تک روحانی فیض اور رشتہ کا تعلق تھا تو اس میں کیا کمی باقی رہ گئی تھی؟ (معاذ اللہ) اس سبب سے فیض حاصل کرنا چاہا۔ جو شرعاً فعل حرام تھا۔ ایسے حالات میں جبکہ فیض نبوت اور فیض رشتہ نسوانی کی دولت حضرت عمرؓ کو پہلے سے حاصل و میسّر تھی تو پھر مفتری اور کذاب لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے کہ وہ یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کریں کہ صغر سن بچی کے ساتھ بجبر و اکراہ، اسلامی، اخلاقی، طبی اور مذہبی رکاوٹوں کے باوجود حضرت عمرؓ نے عقد نکاح کیا۔

جب سرے سے واقعہ کی کوئی اصل ہے ہی نہیں تو پھر اس کی تاویلیں اور غیر عقلی تصریحات چہ معنی دارد؟ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ نسب اور سبب کی وضاحت زرقانی کی عبارت سے کر چکا ہوں۔ یہاں سبب سے مراد وصلہ یعنی میل ملاقات اور مودت کرنا بھی

(ب) روحانی فیض، برکت اور نسبت سے بھی سبب پیدا ہوتا ہے۔ جیسے کہ نیکوں کی صحبت سے آدمی نیک بن جاتا ہے۔ اور بروں کی مجلس میں بیٹھنے سے آدمی میں برے کام کی عادت پڑ جاتی ہے۔ بقول رومی سے

صحبت صالح ترا صالح کند ۔ صحبت طالح ترا طالح کند

ان اصولوں اور تجزیئے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے خاندان میں نکاح کرنے سے بطور نسب اس خاندان میں داخل نہیں ہو سکتا البتہ اس خاندان کے قریب ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ اور یہ قربت نسلی اور نسبی نہیں ہوتی بلکہ نسبتی اور سببی ہوتی ہے۔

نسب تبدیل کرنا عظیم جرم ہے

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو (حدیث) شخص جان بوجھ کر نسب تبدیل کرتا ہے۔ اس پر جنت حرام ہے۔ جیسے کہ بخاری میں حدیث وارد ہے۔

عَنْ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ غَیْرُ اَبِیْہِ فَالْجَنَّۃُ عَلَیْہِ حَرَامٌ (الی آخر)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کہ جو کوئی کسی غیر کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ یہ اسکا باپ نہیں ہے۔ تو اس پر جنت حرام ہے۔ (بخاری جلد سوم کتاب الفرائض ۔ باب مَنْ ادّعی اِلٰی ابیہ حدیث ۱۶۷۱ صفحہ ۶۱۶ اردو)

تشریح حدیث: بحوالہ بخاری

مندرجہ بالا حدیث طویل ہے میں نے صرف پہلا حصہ نقل کیا ہے آخر کا حصے کی تشریح عرض کر رہا ہوں۔ حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ میں نے اس حدیث کو حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا ہے اور میرے قلب نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محفوظ رکھا ہے۔ (بخاری)

اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ نسب کی بنیاد، اولاد اور آباؤ اجداد کے سلسلے سے قائم رہتی ہے۔ اسکے بنانے میں کوئی حیلہ بہانہ کام نہیں دے سکتا۔ ثابت ہوا کہ کسی دوسرے خاندان میں نکاح کرنے سے نسب تبدیل نہیں ہوتا البتہ سبب پیدا ہوتا ہے۔ جیسے کہ اوپر تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اور سبب کو نسب نہیں کہا جاسکتا سبب نسب کے معنوں سے بعید ہے۔ بیان کے آغاز میں تعارف لکھ چکا ہوں۔

یہ رائے قائم کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاندانِ نبوت میں داخل ہونا چاہا، نہ عقلی دلائل سے درست ہے اور نہ نقلی حاشیہ آرائی

کام آسکتی ہے۔ نہ حضرت عمرؓ نے ایسا کیا اور نہ ہی اس واقعہ کی کوئی اصل ہے۔ یہ تانا بانا مخالفین اہلبیت کی پیداوار ہے۔

تبدیلیٔ نسب پر مزید بحث

صحیح بخاری کی حدیث نقل کرچکا ہوں جس سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ جو شخص اپنے نسب کو چھوڑ کر دوسرے نسب میں محض اپنی بڑائی کے لئے داخل ہونے کی مذموم کوشش کرتا ہے یا اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ دوزخی ہے اور اس پر جنت حرام ہے۔

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء (اردو) صفحہ ۱۵۷ پر بحوالہ حضرت بزار بروایت حضرت ابوبکرؓ حدیث نقل کی ہے۔ (ترجمہ)

حضرت ابوبکرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اپنے نسب میں ذراسی تبدیلی کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے۔

کوئی بھی ذی شعور مسلمان ایک لمحے کے لئے بھی یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ حضرت عمرؓ نے روحانی فیض کی خاطر (معاذ اللہ) احکام شریعت سے آنکھیں پھیر کر ایسا کیا ہے۔

اہل بیت اور صحابہ کرامؓ کے دشمنوں نے کذب وافتراء کی مشینری چلائی ہوئی ہے۔ ابن الوقت ملّاؤں نے اہلبیت کی شان گھٹانے کے ٹولے چھوڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح تعلیمات نبویؐ واحکام رسالت کی خلاف ورزی کرنے میں ذرا بھی خدا کا خوف نہیں کرتے۔ اس طرح حضور علیہ السلام کے ارشادات کی تکذیب کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ لعنتی ہے۔ تاریخ الخلفاء میں بھی یہ حدیث نقل ہے۔ اور حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث پائی جاتی ہے۔

اب رہا رشتہ روحانی ہو یا نسوانی تو یہ دونوں رشتے اور ان کا فیض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہلے سے حاصل تھا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

و: یہ کہ حضرت عمرؓ کی لخت جگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح شریف حضور سلطان الانبیاء صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ ماہ شعبان ۳ھ ہجری کو منعقد ہوچکا تھا۔ اور حضرت عمرؓ کی وفات کے بائیس سال بعد ماہ شعبان ۴۵ھ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

ب: جہاں تک روحانی فیض اور رشتہ کا تعلق تھا تو اس میں کیا کمی باقی رہ گئی تھی؟ (معاذ اللہ) اس سبب سے فیض حاصل کرنا چاہا۔ جو شرعاً فعل حرام تھا۔ ایسے حالات میں جبکہ فیض نبوت اور فیض رشتہ نسوانی کی دولت حضرت عمرؓ کو پہلے سے حاصل ومیسّر تھی تو پھر مفتری اور کذاب لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے کہ وہ یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کریں کہ صغر سن بچی کے ساتھ بجبر واکراہ، اسلامی، اخلاقی، طبی اور مذہبی رکاوٹوں کے باوجود حضرت عمرؓ نے عقد نکاح کیا۔

جب سرے سے واقعہ کی کوئی اصل ہے ہی نہیں تو پھر اس کی تاویلیں اور غیر عقلی تصریحات چہ معنی دارد؟ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اور سبب کی وضاحت زرقانی کی عبارت سے کرچکا ہوں۔ یہاں سبب سے مراد وصلہ یعنی میل ملاقات اور مودت کرنا بھی

مطلب کو پالینا اور مقصود و مراد کو پہنچنا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَكُلُّ مَا يَتَوَصَّلُ بِهِ إِلَى شَيْءٍ أَبْعَدِهِ عَنْهُ فَهُوَ سَبَبٌ۔

یعنی ہر وہ امر جس کی وجہ سے کسی چیز کے دور ہونے کی صورت میں ملنا چاہے وہی اس کی ملاقات اور مودۃ کا سبب ہوتا ہے۔

قبلہ محدث ہزاروی کی تحقیق

مندرجہ بالا متضاد آراء اور متعارض مضامین کی کمر توڑنے کے لئے حضرت قبلہ محدث و محقق علامہ کاظمی ہزاروی مدظلہٗ نے اپنی تحقیق و تجسس کے نتیجے کا اظہار اس طرح فرمایا ہے۔

یہ اس لئے درست نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تقرب اسی پر موقوف اور اسی پہ منحصر ہو تو حضور کے جن مقرب کرام نے تقرب کی یہ صورت اختیار نہیں کی کیا وہ سبب تقرب سے محروم ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تو صاف معلوم ہوا کہ یہ کچھ دلیل و حجت نہیں۔ حضرت عمر جیسے مجسمہ علم و ادب پر یہ سب جھوٹ اور افترا ہے۔ اور دوسرے بہانہ کا بھی یہی حشر ہے۔ تیسرا بہانہ اُن کی کرامت و فضیلت سے بہرہ مند ہونا، برخوردار ہونا اس پر موقوف نہیں۔ پس یہ بھی ان پہ ناپاک تہمت ہے۔ کیا کسی کی کرامت و فضیلت سے نکاح کئے بغیر بہرہ مند ہونا اور امیدوار ہونا ممکن نہیں۔ یقیناً ہے۔ تو اس درجہ کی بے ادبی اور چار پانچ سالہ صغیرہ نابالغہ پر ظلم و ستم کر کے کرامت و فضیلت حاصل کرنا، حضرت عمرؓ جیسے پاک دل صحابی کا کام نہیں۔ نہ اس بدفہمی کا الزام ان پہ قابلِ تسلیم ہو سکتا ہے۔ (مقامع السنیۃ ص ۹۵)

مضحکہ خیز و شرمناک روایات

حضرت ام کلثوم کے بارے میں اس قدر متضاد اور غلط روایات منقول ہیں کہ حقیقت احوال سے انہیں دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ذرا سی عقل و شعور رکھنے والا آدمی بھی ان بے مادر و پدر روایات کو ایک لمحہ کے لئے بھی درست تسلیم نہیں کر سکتا۔ اہلبیت رسولؐ اور صحابہ کرام کی توہین کرنے والوں نے بعض کتب میں اس افسانہ کو اس طرح گھڑا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے مولائے کائنات سے ام کلثومؓ کا رشتہ طلب کیا تو امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ إِنَّهَا صَغِيرَةٌ" یعنی وہ تو ابھی چھوٹی بچی ہے۔ نیز محمد بن جعفرؓ سے عقد کا ارادہ ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ لَا حَاجَةَ لِي مَا (مَالِيْ حَاجَةٌ إِلَى النِّسَاءِ) مجھے عورتوں کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ اگر نفی حاجت سے مراد یہ ہے کہ مجھے اب زن و فرزند اور ازدواجی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تو یہ نفی خود بخود دوسری روایات کی تردید کر دیتی ہے بعض ایسی مذموم حرکات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہیں کہ ان کے ذکر سے انسانیت کانپ اٹھتی ہے، حیا عرش الٰہی کی پناہ پکڑتی ہے، غیرت انسانی میں ایک طلاطم خیز طوفان اٹھتا ہے۔ شدت جذبات جوش مارنے لگتے ہیں اور احکام شریعت کے پرزے بکھرتے نظر آتے ہیں۔ (معاذ اللہ) کسی کو ہمت ہو تو نے ورنہ جھوڑں پر

تین حرف بھیجے۔

مثلاً: اس کا بوسہ لیا۔ اس کو سینے سے لگایا، اس کا پاجامہ یا تہبند اٹھایا، اس کی پنڈلی برہنہ کر دی، اس کی پنڈلی پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ)

پھر حضرت ام کلثوم صلوات اللہ علیہا نے غصے کی حالت میں فرمایا فَقَالَتْ أَتَفْعَلُ هٰذَا لَوْلَا أَنَّكَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكَسَرْتُ أَنْفَكَ ثُمَّ خَرَجَتْ ـ حَتّٰى جَاءَتْ أَبَاهَا فَأَخْبَرَتْهُ الْخَبَرَ وَقَالَتْ بَعَثْتَنِيْ إِلٰى شَيْخِ سُوْءٍ ـ

اس نے (ام کلثوم) کہا تم ایسی حرکات کی جرأت کس طرح کرتے ہو! اگر تم خلیفہ وقت نہ ہوتے تو میں تمہاری ناک توڑ دیتی۔ اور پھر نکل کر اپنے گھر چلی گئیں۔ دراں حالیکہ غصے کی حالت میں اپنے والد محترم (حضرت علیؑ) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ان حرکات کا ذکر کیا جو واقع ہوئی تھیں۔ اور پھر عرض کیا کہ آپ نے مجھے ایک بُری خصلت والے بڈھے کے پاس بھیجا۔ (اور شرمسار کیا) (ماخوذ مقامع العنیہ)

نبہانی کا بیان

اسی طرح کی ایک عبارت علامہ یوسف نبہانی کی کتاب شرف المؤید سے نقل کر رہا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔ ایسی توہین آمیز روایات کی کیا گئی ہے جنکے ذریعے واقعہ ام کلثوم کی تشہیر کا نام لیا جا رہا ہے۔ خدا بُرا کرے اس شخص کا جس نے صحابہ کرام و اہلِ بیت کی توہین کی ابتداء کر کے عالمِ اسلام میں فساد کا بیج بو دیا ہے۔ ملاحظہ ہو لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے (نام نہاد) مطالبہ کیا تو امیر علیہ السلام نے حضرت ام کلثوم کو فرمایا۔

فَأَمَرَ بِهَا عَلِيٌّ فَزُيِّنَتْ فَبَعَثَ بِهَا إِلَيْهِ فَلَمَّا رَآهَا قَامَ وَأَجْلَسَهَا فِيْ حِجْرِهِ فَقَبَّلَهَا وَدَعَا لَهَا فَلَمَّا قَامَتْ أَخَذَ بِسَاقِهَا وَقَالَ لَهَا قُوْلِيْ لِأَبِيْكِ قَدْ رَضِيْتُ ـ فَلَمَّا جَاءَتْ قَالَ لَهَا مَا قَالَ لَكِ؟ فَذَكَرَتْ لَهُ جَمِيْعَ مَا فَعَلَهُ وَقَالَ لَهُ فَأَنْكَحَهَا إِيَّاهُ فَوَلَدَتْ زَيْدًا مَاتَ رَجُلًا ـ (الشرف المؤبد ص ۳۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو (ام کلثوم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بن سنور کر جانے کو فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے جب انہیں دیکھا تو کھڑے ہو گئے انہیں اپنے پاس حجرے میں بٹھایا بوسہ دیا اور دعا کی۔ واپس جانے کے لئے جب اٹھیں تو ان کی پنڈلی پکڑی حضرت عمر نے کہا کہ اپنے والد ماجد سے کہنا کہ میں راضی ہوں۔ جب گھر آئیں تو امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھے کیا کہا؟ تو ام کلثوم نے سارا واقعہ سنا دیا۔ حضرت علیؑ نے حضرت عمر سے کہا کہ ان سے نکاح کر لو! ان سے زید پیدا ہوا جو جوان ہو کر مر گیا۔ اس عبارت کو پڑھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل نہ ہوگا۔ کہ ایسی بھی دوسری روایات سے حضرت علی اور عمر رضی اللہ عنہم کی کیسی توہین اور ہتک عزت ہے۔ کیا کسی بھی عقیدے سے تعلق رکھنے والا مسلمان یہ گوارا کر سکتا ہے کہ پسندیدگی کے لئے اپنی کمسن بچی کو ساٹھ سال کے بوڑھے کے پاس بھیج دے۔ اور یہ بھی اعتبار کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسا مقرب

صحابی ایک غیر منکوحہ کو تنہائی میں بٹھا کر بوسے دیتا ہے پنڈلی ننگی کرے اور پنڈلی سے پکڑ کر بات کرے۔ میں کہتا ہوں کوئی ذلیل آدمی بھی اس طرح بات کرنا برداشت نہ کرے گا۔ یہ وہی حضرت عمرؓ ہیں جن کو عدل و انصاف کا پیکر کہا جاتا ہے ان کے سر یہ الزام لگانے والوں نے ان کی جو تعلیم کا سبب وہ تعلیم یافتہ اور صاحب بصیرت حضرات جانتے ہیں۔ یہ تو بات ہی بعد کی ہے بنیاد روایتوں کی پیداوار ہے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کس طرح بہتان تراشی کی گئی تھی حالانکہ وہ زمانہ اسلامی دور کا سنہری اور مبارک زمانہ تھا۔

ایسی ہی ایک روایت

زینب صغریٰؓ جن کی کنیت اُم کلثومؓ تھی حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ برمعاوی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ عمرؓ نے علیؓ کو ان کے نکاح کا پیغام دیا انہوں نے جواب دیا کہ میں ام کلثومؓ کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر آپ راضی ہیں تو میں نے آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان کو ایک چادر دے کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا اور ان سے یہ کہہ دیا کہ عمرؓ سے کہہ دینا کہ یہ وہی چادر ہے جس کی نسبت میرے والد نے آپ سے ذکر کیا تھا جب انہوں نے عمرؓ سے کہا تو انہوں نے اُن سے کہا کہ اپنے باپ سے کہہ دینا کہ میں راضی ہوں۔ خدا تم سے اور ان سے راضی ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کی پنڈلی پر ہاتھ رکھا۔ انہوں نے عمرؓ سے کہا تم ایسا کام کرتے ہو؟ اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں تمہاری ناک توڑ دیتی۔ اس کے بعد اپنے باپ کے پاس واپس چلی آئیں اور ان سے آکر کہا کہ آپ نے مجھے ایک بد وضع بڈھے کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا بیٹا وہ تمہارا شوہر ہے۔ (نزہتہ المجالس ص ۴۵۳/۲)

روایات پر ایک نظر

۱۔ یہ امر کسی طرح قابلِ قبول نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کم سن بچی کو آراستہ پیراستہ کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پسندیدگی کے لئے بھیجا ہو۔ غیرت اسلامی اس فعل کو یکسر ناپسند کرتی ہے۔ پھر وہ حضرت عمرؓ جو امورِ شریعت کی انجام دہی میں حضرت علیؓ کے بغیر ایک دن بھی نہ گزار سکتے تھے اپنی مرضی اور رائے کو حضرت علیؓ کی مرضی اور منشا پر کس طرح ترجیح دیتے۔ یہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کی توہین ہے۔ اور یہ روایات توہین نہیں تو پھر توہین کی کیا تعریف ہے؟

۲ ــــــ اَجْلَسَهَا فِي حُجْرِهٖ اپنے حجرے میں بٹھایا (نعوذ باللہ) حضرت عمرؓ ایسی ہستی اور یہ الزام یہ کہ اگرچہ بچی ہی سہی لیکن غیر منکوحہ کو تنہائی میں لے کر اس طرح بیٹھتے ہیں جیسے منکوحہ زوجہ سے ہمکلام ہیں (استغفر اللہ) حضرت عمرؓ کی خوب قدر کی ہے۔ عقل کیا کہے گی اور ایمان کا تقاضا کیا ہے؟

۳۔ ـــــ یہ کہ جب حجرے میں گئیں تو قَبَّلَهَا بوسہ دیا اور جب جانے لگیں تو اَخَذَ سَاقَهَا، ان کو پنڈلی سے پکڑ لیا؟ یہ افعال حضرت عمرؓ سے تھے؟ ہرگز نہیں۔ خلاف عقل و خلاف دین من گھڑت اور بے بنیاد روایات ہیں۔

۴۔ ـــــ یہ کہ رَضِیْتُ میں راضی ہوں یعنی یہ رشتہ مجھے پسند ہے۔ اگر حضرت عمرؓ یہ کہہ دیتے کہ یہ رشتہ مجھے پسند نہیں ہے تو اس میں حضرت علیؓ کی عزت و احترام میں کیا اضافہ ہوتا؟ دوسرے کوئی بھی غیرت مند آدمی اپنی معصوم بچی کو ساٹھ سالہ بوڑھے کے پاس اس غرض سے نہیں بھیجتا کہ تجھے پسند ہو تو نکاح کر لے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علیؓ رشتہ دینے کے لئے بے قرار تھے۔ صرف حضرت عمرؓ کی رضامندی شرط تھی۔

۵۔ ـــــ یہ کہ حضرت علیؓ کی اولاد (معاذ اللہ) ایسی تھی کہ حضرت عمرؓ کو ناک توڑنے کی دھمکی دیدی؟ خاندان نبوت کے ہر فرد میں بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کی تعلیم و تربیت براہِ راست حضور علیہ السلام سے حاصل تھی۔

۶۔ اگر بقول مفتری زید بیٹا تھا یا بقول دیگر رقیہ بیٹی تھی تو ام کلثومؓ کی بجائے ام زید یا ام رقیہؓ کنیت ہونا چاہیئے تھی۔ ثابت ہوتا ہے کہ اس من گھڑت رشتے سے متعلق تمام روایات موضوع اور مصنوعی ہیں۔ اس فرضی زید کو کبھی احد کے دن حوالہ موت کیا جاتا ہے اور کبھی بنو نفیصر کے درمیان صلح کرواتے ہوئے مارا جاتا ہے اور بقول بعض ابن زیاد ملعون کی گورنری کے وقت بھی زید کوفہ میں موجود ہوتا ہے۔ (طبری) اُموی حکمران جہاں بھی رقم خرچ کرتے تھے اپنی مرضی کے مطابق فتوے حاصل کر لیتے تھے۔ اس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ یزید بن عبدالملک نے چالیس علماء سے فتویٰ حاصل کیا تھا کہ خلفاء کو آخرت میں کوئی پرسش اور حساب و کتاب کا معاملہ پیش نہ آئے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

آخر یہ فتویٰ مفت میں تو نہ ملا تھا اس پر خطیر رقوم صرف ہوئی تھیں۔

مندرجہ بالا روایات کا بُعد المشرقین تضاد اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ عقد ام کلثومؓ کا افسانہ صریح جھوٹ ہے۔

نکاح بدل

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی دوسرے کے نکاح میں دے کر خود اس کی بیٹی سے نکاح کرے۔ جیسے کہ بخاری میں حدیث وارد ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ اِبْنَتَهٗ عَلٰى اَنْ يُزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ اِبْنَتَهٗ لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ۔

(بخاری کتاب النکاح صـ ۸۳ ج ۳ اردو)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح بدل سے منع فرمایا ہے۔ اور شغار کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی بیٹی کا نکاح اس صورت میں کرے کہ وہ دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دے اور ان دونوں کے درمیان مہر نہ ہو۔

شرعی اصولوں سے ثابت ہے کہ نواسی پوتی بیٹی ہوتی ہے۔ خصوصاً حضرت خاتونِ جنتؑ کی اولاد تو اولادِ رسولؐ ہے۔ ——— حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات میں تھیں۔ تو اس صورت میں حضرت ام کلثوم صلوات اللہ علیہا حضرت عمرؓ کے عقد میں کس طرح آسکتی تھیں؟ جب کہ آپ حضور کی بیٹی کے حکم میں ہیں۔

یہ حکم امتناعی تو عام مسلمانوں کے لئے ہے۔ اولادِ رسولؐ کا کفو تو سوائے سادات کے کوئی نہیں بن سکتا۔ یہ تمام دلائل اس امر کی تکذیب و تغلیط کرتے ہیں جن کو سامنے رکھ کر سیّدہ کے نکاح کا جواز پیدا کیا جاتا ہے۔ جو درست نہیں۔ سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے قطعاً حرام ہے۔

صدقہ کھانے والے اور امراء کے دسترخوانوں پہ ریزہ چینی کرنے والے ملاّ سے پوچھتا

انصاف کہاں ہے؟

ہوں کہ کیا حضرت عمرؓ اسی احترام و عظمت کے حقدار تھے جو تو نے ان کے لئے مخصوص کی ہے۔ ایسی ایسی حیا سوز روایتیں حضرت عمرؓ سے منسوب کی گئی ہیں کہ جن کی توقع عصر حاضر کے اوباش افراد سے بھی کم ہی کی جاتی ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر جھوم جھوم کر ریاکار آلِ رسولؐ کی توہین کرنے والے مُلاّ ڈرو اس دن سے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمائیں گے "ان کو روکو! میں ان سے ولایت علیؑ کے بارے میں سوال کرنے والا ہوں۔ جب ولایت علیؑ کا کوئی سرٹیفکیٹ پیش نہ کر سکے تو انجام کیا ہوگا؟ اس کا جواب ایمان اور قرآن سے پوچھو کہ انجام کیسا ہوگا؟ خطرناک انجام بہت ہی خطرناک۔

خدا رسولؐ پر جھوٹ باندھنے والے ملاّ! بھلا شریعت نے یہ کہاں جائز رکھا ہے کہ نکاح کا خواہشمند مطلوبہ لڑکی کو اپنے گھر بلا کر سینے سے لگائے بوسے دیتا رہے، جسم کے مختلف حصوں کو بے ستر کر کے دیکھے۔ ایسا کرنا تو فعل حرام اور غیر مشروع ہے۔ پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ ایسی حرکت کو تو ایک چوہڑا چمار بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ کو ان قبیح حرکات کا مرتکب ٹھہرایا جائے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی:

حضرت ام کلثومؑ کی بلوغت سے قبل حضرت عمرؓ کی وفات

ایک اور جھوٹ کی قلعی یوں کھلتی ہے کہ لاَحَاجَتِی کہنے والے حضرت عمرؓ کے ہاں زید بیٹا اور کہیں رقیہ بیٹی بھی تیار ہو جاتی ہے۔ جب کہ انہی کتب سے یہ ثابت ہے کہ ام کلثومؑ، زَوَّجَ عُمَرُ ابنُ الخَطَّاب وَمَاتَ عَنهَا قَبلَ بُلُوغِهَا (زرقانی شرح مواہب ص ۹ مقاطع سنینؑ) حضرت ام کلثوم جو حضرت عمرؓ کی زوجہ تھیں ابھی سن بلوغت کو نہ پہنچی تھیں کہ حضرت عمرؓ فوت ہو گئے۔ (معاذ اللہ)

کیا اس جھوٹ کے والدین کا بھی کوئی اتا پتا ہے؟ کہیں زوجہ کی بلوغت سے پہلے شوہر کا انتقال اور کہیں ۱۷ھ ہجری میں عقد کہیں ماں بیٹا ۳ھ ہجری جنگ احد کے دن مر گیا اور کبھی بنو نضیر کا محاصرہ کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔ اور کبھی ابن زیاد ملعون کی گورنری کے

زمانے میں زید لوٹنے میں ہوتا ہے۔ اور کبھی عبد الملک کے زہر دینے سے مرجاتا ہے۔

شاعر نے خوب کہا ہے۔

یکے مرغ دیدم نہ پایے نہ پر
نہ از شکم مادر نہ پشت پدر۔

یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی توہین کا باعث ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ رائے قائم کرنا کہ آپ نے رشتہ داری کے ذریعے اپنے نسب کا تعلق بعد از قیامت قائم و مربوط رکھنے کے لئے حضرت ام کلثومؓ کے نکاح کی درخواست کی کسی طرح بھی درست نہیں۔ وہی لوگ اس مصنوعی واقعہ کی تشہیر کرتے ہیں جو اہل بیت کے احترام و عزت کے خلاف دائیں بائیں سے موضوع روائتیں جمع کرتے رہتے ہیں۔

جن روائتوں کو اس افسانہ کا گواہ بنایا جا رہا ہے وہی آپس میں اتنی متضاد اور متعارض ہیں کہ ایک دوسری کی باہم تکذیب و تردید کرتی ہیں۔ جیسے کہ گزشتہ صفحات پر نقل کر چکا ہوں۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی اس بحث میں معدد قوی دلائل سے ثابت کروں گا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ کے دشمنوں نے یہ گمنام ڈرامہ سٹیج کیا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے صحابی ساری عمر حضور علیہ السّلام کے اس ارشاد کو نہ سن سکے کہ نسب تبدیل کرنے والا دوزخی ہے۔ حضرت سعدؓ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کی پوری طرح تشہیر فرمائی لیکن حضرت علیؑ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی یہ حدیث نہ سُنی شہر علم کے دروازے کو اس حدیث کا علم نہ ہوا۔ اور نہ ہی حضرت عمرؓ اس حکم سے واقف ہو سکے۔

تقرّبِ بارگاہ نبوّت بڑی وجہ یہی بیان کی جاتی ہے کہ بعد از قیامت اِتّصال نسب کی خاطر حضرت عمرؓ نے یہ وسیلہ تلاش کیا ——— افسوس کہ صرف خاندانِ نبوّت کی شان گھٹانے کے لئے یہ ساری ترکیبیں اور حیلے کئے جا رہے ہیں۔ اہل بیت کے مخالفوں کے ذہنوں سے نکل کر کتابوں کے اوراق پر نقش ہونے والی یہ روایات اُموی دَور اقتدار کی پیداوار ہیں علماء کا وہ گروہ جو تمام صحابہ کرامؓ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تسلیم کرتا ہے۔ یہ بتا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خاندان نبوّت میں کتنے نکاح کر کے تقرّب نبوت حاصل کیا تھا؟ حضرت سلمان فارسی حضرت ابوذر غفاری اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم نے خاندان اہل بیت سے کونسے رشتے لئے تھے کہ بروایت ترمذی وہ محبوب رسالتؐ اور محبوب خدا ہیں جیسے کہ حدیث گزر چکی ہے حضرت بلالؓ حضرت صہیب رومیؓ عمار یاسرؓ اور دوسرے مقرّب صحابہ نے کونسے رشتے کر کے قرب بارگاہ نبوّت حاصل کیا تھا؟

یہ خداوند کریم کی دین ہے جس پر اپنی خاص رحمت فرمادے وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہے کہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لپیٹ دے۔

اگر واقعہ ام کلثومؑ سچا ہوتا تو اس کے نقل ہونے کے کون سے محل اور مقامات ہوتے ؟ **اگر یہ واقعہ سچا ہوتا ؟** صحاح ستہ میں سے کسی بھی کتاب میں کتاب النکاح میں بھی کوئی ذکر نہیں۔ احادیث کی تمام کتب میں مناقب حضرت عمرؓ میں بھی یہ واقعہ مفقود الخبر ہے۔ مشکوٰۃ کے اسماء الرجال میں بھی اس واقعہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا حالانکہ ہر آدمی کے مختصر مگر جامع کمالات و خواص کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کتابوں میں اس بے بنیاد واقعہ کا ذکر ہے ان کے مصنفین نے بخاری کا سہارا لیا ہے۔ لیکن بخاری شریف میں کسی ایک حدیث سے بھی صریحاً یہ ثابت نہیں کہ عقد ام کلثومؑ نام کا کوئی واقعہ گزرا ہے۔

بخاری شریف کتاب الجہاد میں اس بات کا ذکر ہے کہ بعض عورتوں نے جہاد میں **بخاری شریف میں کیا ہے ؟** شرکت کی۔ مال غنیمت میں آنے والی چادریں عورتوں میں تقسیم ہوئیں۔ ایک چادر بچ رہی۔ حضرت عمرؓ سوچنے لگے کہ یہ چادر کسے دی جائے تو ایک شخص نے عرض کیا یہ چادر ام کلثومؑ بنت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیں۔ چادر کی تقسیم سے عقد ثابت کرنا اہل علم و بصیرت کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات ہے۔

میں ببانگ دہل کہتا ہوں کہ بخاری شریف کی کسی روایت سے عقد ام کلثومؑ ثابت نہیں ہو سکتا۔ شرارت کی جڑ کہاں سے پھوٹی ؟ اس کا مختصر سا ذکر تو اور پہ کر چکا ہوں مزید واقفیت کے لئے عرض کر رہا ہوں کہ بعض لوگ بخاری کا حوالہ دے کر عقد ام کلثومؑ کی توثیق کے دلائل دیتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ بخاری شریف میں اس واقعہ کی کیا وضاحت ہے ؟ تو منہ میں خاک پڑ جاتی ہے۔ بخاری کی اصل عبارت میں اس مصنوعی رشتہ کی کوئی تفصیل ہو تو کوئی بتلائے۔ وہ بخاری شاید کوئی الگ ہو جس میں یہ جھوٹ کا پلندا چھپایا ہوا ہے۔ جو کچھ بخاری میں ہے وہ یہ ہے۔

الفاروق شبلی صـ۲۹۱ پر درج ہے کہ (حضرت عمرؓ) آخر عمر میں ان کو خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا کریں جو مزید شرف اور برکت کا سبب تھا چنانچہ جناب امیرؑ سے حضرت ام کلثومؑ کے لئے درخواست کی۔ جناب ممدوح نے پہلے ام کلثومؑ کی صغر سنی کے سبب سے انکار کیا لیکن حضرت عمرؓ نے زیادہ تمنا ظاہر کی اور کہا کہ اس سے مجھ کو حصول شرف مقصود ہے۔ تو جناب امیرؑ نے منظور فرمایا۔ اور سـ۱۷ـھ میں چالیس ہزار مہر پر نکاح ہوا (شبلی نے آگے چل کر لکھا ہے) صحیح بخاری میں ایک ضمنی موقع پر حضرت ام کلثومؑ کا ذکر آگیا ہے۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو چادریں تقسیم کیں۔ ایک بچ رہی اس کی نسبت تردد تھا۔ کہ کس کو دی جائے۔ ایک شخص نے ان سے مخاطب ہو کر کہا یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اُعْطِ ھٰذَا اِبْنَتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ الَّتِیْ عِنْدَکَ یُرِیْدُوْنَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِیٍّؑ ۔ یعنی یہ بچ رہنے والی

چادر حضرت ام کلثومؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو آپ کے ہاں ہے دے دیں۔ (کتاب الجہاد)

مذکورہ بالا عبارت میں نکاح کا تذکرہ ہے نہ تقریب کا ذکر۔ پھر یہ عبارت کتاب النکاح یا مناقب عمرؓ کی بجائے کتاب الجہاد میں مال غنیمت میں آئی ہوئی چادروں کی تقسیم کے سلسلے میں واقع ہے۔ لہٰذا بخاری کی کسی صریح روایت سے عقد ام کلثومؓ ثابت نہیں نیز اس روایت کے اجزاء آپس میں اس طرح ٹکراتے ہیں کہ کم عقل آدمی بھی ایسی روایات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ مثلاً شبلی نے خود اس امر کو ثابت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اس وقت ضعیف العمر تھے ــــ نیز حضرت ام کلثومؓ کی صغر سنی اور حضرت علیؓ سے انکار کا اعتراف کیا ہے۔ ــــ دوسرے یہ کہ جس لڑکی کی عمر ۱۷ھ ہجری میں چار یا پانچ سال تھی اس کا سال ولادت ۱۳ھ یا ۱۴ ہجری ہونا چاہیئے جب کہ ۱۱ھ ہجری میں حضرت خاتونِ جنت صلوات اللہ علیہا اس دنیا سے پردہ فرما چکی تھیں۔ قطع نظر ان رکاوٹوں کے، حضرت عمرؓ نے بحیثیت خلیفہ جو حکم امتناعی عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہوئے نافذ کیا تھا کہ کوئی مرد و عورت اپنے اپنے ہم عمر فرد کے بغیر نکاح نہ کرے۔ بذاتِ خود واقعہ ام کلثومؓ کی نفی کرتا ہے۔ کیا حضرت عمرؓ نے اپنے جاری و نافذ کردہ حکم کے خلاف خود ساٹھ سال کی عمر میں چار یا پانچ سال کی معصوم بچی کے ساتھ عقد کر کے عدل فاروقی کی دھجیاں بکھیر دیں؟ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (کہ اے مسلمانوں جو عمل تم خود بجا نہیں لاتے دوسروں کو اس کی تبلیغ کیوں کرتے ہو) کبھی نہ پڑھی تھی؟ اس حکم کا پس منظر آئندہ صفحات میں آئے گا (انشاء اللہ۔)

شبلی نے آگے چل کر لکھا ہے کہ حضرت ام کلثومؓ آٹھ دس سال حضرت عمرؓ کے گھر رہیں؟ فرض کیا ۱۷ھ ہجری میں نام نہاد نکاح ہوا تو آٹھ سال گزرنے پر ۲۵ھ ہجری میں اور بصورت دس سال ۲۷ھ ہجری میں حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی یہ بات کس سے پوشیدہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات ۲۳ھ ہجری میں ہوئی۔ اس طرح یہ واقعہ من گھڑت ثابت ہوتا ہے۔ کوئی ایک روایت بھی دوسری سے متفق نہیں ہے۔

علامہ شبلی کی متضاد روایات

شبلی نعمانی نے علامہ زمخشری اور ابن خلکان پر فن تاریخ سے ناآشنا ہونے کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ الفاروق صـ ۲۱۸ پر فقرہ چست کیا ہے کہ (شہر بانو کا قصہ جو غلط طور پر یوں ہی مشہور ہو گیا ہے) یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کی حرم محترم تھیں لیکن شبلی نعمانی نے اس از دواجی رشتہ سے تاریخ کا حوالہ دے کر انکار کیا ہے۔ حالانکہ راشد الخیری نے تو یہ بحث کی ہے کہ جو لوگ حضرت شہر بانوؓ کی موجودگی کربلا میں نہیں مانتے وہ غلطی پر ہیں۔ امام عالی مقام کی زوجہ مطہرہ ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں ــــ شبلی نے اس حقیقت سے انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " ــــ اس وقت حضرت حسین علیہ السلام کی عمر ۱۱ برس تھی کیوں کہ جناب ممدوح ہجرت سے پانچویں سال کے بعد پیدا ہوئے۔ اور فارس ۱۷ھ میں فتح ہوا اسلئے یہ امر بھی کسی قدر مستبعد ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کی نابالغی میں ان پر اس قسم کی عنایت کی ہو گی۔ الخ

(الفاروق صہ ۲۱۹)

جہاں تک حضرت امام حسین علیہ السلام کی تاریخ ولادت کا تعلق ہے کسی مؤرخ نے بھی شہزادۂ کونین کی ولادت باسعادت ۶ھ ہجری نہیں لکھی۔ شبلی کے الفاظ ہیں۔ ہجرت کے پانچویں برس کے بعد؟ ــــ پانچویں کے بعد تو چھٹا اور ساتواں بھی ہو سکتا ہے جو تاریخی قرائن سے درست نہیں۔

سیدہؑ کے لال کی ولادت عام تاریخوں کے مطابق ۳ یا ۴ھ ہجری ہے۔ جیسے کہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی اپنی تصنیف سوانح کربلا صہ ۶۶ میں لکھتے ہیں۔ "حضرت حسین علیہ السلام کی ولادت شریف ۵ شعبان ۴ھ ہجری میں ہوئی۔ ــــ اردو انسائیکلو پیڈیا ہندوستان کے مطابق ۳ یا ۴ھ اور شعبان کی ۴ تاریخ ہے۔ علامہ نبہانی لکھتے ہیں وُلِدَ فِي شَعْبَانِ سَنَةَ أَرْبَعَ مِنَ الْهِجْرَةِ قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ لَمْ يَكُنِ الْحَمْلُ بِالْحَسَنِ الْأَطْهَرُ وَاحِدٌ وَقِيلَ خَمْسُونَ لَيْلَةً۔

یعنی حضرت حسین علیہ السلام کی ولادت شریف شعبان ۴ھ ہجری میں ہوئی۔ حضرت محمد ابن جعفر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے حمل کے درمیان صرف ایک طہر کا فرق تھا یا پچاس راتوں کا (اشرف المؤبد صہ ۶۴) دوسرے مؤرخین نے بھی ایسی ہی روایتیں بیان کی ہیں ــــ تو اس حساب سے فتح فارس کے وقت شہزادۂ کونین کی عمر شریف ۱۴ اور ۱۵ سال کے لگ بھگ بنتی ہے۔ اور شبلی زمانۂ نابالغی کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک طرف تو شبلی ۴ سال کی صغیرہ سے عقد ثابت کرتے ہیں اور دوسری جانب حضرت امام حسین علیہ السلام کو ۱۵ سال کی عمر میں نابالغ قرار دیتے ہیں۔ جب کہ سرد ممالک میں بھی پندرہ سال میں آدمی جوان اور بالغ ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ محمد بن قاسم نے بھی سترہ سال کی نابالغ عمر میں سندھ کی تسخیر کی ہوگی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خود شبلی نے سیرۃ النبی صہ ۹۴ میں ۳ھ ہجری کے حالات میں حضرت امام حسن علیہ السلام اور ۴ھ کے واقعات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادتیں نقل کی ہیں۔ اپنی کہی ہوئی بات بھی یاد نہیں رہتی (سیرت النبیؐ صہ ۳۸۷)

سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ حق استادی کے باوجود سیرت النبیؐ میں واقع بہت سی غلطیوں کی درستی کی گئی ہے۔ شبلی اسی مسئلہ بی بی شہربانوؑ پر تبصرہ کرتے ہوئے تاریخ دانی کے ماہرانہ انداز میں لکھتے ہیں کہ "زمخشری کا فن تاریخ میں جو پایہ ہے اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں حضرت عمرؓ کے عہد میں یزدگرد اور خاندان شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو نہیں حاصل ہوا۔ مدائن کے معرکہ میں یزدگرد مع تمام اہل و عیال کے دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہنچا۔ جب مسلمان حلوان پر بڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا۔ اور پھر کرمان وغیرہ میں ٹکراتا پھرا۔ مرو میں پہنچ کر ۳۰ھ ہجری میں جو حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ ہے مارا گیا۔ اس کے آل اولاد گرفتار ہوئے ہونگے تو اس وقت ہوئے ہونگے۔ الخ۔

(نوٹ) مطبوعہ لاہور کے ایک نسخہ پر سنہ ۱۶۰ ہجری درج ہے۔ (الفاروق صہ ۱۰۳ مطبوعہ لاہور)

سنہ ۱۶۰ ہجری میں تو عباسی حکومت کا زمانہ تھا۔ شبلی نے کشمیر کے حسین لالہ زاروں میں بیٹھ کر خدا جانے کیا کیا لکھ دیا۔ حالانکہ حضرت بی بی شہربانو رضی اللہ عنہا کے بارے میں علما کو کوئی شک ہی نہیں نزہتہ المجالس صہ ۵۹ میں بھی آپ حرمِ امام منقول ہیں۔

قارئین پر اب تو واضح ہو گیا کہ جو آدمی واقعات کے خلاف خامہ فرسائی کرتا ہے اور نیت صاف نہیں ہوتی۔ اس کو اپنے عیب نظر ہی نہیں آتے۔ خدا معاف کرے۔

مندرجہ بالا تاریخی حقائق اسلئے پیش کیے ہیں کہ ہر نوشتہ حرفِ آخر نہیں ہوتا۔

سیوطی کا بیان

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء صہ ۲۰۹ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا ذکر اس طرح نقل کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات" عنوان کے تحت لکھا ہے۔ سنہ ۱۵ ہجری میں طبریہ قادسیہ اور یرموک فتح ہوئے۔ سنہ ۱۶ ہجری میں اہواز، مدائن اور ایوانِ کسریٰ قبضہ میں آیا اور ایوانِ کسریٰ میں مسلمانوں نے جمعہ پڑھا۔ سنہ ۱۶ ہجری ہی میں جلولا فتح ہوا۔ یزدجرد کا بھاگنا اور مارا جانا اسی صدی کے واقعات ہیں ——— لہٰذا

ان حقائق کی روشنی میں شبلی کا بیان درست معلوم نہیں ہوتا کہ سنہ ۱۶۰ ہجری میں مدائن فتح ہوا جب کہ اموی حکومت بھی بھولی بسری ہو چکی تھی۔ اور عباسیوں کی گدی آسمان پر تھی۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ یزدجرد کے قتل کے بعد ہی حضرت شہربانو رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ تشریف لائی ہوں۔ کیوں کہ مدائن سے پہلے ایران کے اکثر و بیشتر علاقے و مشہور شہر فتح ہو چکے تھے اور مالِ غنیمت بھی ساتھ ساتھ دربارِ خلافت میں پہنچ رہا تھا ——— تاریخوں میں دو بہنوں شہربانو اور شہر زناں رضی اللہ عنہا کا ذکر موجود ہے بعض نے تین بہنوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے بی بی شہربانو حضرت حسین علیہ السلام کے عقد میں بی بی شہر زناں عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں اور تیسری محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے نکاح میں آئی تھیں۔ اب اسی تاریخی بحث کو ختم کر کے فقہی نکات کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ (واللہ اعلم)

تبصرہ اہلِ علم و عقل اور بصیرت رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس قسم کے جو واقعات بھی کتب متاخرین میں پائے جاتے ہیں ان کے پیچھے بنی امیہ اور بنی ہاشم کی وہ رقابت چلی آ رہی تھی جس کا بیج غزوۂ بدر میں بو دیا گیا تھا احد میں شاخیں بڑھیں اور کربلا میں آ کر امویوں کے ارمان پورے ہوئے۔ چونکہ علوم و فنون کی ترویج و ترقی اموی اور عباسی ادوار میں بامِ عروج کو پہنچ چکی تھی۔ تو جہاں کہیں بھی خاندانِ اہلِ بیت اولاد رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم کے خلاف کوئی موقعہ میسر آیا ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ انہی ادوار میں موضوع احادیث کا طوفان اٹھا، خلقِ قرآن کا منحوس فتنہ سیلاب کی طرح تباہ کاریاں مچانے لگا۔ فرقہ ہائے قدریہ، جبریہ اور معتزلہ وغیرہ اسی دور کی پیداوار ہیں۔

عصر حاضر کے تخریب کار بھی اپنے پیش رو قائدین سے کم نہیں ۔ اُس وقت نوک تلوار سے جبر و اکراہ کا بازار گرم تھا تو آج نوک قلم سے طوفانِ بدتمیزی کا مظاہرہ ہو رہا ہے ۔

شک ہو تو مجلس حضرت عثمانؓ "کورنگی کراچی کی تصانیف پڑھیئے اور ایمان سے پوچھیئے کہ کدھر جانا ہے ۔

حضرت عمرؓ کا فیصلہ

حضرت امام سعید بن منصورؒ اپنی سنن میں اور حضرت شیخ علاؤالدین علی بن حسام الدین تقی ہندی کنز العمال ص ۲۹۶/۶ علیٰ مسند امام احمد ابو جاشع اسدی سے مروی ہے کہ ایک نوجوان عورت کو حضرت عمرؓ کی عدالت میں حاضر کیا گیا ۔ اور بیان کیا گیا کہ اس عورت کا نکاح اس کے لوگوں نے اس کی مرضی کے خلاف ایک بوڑھے آدمی سے کر دیا تھا ۔ اور اس عورت نے اپنے بڈھے خاوند کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بہت بڑے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ۔

اَیُّہَا النَّاسُ اِتَّقُوا اللّٰہَ وَلْیَنْکِحِ الرَّجُلُ لِمِثْلِہٖ مِنَ النِّسَآءِ وَلْتَنْکِحِ الْمَرْأَۃُ لِمِثْلِہَا مِنَ الرِّجَالِ یَعْنِیْ شِبْہَہَا ۔

اے لوگو ! اللہ سے خوف کرو اور اللہ کے خوف اور تقویٰ کے مطابق ہر شخص اپنی ہم عمر عورت سے نکاح کرے ۔ (مقامع النیة ص ۱۰۰)

اور ہر عورت کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ہم عمر مرد سے شادی کرے ۔

اس حکم سے معلوم ہوا کہ عمر کے اعتبار سے بھی مساوات اور کفائت ضروری ہے ۔ کیونکہ زوجین کا اختلاف عمر باعث عار ہوگا ۔ اور عار باعث ایذا اور ایذا رسانی سے نکاح ہرگز درست نہیں ۔

حضرت عمرؓ جب خود ایک حکم نافذ کر کے امت مسلمہ کے لئے نمونہ چھوڑتے ہیں تو پھر خود ہی سب سے پہلے اس کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں ۔ مناکحت میں عمروں کا تناسب ضروری قرار دے کر پھر اپنے ہی فیصلے کی دھجیاں بکھیرنا کون تسلیم کر سکتا ہے ۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہوگا ؟

زوجین کی عمروں کی مساوات کو بھی شرط نکاح قرار دینا حضرت عمرؓ ہی کا فیصلہ ہے جو صحابہ کرامؓ کے ایک جم غفیر کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے نافذ فرمایا تھا ۔ اور بڑی بات یہ کہ اس فعل کو خوفِ خدا سے تعبیر کیا ۔ اس فیصلے کے خلاف چار یا پانچ سال کی بچی سے زبردستی نکاح کرنے اور اس نکاح کو اپنی سعادت اور قربت بارگاہ رسولؐ جاننا کہاں کی عقلمندی اور انصاف ہے ؟ —— اسلام میں اتنی ذمہ دار شخصیت سے ایسی نامناسب حرکات کا سرزد ہونا غیر قیاسی اور ناقابلِ تسلیم بات ہے ۔ ان تمام صورتوں میں حضرت عمرؓ کی توہین اور سخت بے ادبی ہے ۔ کہتے ہیں دروغ گو را حافظہ نباشد ؟ جھوٹے کا حافظہ کمزور ہوتا ہے ۔ یہ روایت تو گھڑ دی کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ سے عقد کیا لیکن یہ یاد نہ رہا یا معلوم ہی نہ ہو سکا کہ نسب بتدیل کرنا تو عظیم جرم ہے اور خلیفہ وقت اپنے نافذ کردہ احکام کی خلاف ورزی کر ہی نہیں سکتا ۔

لکیر کے فقیر گروہ نے کہانیاں گھڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بس بخاری کے کتاب الجہاد میں حضرت ام کلثومؓ کا نام کیا آیا کہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں خوبصورتی اور حاشیہ آرائی سے عقد ام کلثومؓ کا ذکر ہونے لگا۔ کسی نے نہ سوچا کہ اس کہانی کے خاندان اور خانہ بدوش آباؤ اجداد کا بھی تعارف لازمی ہے۔

کیا صحابہ کرام حضرت عمرؓ سے مرعوب تھے ؟

عنوان بالا پر ذرا گفتگو کرتے اور دیکھتے ہیں کہ حق گوئی اور بے باکی کے سلسلے میں صحابہ کرام کا طرز عمل اور طریق کار کیا تھا؟ اس بات کو جاننا چاہیئے کہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ صحابہ کرامؓ کی جماعت میں سے کسی ایک فرد نے بھی حضرت عمرؓ کے اس فعل پر اعتراض نہ کیا۔ کہ نکاح کے بارے میں خود ہی مردوں عورتوں کی عمروں کی مساوات کا حکم جاری کیا اور خود ہی ساٹھ سال کی عمر میں چار پانچ سال کی بچی سے بجبر و اکراہ زوجیت کا رشتہ جوڑا۔

کسی صورت میں بھی یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے سامنے کسی بھی غیر شرعی فعل کا ارتکاب ہو اور کوئی فرد بھی اس پر اعتراض کے لئے جسارت نہ کرے —— ظاہر ہے کہ کسی بھی صحابیؓ نے عقد ام کلثومؓ کے بارے میں حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور ہرگز نہیں کیا۔ یہ اعتراض نہ کرنا بذات خود اس امر کی دلیل ہے کہ عقد ام کلثومؓ نام کا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں۔ اس بے اصل عقد کے دعویدار اگر کسی صریح حدیث اور حدیث کے غیر مبہم الفاظ سے ثابت کر دیں تو ان کی مغفیتؒ برقرار —— لیکن میں کہتا ہوں کہ تا صبح قیامت بخاری کی کسی واضح حدیث سے ثبوت پیش نہ کر سکیں گے۔ انشاء اللہ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس واقعہ کے بارے میں تمام روایات قابل اعتبار نہیں تو پھر کہنا پڑے گا کہ خدا کی حدوں کو توڑنے والا ظالم ہوتا ہے جسطرح کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دینا جرم ہے اسی طرح جھوٹی روایت کی تشہیر کرنا بھی گناہ کبیرہ۔ اور دائمی جرم ہے۔

میں نے مندرجہ بالا عنوان کے شروع میں عرض کیا تھا کہ صحابہؓ کا طرز زندگی معلوم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو حضرت قبلہ محدث ہزاروی نے "مقامع النیۃ" میں نقل فرمایا ہے۔

یہ بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ جن صحابہ کرام و بزرگ اہل اسلام خیر القرون (بہتر زمانہ) کے مجمع عام میں حضرت عمرؓ نے یہ خطاب فرمایا۔ وہ آپ کے اس قول کے خلاف اس فعل کو جاننے کے باوجود مداہنت (خوشامد سستی) کر کے چپ رہے سیر و تواریخ میں ان حق گو و بے لوث ریا پاک دل لوگوں کی سیرت نمایاں ہے۔ نئی قمیض پہن کر یہی حضرت عمرؓ منبر پر خطبہ و خطاب فرمانے لگے۔ ایک عام غریب مسلمان نہایت جرأت اور دلیری سے مجمع عام میں آپ کے اِسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا (سنو اور مانو) کہنے پر کہتا ہے۔ "لَا نَسْمَعُ وَ لَا نُطِیْعُ (نہ سنتے ہیں نہ مانتے ہیں) —— فرمایا کیوں؟ کہتا ہے —— جب تک ہمارا یہ شبہ دور نہ کرو کہ قمیض آپ کی یہ جو پہنے ہو ایک چادر سے تو بن نہیں سکتی۔ وہ آپ کا حق نہ تھا۔ ہم سب کو ایک ایک ملی۔ آپ کو بھی ہمارے روبرو ایک ہی ملی۔ اور یہ دو چادر سے بنی ہوئی قمیض کا زائد کپڑا کہاں سے آیا؟ آپ نے نہایت متانت اور سنجیدگی

سے اپنے بیٹے عبداللہ رضؓ کو فرمایا "اگر موجود ہے تو اللہ سے ڈر کر صحیح واقعہ بیان کرے نہیں تو اسے بلاؤ۔ عبداللہ بن عمرؓ نے حلفیہ بیان سے شبہ دور کر دیا کہ میں نے اپنے حصہ کی چادر امیرالمومنین کو دی۔ کہ ان کی قمیض عرصہ سے پھٹی ہوئی تھی۔ اس پر حضرت عمرؓ نہ تو برہم ہوئے اور نہ برا منایا۔ بلکہ اللہ کا شکر بجا لائے کہ الٰہی ہم کو حق کہنے والے بھی موجود ہیں۔ اس پر وہی شخص بول اٹھا، اَلْاٰنَ یَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اب سنیں گے اور مانیں گے یا امیرالمومنین (مناع الخیر صفحہ ۱۱) یاد رہے یہ اعتراض کرنے والے دلیر صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے۔

مقام حیرت ہے کہ قمیض کے پہننے پر تو بھرے مجمع میں یہ اعتراض حق گوئی اور بے باکی سے ہوا، اور کسی نے معترض کو ٹوکا نہ روکا۔ کیونکہ سب کی تعلیم ایک جیسی تھی سبھی ایک ہی معلم کے شاگرد اور فیض یاب تھے۔ حق گوئی بے باکی کا رنگ سب پر ایک جیسا چڑھا ہوا تھا۔ ان کے ایمان پختہ اور عقیدے راسخ تھے یہ حضرت عمرؓ ہی تھے کہ جنہوں نے مسلمانوں کے بہت بڑے اجتماع میں اعلان فرمایا تھا۔ کہ نکاح کرنے کے لئے زوجین کا ہم عمر ہونا بہت ضروری ہے عورت مرد کا ہم عمر ہونا بھی کفو کی ایک صورت ہے۔ بلکہ مساوات زوجین شرطِ مناکحت ہے۔ ورنہ عار اور ہتک کا باعث ہوگا۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے اور حکم کے خلاف ایک کمسن بچی کا نکاح ساٹھ سالہ بوڑھے سے ہوتا ہے اور وہ بھی اس بچی کی مرضی کے خلاف بجبر و اکراہ، لیکن بھرے شہر اور پورے اسلامی معاشرے سے کوئی بھی معترض نہیں ہوتا۔ اور کوئی نہیں پوچھتا کہ حضور کل آپ نے کیا حکم نافذ فرمایا تھا اور آج خود ہی اس حکم اور فیصلے کے خلاف عمل پیرا ہو رہے ہیں؟ میں بھی کہتا ہوں کسی فرد و بشر نے بھی کوئی اعتراض کیا نہ روکا۔ اسلئے کہ نہ حضرت عمرؓ کا نکاح سیدہ ام کلثومؑ سے ہوا اور نہ ہی اس واقعہ کی کوئی اصل ہے۔ یہ سب کچھ اہلبیت کے دشمنوں کا ساختہ پرداختہ ہے۔

ان شواہد سے یہ پردہ اٹھ جاتا ہے کہ افسانہ ام کلثومؑ اموی بادشاہوں اور ان کے دسترخوانوں پر ریزہ چینی کرنے والے ملاؤں کی تراش خراش اور قطع و برید کا نتیجہ ہے۔ جو صریحاً جھوٹ ہے۔ نقل سے معتبر ہے نہ عقل تسلیم کرتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں ایک اور واقعہ اس ثبوت میں پیش کرتا ہوں کہ حضرت عمرؓ پر قوم کا ہر فرد کسی بھی بات پر بے دھڑک اعتراض کیا کرتا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں گشت کر رہے تھے۔ انہوں نے دروازہ کی دراڑ سے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بڈھا شراب پی رہا ہے آپ گھر کی دیوار پر چڑھ کر گھر میں اتر گئے۔ اسنے کہا اے امیرالمومنین! میں نے ایک گناہ کیا اور آپ نے تین کئے۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَجَسَّسُوْا یعنی تجسس نہ کرو۔ اور آپ نے میرے عیب کا تجسس کیا۔ اور ارشاد ہے" وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا۔ یعنی گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو۔ اور آپ دیوار پر چڑھ کر اتر آئے۔ اور ارشاد ہے" لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا۔ یعنی اپنے گھر کے سوا کسی کے گھر میں نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ انس کی باتیں کر لو۔ اور گھر والوں کو سلام کر لو۔ اور آپ نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے ایک جرم کیا ہے آپ نے تین ـــــ اس پہ آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور نکل کر یہ کہتے ہوئے چل دیئے۔ کہ عمر کے لئے تباہی ہے۔ اگر خدا اسے معاف نہ کرے۔ آدمی اپنے

پڑوسی سے چھپا کرتا تھا اور اب کہتا ہے۔ مجھے عمرؓ نے دیکھ لیا ___ یہ عبارت نزہتہ المجالس اردو جلد اول صفحہ ۳۰۱ سے نقل کی گئی ہے

اصولِ عینی

مشہور کتاب عینی میں یہ اصول وضع ہیں۔ اگر قول اور فعل میں تعارض اور تضاد ہے۔ تو فعل کی بجائے قول معتبر ہوگا۔ قول راجح ہوگا۔ قول پر عمل لازم ہوگا۔ فعل چھوڑ دیا جائے گا۔ اَلْقَوْلُ رَاجِحٌ وَالْفِعْلُ مَرْجُوْعٌ۔ قول راجح اور فعل مرجوح ہے۔ عند التعادض اختلاف کی شکل میں ___ تو اس صورت میں حضرت عمرؓ کے قول "اَیُّهَا النَّاسُ" الخ (جو اوپر گزر چکا ہے) کو فوقیت اور اولیت حاصل ہے۔ تمام علماء اور محدثین حضرت عمرؓ کے اس قول پر اتفاق کرتے ہیں۔ (مقامع البینہ وغیرہ)

متضاد روایات پر ایک نظر

۱۔ شبلی نعمانی نے ۱۷ھ میں نکاح کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر چار اور پانچ سال کے درمیان تھی۔

۲۔ مقامع البینہ میں بحوالہ مناقب السادات بحوالہ شرح مضاف واستیعاب میں منقول ہے کہ ۱۷ھ میں وَهِيَ اِبْنَةُ اَرْبَعٍ اِلٰی خَمْسٍ۔ یعنی وہ لڑکی بوقت نکاح چار اور پانچ سال کی عمر میں تھی۔

۳۔ حضرت عمرؓ کی زندگی میں آٹھ دس سال تک ان کے گھر رہیں۔ ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی بھی ہوئی بیٹا زید بالغ ہو کر فوت ہوا (تعلیم الدین شرح فقہ اکبر صفحہ ۴۸۰)

۴۔ حضرت عمرؓ کے بعد، عون، محمد، عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہم کے گھر یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں۔ اور فوت ہوئیں۔

۵۔ اَنَّ اُمَّ کُلْثُوْمَ بِنْتَ عَلِیٍّ وَابْنَهَا زَیْدًا وَقَعَا فِیْ یَوْمِ اُحُدٍ وَالْتَفَّتِ الصَّائِحَتَانِ وَلَمْ یُدْرَ اَیُّهُمَا هَلَكَ قَبْلُ وَلَمْ تُوَرَّثْ وَلَمْ یَرِثْهَا۔

خلاصہ مطلب یہ کہ حضرت اُم کلثوم بنت علی علیہ السلام اور ان کا بیٹا زید، دونوں جنگ احد کے دن فوت ہو گئے۔ اور رونے والیاں دونوں پر اکٹھا روئیں۔ یعنی دونوں کا سوگ اور ماتم ایک ساتھ ہوا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان دونوں میں سے پہلے کون فوت ہوا۔ تاکہ بعد میں فوت ہونے والا پہلے کا وارث قرار پاتا۔ پس ماں بیٹا ایک دوسرے کے وارث نہ بن سکے۔ اسلئے کہ ان کی موت کا تقدم و تاخر معلوم نہ ہو سکا۔

(مقامع البینہ بحوالہ دار قطنی (۴۵۹)

۶۔ (ام کلثوم) زَوْجُ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ وَمَاتَ عَنْهَا قَبْلَ بُلُوْغِهَا۔

(ام کلثوم زوجہ عمرؓ ابن الخطاب) اور حضرت عمرؓ قبل از بلوغت اُم کلثوم فوت ہو گئے۔

یہ دلائل پہلے بھی گزر چکے ہیں (زرقانی شرح مواہب صفحہ ۷/۹ (بحوالہ مقامع البینہ)

۷ - سنہ ۱۷ھ میں چالیس ہزار مہر پر نکاح ہوا ۔ (الفاروق ص ۱۹۲)

قارئین کرام! خدا کے لئے انصاف سے پوچھئے، ایمان سے دریافت کیجئے، کہ آیا یہ روایات قابلِ قبول ہیں یا نہیں۔ کیا ان میں سے کوئی بھی دو روایات آپس میں متفق نظر آتی ہیں۔ کوئی ذی عقل و شعور ایسی بے بنیاد روایات پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کر سکتا۔ بھانت بھانت کی بولیاں ہیں۔ کسی کے منہ پہ ہاتھ تو نہیں رکھا جاتا۔ جو جس کے جی میں آئی وہی درست۔ عطر آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید! سچی بات کا رنگ ہی اور ہوتا ہے۔ کہاں تک نوحہ خوانی کی جائے اور پیٹا جائے ان کو جنہوں نے ناموسِ رسالت ﷺ کی پرواہ کئے بغیر مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہوئے اسلام کا مذاق اڑایا۔ خدا کا خوف نہ رسولؐ سے شرم، گرمیٔ محشر کا خوف نہ احکامِ خداوندی کی پرواہ اور نہ اپنے انجام کی فکر۔ "بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"! بس جو کچھ ہے دنیا ہے قیامت کو دیکھا جائے گا۔ کوئی تاویل سوجھ جائے گی۔ یہ کیا مذاق ہے کبھی بلوغت سے قبل حضرت عمرؓ کی وفات اور کبھی دونوں ماں بیٹا احد کی لڑائی کے دن مر جاتے ہیں، کبھی سنہ ۱۷ھ میں ۴ سال کی عمر میں نکاح اور کبھی والدہ کے وصال سے تین سال بعد پیدائش ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ جیسے کہ گزشتہ صفحات میں نقل کر چکا ہوں۔ ایسے شعور اور عقل پہ رونا چاہیئے۔

یہ واقعہ بخاری شریف سے ثابت نہیں

صحابہ کرام اور اہل بیت کے گستاخ پھر ہر کر اور در در کی ٹھوکریں کھا کر بخاری کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن کامیابی نہیں ہوتی۔ دوسروں کے کندھے پہ بندوق رکھ کر چلانے سے تمغۂ جرأت نہیں مل سکتا۔ جھوٹ بولا تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ پر، غلط روایت منسوب کی تو بخاری سے" مخالفت کی تو اولادِ رسولؐ کی، خلاف ورزی کی احکامِ خداوندی کی، نقصان کیا تو اپنا، جھوٹ ہی بولنا تھا تو وہ بولا ہوتا جس پر سچ کا شبہ ہوتا۔ عقلمندوں نے کہا ہے" جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ میں کہتا ہوں یہاں تو جھوٹ کے سر کا بھی پتہ نہیں پاؤں کہاں؟۔

اگر بخاری کی کسی صریح روایت سے عقد ام کلثومؓ ثابت ہے تو اس کا ذکر کتاب النکاح میں ہونا چاہیئے تھا کہ کتاب الجہاد میں وہ بھی چادروں کی تقسیم کے موقع پر — عقل سے پوچھو اور ادراک سے کام لو شعور کا سہارا لو۔ ام کلثومؓ کے نکاح کا ذکر کتاب النکاح اور مناقب عمرؓ میں بھی نہ ہوا۔ اسماء الرجال میں بھی سکوت رہا۔

صحیح بخاری کا یہ موقع نہ تو نکاح کے لئے مناسب تھا اور نہ ہی اس سے عقد ام کلثومؓ کا کوئی پہلو واضح ہوتا ہے۔ امام بخاری جو صحابہ کے مناقب جمع کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے، حضرت عمرؓ جیسے صحابی کے مناقب میں عقد ام کلثومؓ کا ذکر کیوں نہ کرتے۔ کیا یہ واقعہ حضور علیہ السلام سے تقرب عظمت و فضیلت میں شامل نہ تھا؟ اور یہ مناقب کی ایک قسم نہ تھی؟ — چادروں کی تقسیم کے وقت ام کلثومؓ کا نام لینے والے صحابہ کا اشارہ تو اس طرف تھا کہ ام کلثومؓ آپ کے خیال میں اس بات کی مستحق ہیں کہ چادر ان کو دی جائے۔ لفظ عند لہ سے کسی طرح بھی مناکحت ثابت نہیں ہو سکتی اور نہ ہی منشاء شہود پر کبھی

ایسا ہے جو رُونما نہ واقع ہوا۔ اور نہ ہی عقلِ سلیم ایسے ہتک آمیز اور رسوا کُن عالم رشتے کو تسلیم کرتی ہے جس میں حضرات عمرؓ و علیؑ پر غیر شرعی حرکات کے الزامات لگائے گئے ہوں۔ پھر کمال یہ کہ اس آدمی کا نام تک معلوم نہیں جس نے حضرت عمرؓ کو ترغیب دلائی۔

روایات کے غلط ملط ہونے کی وجوہ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان روایات اور واقعات کے غلط ملط ہونے کی اصل وجوہ کیا ہیں؟ اور اتنے بڑے بڑے علمانے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جو اشاعتِ اسلام میں مخلص بھی تھے اور محتاط بھی۔

راقم الحروف کی رائے کا جہاں تک تعلق ہے مندرجہ ذیل وجوہ ان اسباب کی بنیاد ہیں جنہوں نے سچائی کا گلا گھونٹ کر حالات کو ابتر بنا دیا ہے۔ اور پھر اپنی اصل سے دور کا بھی واسطہ نہ رہا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کہنے والے نے کہا بلی ڈوب گئی" سننے والا شور مچانے لگ گیا" دِلی ڈوب گئی۔ نہ حالات کا جائزہ نہ واقعات کی تحقیق و تجسس بس جو کچھ سنا الٹا سیدھا آگے کو دھکیل دیا۔ یہ نہ سوچا کہ آیا ایسا ہونا مناسب یا غیر مناسب ہے یا صداقت و دیانت کے اصولوں سے بھی اسکا کوئی تعلق واسطہ ہے۔ بس بخاری کا نام سن لیا اور اس میں اختلاف کو منافی دین سمجھا اور آمین کر لی۔

دوسری بات یہ ہے کہ کئی لوگ عبارتوں کے معانی کو گھریلو سانچے میں ڈھال کر مطلب براری کرتے ہیں۔ جس مفہوم میں ان کا فائدہ ہوتا ہے۔ اسی کو بیان کرتے ہیں۔

لطیفہ

علامہ اقبال نے ایران میں ایک مترجم کی تقریر سنی۔ مجلس میں پڑھی گئی کتاب کی عبارت تھی "سکانِ ملاءِ الاعلیٰ بگریہ در افتادند" اور ترجمہ بھی یوں فرمایا "ملا الاعلیٰ کے کتوں نے بلی پر حملہ کر دیا۔" — عبارت کا اصل ترجمہ تو یوں ہے کہ ملا الاعلیٰ کے فرشتے رونے لگ گئے۔ مترجم نے سکان کو سگان اور گریہ کو گربہ پڑھا۔ ایسے ہی مفتی فساد کا باعث ہوتے ہیں۔ کہ علم کی کمی کی وجہ سے جو مسائل میں خرابی پیدا ہوتی ہے وہ جاہل کے ہاتھوں نہیں ہوتی۔ جاہل مطلق کو خوف آجاتا ہے لیکن نیم ملا خطرۂ ایمان ہونے میں کسی کو شک نہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ مال و دولت کی حرص اور لالچ بھی انسان کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے اور ایسی صورت میں احکام شریعت کی قطعاً پرواہ نہیں کی جاتی۔ امرائُ و سلاطین کے دسترخوانوں پر ریزہ چینی کرنے والے دنیا کی لالچ میں دین کی ہر بات کو بھول جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اچھے اچھوں نے بھی بعض اوقات ایسی حرکات کی ہیں کہ بیان کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ گذشتہ صفحات میں لکھ آیا ہوں کہ یزید بن عبدالملک نے چالیس علماء سے فتویٰ حاصل کیا کہ خلفاء آخرت کے حساب و کتاب سے مستثنیٰ ہیں۔ کس قدر غلط فتویٰ تھا جو احکام خداوندی سے براہِ راست متعارض تھا۔ اسی طرح معاویہ بن ابوسفیان نے ایک شاعر کو تین شعر پڑھنے پر تین لاکھ درہم انعام دیا تھا۔ ایک آدمی نے صرف تین سو درہم کے لالچ میں سیدنا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

کے دونوں ہاتھ مبارک گردن میں باندھ کر ابن زیاد کے حوالے کر دیئے تھے ـــــــ دور جانے کی ضرورت کیا ہے ابھی کل برصغیر میں مغلیہ خاندان کا عروج نصف النہار پر تھا۔ فیضی اور ابوالفضل نے دینِ الٰہی کی بنیاد رکھی اور اکبر خواہ مخواہ میں بدنام ہوا۔ دینِ الٰہی کے نام سے اختراع کرنے والے شیخ مبارک کے بیٹے اور ساتھ ہی مولوی عبدالنبی نعمانی تھا۔ اکبر تو چٹا ان پڑھ تھا۔ ٹھیک ہے کہ امورِ سلطنت کو اسنے جس اعلیٰ تدبر، ہوشمندی اور فہم و فراست سے انجام دیا اس کی مثال مغلیہ دورِ حکومت میں اور کہیں نہیں ملتی لیکن علم دین سے تو وہ بالکل بے بہرہ تھا۔ ایسی لاکھوں مثالیں اسلام کے ہر دور میں دیکھنے میں آتی رہیں۔ یزید بن معاویہ احکام شریعت کی علی الاعلان خلاف ورزی کرتا تھا لیکن اس کے حلقہ بگوش امیر المومنین کہتے تھکتے نہ تھے۔ خصوصاً اہل بیت کرام پر سب و شتم کی قبیح اور کافرانہ رسم کو اگر کوئی اجتہادی مسئلہ کہہ کر جان چھڑائے تو یہ اس کی بھول نہیں بلکہ خاندانِ نبوت سے صریح دشمنی ہے۔ جو شریعت میں قطعاً حرام ہے۔ دنیا پرست مُلّا دین فروشی کے کاروبار میں بہت پرانے ماہر اور مشاق ہیں ــــ اور ابھی نئی تکنیک سے تجربہ کاریاں شروع ہیں۔

چہارم یہ کہ بعض روایتیں یونہی مشہور ہو گئیں۔ جنکا واقعات اور تاریخی حالات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ کسی ایک نے چلا دی اور آگے کو چلتی رہی آنے والے لکیر کے فقیر بنے ہوئے مکھی پہ مکھی مارتے گئے نہ سچ سے محبت نہ جھوٹ سے نفرت ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔

پنجم یہ کہ بعض لوگوں کو ایسا خبط ہوتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ عالم ہونے کے گھمنڈ میں ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا قلم شترِ بے مہار کی طرح وادی جہالت میں چلکر کاٹتا رہتا ہے مگر راستہ نہیں ملتا۔ ان کی تحریروں میں تاریخی و تحقیقی غلطیاں خود رو گھاس کی طرح رونما ہوتی رہتی ہیں اور ان کے جبہ و دستار کا رعب لوگوں کے خیالات و اذہان پر کالی گھٹائیں بن کر چھایا رہتا ہے۔ ان کے فیصلوں پہ کوئی اعتراض کرے تو اپنی جان کی امان کیسے پائے اُدھر ان کے کسی فیصلے پہ اعتراض ہوا اُدھر فرسٹ ڈویژن میں کفر کی ڈگری بغیر حیل و حجت کے تھما دی۔ اقبال نے خوب کہا ہے۔ ع "دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد" چھٹی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ بغض و حسد اور تفرقہ بازی کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ فریق مخالف کو شکست دینے کی غرض سے حلال حرام کی چنداں پرواہ نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے قول و فعل سے پیچھے ہٹنے پر راضی ہوتے ہیں۔ یہ صورت سب سے زیادہ خطرناک اور ضرر رساں ہوتی ہے، چونکہ میں نے شیعہ سنی وغیرہ اختلاف کا ذکر کرنے سے یکسر گریز کیا ہے۔ ورنہ نفرت فریقین کی سینکڑوں مثالیں ایسی ہیں جن کا میں نے خود مشاہدہ کیا اسی طرح بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث کے اختلافات میں گھسنا بھی میرا مسلک نہیں ہے۔ ورنہ اس تحریر کی کوئی اور شکل ہوتی ــــ میرا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ احکام خداوندی کے مطابق خدا رسولؐ اور خاندانِ نبوت کی پیروی کی جائے ــــ غلط روایات کے واقع ہونے کی تصدیق کے سلسلے میں بحر الرائق کی عبارت بحوالہ ابن حجر مکی، علامہ ابن نجیم و محدث ہزاروی گزشتہ صفحات پر درج کر چکا ہوں۔ لہٰذا یہی وہ عوامل اور عناصر ہیں جو حقیقت کو چھپانے کے ذمہ دار اور اصل اسباب ہیں۔

کیا سبّ وشتم کی رسمِ اجتہاد تھا

اگر مندرجہ بالا متضاد روایات کے غلط ہونے میں کسی کو شک ہو تو اپنے حواس خمسہ کو قائم رکھ کر اس امر پر غور کرے کہ ارشاد نبوت تو یہ ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتل کرنا کفر ہے تو پھر وہ کون سی دینی ضرورت اور جواز تھا جس کے پیش نظر اہل بیت رسول ؐ پر سب وشتم کی قبیح اور مذموم رسم پوری ایک صدی تک جاری رہی۔

اُموی حکومت اگرچہ شروع میں جزوی حیثیت سے قائم ہوئی تھی تاہم جن علاقوں پر امویوں کی عمل داری تھی جمعہ کے دن تمام مساجد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ و دیگر حضرات خانوادۂ نبوت پر (معاذ اللہ) سبّ وشتم (گالی گلوچ) کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اگرچہ بعض لوگ جان بوجھ کر اس فعل قبیح سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اُموی مقبوضات کی تمام مساجد میں نماز جمعہ سے قبل خصوصاً مسجد نبویؐ میں منبر رسولؐ پر بیٹھ کر روضۂ رسولؐ کے سامنے حسنینؓ کریمین و دیگر اہل بیت کرام کو قریب بٹھا کر گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ کتب احادیث وتواریخ میں واضح ثبوت موجود ہیں۔

دوسری کتب احادیث کے علاوہ جامع ترمذی نے جلد دوم میں باب مناقب حضرت علیؓ میں بھی اس مذموم فعل کا ذکر کیا ہے۔ علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء ص ۲۴۷ (اردو) میں اس طرح نقل ہے۔

خلفائے بنی امیہ کا دستور رہا کہ وہ اپنے خطبوں میں حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کرتے تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے خلافت پر متمکن ہوتے ہی سختی سے اس کی ممانعت کر دی۔ اور اپنے عمال کو لکھا کہ ممالک محروسہ میں کہیں بھی ایسا نہ ہونے پائے۔ جو خلاف شان الفاظ ہیں۔ ان کی جگہ آیت "بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" الخ پڑھی جائے۔

سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَسَبَّنِیْ "جس نے علی کو گالی دی اس نے خود مجھے گالی دی۔" (ترمذی)

جب ایک مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ تو (معاذ اللہ) سلطان الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ کیسا ہوگا۔ یعنی اس کی برائی کی کیا حد ہوگی؟۔

اجتہاد کی گردان کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ امیر علیہ السلام کو گالیاں دینا کون سا اجتہاد تھا؟ اجتہاد کو غلط معنی کا لباس پہنا کر ناپاک فعل کو دین کا جزو بنانے والے کیسے مجتہد تھے۔

اجتہاد تو یہ ہے کہ کسی فقہی مسئلہ کے اختلاف کی صورت میں اپنی اپنی علمی بساط کے مطابق اپنی آراء کا تعین کرنا اور کسی فیصلہ تک پہنچنا ہے یہ کیا اجتہاد ہے کہ بدر میں مشرکین مکہ اور دشمنان رسول ؐ کو واصل جہنم کرنے والے مجاہد سے اس طرح انتقام لیا جائے کہ جمعہ کے خطبہ

سے پہلے سب وشتم کر لیا جائے شاید بعد میں کچھ لوگ اس شرمناک فعل میں شامل نہ رہیں۔ اجتہاد کی یہ صورت سراسر دین سے دشمنی اور گریز ہے۔ تبرا بازی ہے تو کس پر؟ جس نے بدر سے کر حنین اور طائف کے غزوات میں اتباع رسول کا حق ادا کر دیا۔ میں پوچھتا ہوں خاندان رسالت کے بغیر کسی اور پر سب وشتم نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ بغض اہلبیت اور نافرمانیِ رسول کو اجتہاد کہنے والے چلو پانی میں ڈوب مریں اور اپنے بُرے اور خطرناک انجام کا انتظار کریں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو حدیث روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے چہرہ انور کی زیارت کرنا عبادت ہے اور آج کا ملا حیدر کرار کے نام سے نفرت کرتا ہے۔ سوچا جائے تو جس کا روئے انور دیکھنا عبادت ہے اس کی اپنی عبادت کی کیا کیفیت و شان ہوگی۔؟

جب یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے تو عقد ام کلثومؑ کا توہین آمیز افسانہ کون سی مشکل بات تھی؟ یہی کچھ نہیں کعبۃ اللہ پر منجنیق کے ذریعے سنگ باری کرنا، غلاف کعبہ کا جلانا، فدیہ ذبیح اللہ کے سینگ نذر آتش کرنا بیت الحرم میں مسلمانوں کا خون بہانا، جنگ حرہ کا واقعہ اور مدینۃ الرسولؐ میں قتل و غارت اور بے حیائی کا بازار گرم کرنا شاید یہ سب کچھ ان کے نزدیک اجتہاد ہی تھا۔ عقد ام کلثومؑ کا جھوٹا واقعہ بھی ان مظالم کا ایک حصہ ہے۔ جو اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ روا رکھے گئے تھے۔ کوئی کہاں تک لکھے اور بیان کرے کہ شعائر اللہ کے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا ہے۔ یہ تمام شواہد و اثبات اس امر کے غماز ہیں کہ واقعہ ام کلثوم دشمنانِ صحابہ و اہل بیت نے مشہور کیا۔

ایک اور غلط فہمی

بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ حضرت عمرؓ اور حضرت ام کلثومؑ کی بیٹی تھیں۔ کس قدر مضحکہ خیز روایت ہے۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۳۲۹ میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ ام عاصم حضرت عمرؓ بن خطاب کی پوتی تھی۔ جوڑ توڑ کرنے والے ہر جانب سے پیوند کاری کے عمل میں مصروف ہیں لیکن سچائی کسی بھی مصنوعی طریقے سے چھپائی نہیں جا سکتی۔

امام شافعیؒ کا بیان

امام شافعیؒ کے نزدیک واقعہ ام کلثومؑ بعید از قیاس ہے۔ جیسے کہ شیخ سید شہاب الدین امام حرم نے رشفۃ الصادی (اردو) صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے۔

"حق یہ ہے کہ ذات باطلہ منافی ادب و اصول ہے۔ ایسی فریات اعدائے ملت کے دخل کی ایجاد ہے۔"

حضرت ام کلثومؑ صلوات اللہ علیہا کے بارے میں جس قدر متضاد اور غیر قیاسی روایتیں ہیں دوسرے کسی بھی واقعہ کے بارے میں اختلافات کا یہ پلندا نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جب بیسیوں روایات میں سے دو راویوں کی زبان میں بھی یکسانیت نہ ہو تو باقی جھوٹ ہی بچتا ہے۔

لہٰذا حالات و واقعات، روایت، درایت تاریخی اور فقہی دلائل اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت ام کلثوم کے عقد کا واقعہ فرضی اور دشمنان

صحابہ واہل بیت کے مخالفین کی تراش خراش کا نتیجہ ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ۔

اصول تاریخ ومؤرخین

اب تک تو تاریخ اور کتب فقہ کی روشنی میں فسانہ ام کلثومؑ پر بحث ہوئی ہے بہتر ہے۔ کہ ان مؤرخین کی باتیں سنیں جن کے حوالوں سے مصنوعی روایات کا جال پھیلتا چلا جارہا ہے

سب سے پہلے اس امر کی تحقیق کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں صف اوّل کے مؤرخین کون اور کس کس زمانے سے تعلق رکھتے تھے۔ حکمرانوں کے ساتھ ان کے تعلقات کیسے تھے، انہیں کیسا ماحول و معاشرہ ملا تھا۔ ان کی تصانیف میں حقیقت پسندی غالب تھی یا خود پسندی اور خوشامد پرستی کا دور دورہ تھا؟

شبلی کا بیان

شبلی نعمانیؒ نے الفاروق میں لکھا ہے کہ "معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں، ایک شخص عبید بن شربہ کو صنعا سے بلوایا۔ وہ شخص ماہر انساب و اخبار تھا، اس کو منشی اور محرر مہیا کئے گئے اور تاریخی حالات لکھنے کی ہدایت کی گئی۔ وہ شخص زمانۂ جاہلیت کے حالات و واقعات سے بہت واقف تھا۔ (شبلی)

ناظرین پر واضح ہو نا ضروری ہے کہ جس آدمی کو اتنے اہتمام سے بلایا گیا ہو گا اسنے اپنے میزبان اور محسن کا خیال کہاں تک نہ کیا ہو گا۔ غالباً زمانۂ اسلام کا پہلا مؤرخ یہی تھا۔

علامہ شبلی نے اس کے بعد عوانہ بن حکم المتوفی سنہ ۱۱۷ھ کا تذکرہ کیا ہے۔ اسنے عام تاریخ کے علاوہ بنوامیہ کی تاریخ و تعریف پر بڑے زور سے قلم چلایا، تعریفوں کے پل باندھ دیئے جو کہا لکھا۔ جو دل میں آئی لکھوایا۔ سنہ ۱۱۷ھ میں ہشام بن عبدالملک کے حکم سے عجم کی ایک نہایت اہم کتاب کا ترجمہ فارسی سے عربی میں کیا۔

اس کے بعد محمد ابن اسحٰق متوفی سنہ ۱۵۱ھ نے منصور عباسی کے لئے سیرت النبیؐ لکھی جو آج بھی موجود ہے ——— موسیٰ بن عقبہ متوفی سنہ ۱۴۱ھ نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغازی قلمبند کئے۔ موسیٰ نہایت ثقہ اور محتاط شخص تھے اور صحابہ کا زمانہ پایا تھا۔ اسلئے ان کی کتاب محدثین کے دائرے میں بھی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

اس کے بعد فن تاریخ نے نہایت ترقی کی اور بڑے بڑے نامور مورخ پیدا ہوئے۔ جن میں ابو مخنف کلبی واقدی زیادہ مشہور ہیں۔ ان لوگوں نے نہایت عمدہ اور جدید عنوانوں پر کتابیں لکھیں۔

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ المتولد سنہ ۲۱۳ھ المتوفی سنہ ۲۷۶ھ یہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے۔ محدثین بھی اس پر اعتماد و اعتبار

کرتے ہیں۔ تاریخ میں اس کی مشہور کتاب معارف ہے۔
راقم کہتا ہے کہ شبلی کو یہ یاد نہ رہا کہ الامامت والسیاست بھی تو ابن قتیبہ کی مشہور تصنیف ہے راقم کے پاس موجود ہے۔
محمد بن سعد الکاتب الواقدی۔ اگرچہ اس کا استاد واقدی ضعیف الروایت ہے۔ طبقات ابن سعد اس کی مشہور کتاب ہے۔
ابھی اوپر شبلی کا قول نقل کیا ہے کہ واقدی مشہور مؤرخ ہے اور تھوڑی دیر بعد اس کی روایات ضعیف نظر آنے لگیں۔ میں نہیں کہتا کہ شبلی نے غلط رائے قائم کی بلکہ وہ خود ہی اپنے پسندیدہ مؤرخ پر ضعف کی مہر ثبت کرتے ہیں۔ میرے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ مؤرخین میں سے ہر آدمی دوسرے کی نکتہ چینی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ درست ہے کہ درست اور نادرست میں امتیاز لازمی امر ہے ورنہ تنقید و انتقاد کا مفہوم غلط ہو کر رہ جاتا ہے۔
احمد بن یعقوب بھی مشہور مؤرخ ہے ـــــ احمد بن یحییٰ البلاذری متوفی ۲۷۹ھ ابن سعد کا شاگرد اور متوکل عباسی کا درباری تھا ـــــ طبری متوفی ۳۱۰ھ مسعودی متوفی ۳۸۶ھ ـــــ
بقول شبلی پانچویں صدی کے آغاز میں متاخرین کا دور شروع ہوتا ہے جو فنِ تاریخ کے تنزل کا پہلا قدم ہے۔ ابن اثیر، سمعانی، ابوالفداء، ذہبی اور سیوطی وغیرہ۔
علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ متاخرین نے بغیر سند کے حالات نقل کئے ہیں۔ مقریزی ابن خلدون کا شاگرد تھا۔
شبلی نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تاریخی واقعات میں باہر سے بہت کچھ ملا دیا گیا ہے۔ آگے لکھا ہے۔

واقعات کے جانچنے کے صرف دو طریقے ہیں۔ "روایت" اور "درایت"

روایت: سے مراد ہے، جو واقعہ بیان کیا جائے، اس شخص کے ذریعے سے بیان کیا جائے گا۔ جو خود اس واقعہ میں موجود تھا۔ اور اس سے لے کر آخر راوی تک روایت کا سلسلہ متصل بیان کیا جائے۔ اس کے ساتھ تمام راویوں کی نسبت تحقیق کیا جائے۔ کہ وہ صحیح الروایت تھے۔

درایت :- درایت سے یہ مراد ہے کہ اصول عقلی سے واقعہ کی تنقید کی جائے

ابنِ خلدون نے مقدمہ میں لکھا ہے — "خبروں میں اگر صرف روایت پر اعتبار کر لیا جائے۔ عادت کے اصول اور سیاست کے قواعد اور انسانی سوسائٹی کے اقتضا کا لحاظ اچھی طرح نہ کیا جائے اور غائب کو حاضر پر، اور حال کو گذشتہ پر نہ قیاس کیا جائے تو اکثر لغزش ہو گی۔"

ابنِ خلدون کے اس بیان کی تائید علامہ شبلی نے اس طرح کی ہے۔

علامہ موصوف نے تصریح کی ہے کہ واقعہ کی تحقیق کے لئے راویوں کی جرح و تعدیل سے بحث نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ فی نفسہٖ ممکن بھی ہے یا نہیں؟

کیونکہ اگر واقعہ کا ہونا ممکن ہی نہیں تو راوی کا عادل ہونا بے کار ہے۔ (الفاروق جلد اوّل ص ۱۷)

شبلی کی نظر میں

الفاروق جلد اول میں مرقوم ہے، ریاض النضرۃ محب طبری میں بھی حضرت عمرؓ کے حالات تفصیل سے ملتے ہیں۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کتاب کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے۔ لیکن اس میں نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف حدیثیں مذکور ہیں۔ اسلئے میں نے دانستہ اس سے احتراز کیا۔ واقعات کی تحقیق و تنقید کے لئے درایت کے اصول سے بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔ درایت کا فن اب ایک مستقل فن بن گیا ہے۔ اس کے اصول و قاعدے نہایت خوبی سے منضبط ہو گئے ہیں۔ ان میں سے جو اصول ہمارے کام آ سکتے ہیں۔ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ واقعہ مذکورہ اصول و عادت کی رو سے ممکن ہے یا نہیں؟

۲۔ اس زمانے میں لوگوں کا میلان عام واقعہ کے مخالف تھا یا موافق؟

۳۔ واقعہ اگر کسی حد تک غیر معمولی ہے تو اس کی نسبت سے ثبوت کی شہادت زیادہ قوی ہے یا نہیں؟

۴۔ اس امر کی تفتیش کہ راوی جس پیرایہ میں واقعہ ظاہر کرتا ہے، اس میں اس کے قیاس و رائے کا حصہ کس قدر شامل ہے؟

۵۔ راوی نے واقعہ کو جس صورت میں ظاہر کیا ہے، وہ واقعہ کی پوری تصویر ہے یا اس امر کا احتمال ہے کہ راوی اس کے ہر پہلو پر نظر نہیں ڈال سکا۔ اور واقعہ کی تمام خصوصیتیں نظر میں نہ آ سکیں۔

۶۔ اس بات کا اندازہ کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ راویوں کے طرز ادا میں کیا کیا تغیرات آئے؟

حضرت ام کلثومؑ تاریخ کے آئینے میں

الاصابہ

الاصابہ کے مصنف شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی العسقلانی لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے ام کلثومؑ سے رشتہ اور نکاح کی بات کی اور مطالبہ کیا تو فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ اَبْعَثُ اِلَيْكَ فَاِنْ رَضِيْتَ فَهِيَ اِمْرَاَتُكَ فَاَرْسَلَ بِهَا اِلَيْهِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقِهَا فَقَالَتْ لَهُ لَوْ لَا اِنَّكَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ قَطَعْتُ عَيْنَكَ (الاصابہ ص ۲۷۵ / ۸ الخمیس ص ۳۱۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا، میں ام کلثومؑ کو آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ اگر آپ راضی ہو جائیں تو وہ تمہاری زوجہ ہے۔ پس حضرت علیؑ نے حضرت ام کلثومؑ کو حضرت عمر کے پاس بھیج دیا۔ اور حضرت عمرؓ نے ام کلثومؑ کی پنڈلی کھولی، تو ام کلثومؑ نے کہا کہ اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں طمانچہ مار کر تمہاری آنکھ پھوڑ دیتی۔

الاصابہ کی اس روایت سے بھی وہی بات ظاہر ہو رہی ہے جو الشرف المؤبد اور دوسری کتابوں کے حوالجات سے ثابت ہو چکی ہے۔ کیا ابن خلدون اور شبلی کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق یہ روایت اور ایسی ہی دوسری روایات صداقت کے اعتبار سے دور کا واسطہ بھی رکھتی ہیں عقل تسلیم کرتی ہے نہ نقل تصدیق کرتی ہے کہ کبھی اعلیٰ درجے کے شرفا میں اتنا توہین آمیز رشتہ ہوا ہو۔ تین سو سال بعد میں آنے والے مورخین سنی سنائی اور بے سند روائیتوں سے کتابیں بھرتے رہے ہیں۔ اور آنے والے نقل پہ نقل کرتے چلے

ئے معترض کو موقع دیئے بغیر مجھے اس بات کا علم ہے کہ شبلی کے علاوہ طبری، کامل، البدایہ، المعارف، الخمیس، الاصابہ، اصول کافی، اور فروعِ کافی و دیگر کتب میں بتغیر الفاظ کسی نہ کسی رنگ میں اس فرضی نکاح کا ذکر ہے۔

جہاں سنی مذہب کی کتابوں میں بے سند روائتیں ہیں وہاں شیعہ کتب میں بھی شیعہ نما دشمنانِ اہل بیت نے محبان اہل بیت کا روپ دھار کر جا بجا ان بے سر و پا روایات کو نقل کرتے ہوئے قبیح افعال منسوب کئے ہیں۔ ان ذوات مقدسہ سے جن کی شان و عظمت اتنی ہی واضح ہے جتنا خود اسلام ہے کیسے کیسے کھیل کھیلے گئے ہیں۔

تحقیق و تجسس کا ہر آدمی کو حق حاصل ہے حق و باطل میں امتیاز لازم ہے۔ اگر مذہبی تفرقہ بازی کو بالائے طاق رکھ کر ایمان و عقل سے سوال کیا جائے تو تمام وہ روایات جو اس فرضی نکاح کی دلیلیں ظاہر کی جاتی ہیں۔ مبہم ہو جائیں گی۔ اور اس سارے افسانے کی قلعی کھل جاتی ہے۔ کبھی نابالغ بلوغت حضرت عمرؓ کی زنانت، کبھی جنگ احد کے دن ماں بیٹے کی وفات، کبھی سنہ ۱۷ھ میں جا بجا پانچ سال عمر، کبھی زید، عدی یا جعفر ابن طیارؓ کی موت اور کبھی ابن زیاد اور زید کی گفتگو بعد از واقعہ کربلا تحریر ہے۔ اس نکاح کے ثابت کرنے سے پس پردہ ایک ہی مقصد کارفرما ہے وہ یہ کہ ام کلثومؓ کا نکاح ثابت کر کے آئندہ کے لئے سادات اور غیر سادات کے امتیاز کو ختم کیا جائے۔ ورنہ ان کے ارادے اور مقاصد خاک میں مل جائیں گے اسکا واضح ثبوت یہ ہے کہ آئے دن اخبارات رسائل اور ریڈیو ٹی وی پر بڑی خوبصورتی سے فتوے دیئے جاتے ہیں۔ ہیں یہ جو ہوں سید اور غیر سید میں کچھ فرق نہیں تو پھر ان فتوؤں اور کھود کرید کا کیا مقصد ہے؟ ایک طرف قرآن و حدیث ہے اور ایک طرف بے سند و بے سر و پا روائتیں۔

ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم یہ تحقیق کریں کہ روایت و درایت کے اعتبار سے یہ تحریریں اور تاریخی شواہد کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ جب کہ ہمارے ہاں صرف اس واقعہ کو تسلیم کیا جاتا ہے، جو روایت اور درایت کے اعتبار سے قابلِ یقین ہو۔ جس کے واقع ہونے کے لئے اس زمانے کا ماحول ساز گار ہو، مذہبی رکاوٹیں دامنگیر نہ ہوں، قریب ترین کی معتبر و ثقہ شہادتیں موجود ہوں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان خبروں میں تضاد نہ ہو جو اس واقعہ سے متعلق ہوا کرتی ہیں۔

اسی طبری کی ایک اور روایت جس کو علامہ شبلی گواہ بناتے ہیں۔ طبری کا بیان ہے۔

ایک حیران کن واقعہ

ایک قاصد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ام کلثومؓ ہمارے لئے کھانا لاؤ۔ ام کلثومؓ نے روغن زیتون کے ساتھ ایک روٹی بھیجی جسکے درمیان میں بغیر پسے نمک کی ایک ڈلی بھی تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ام کلثومؓ تم باہر

اگر ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ انہوں نے کہا میں سن رہی ہوں کہ ایک اجنبی آدمی آپ سے باتیں کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک آدمی ہے جو ہمارے شہر کا باشندہ نہیں۔ (طبری ص ۲۳۷/۳)

ناظرین کرام اب ذرا غور فرمائیے گا۔

ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ پردہ کی آیت حضرت عمرؓ کی رائے پر نازل ہوئی تھی۔ میں کہتا ہوں چاہئے حضرت عمرؓ کی رائے پر پردہ کا حکم نازل ہوا جس طرح بھی ہوا پردہ کا شرعی وجود موجود نافذ العمل ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ اپنی زوجہ کو ایک غیر محرم کے ساتھ کھانے میں شامل ہونے کے لئے اصرار فرما رہے ہیں۔ عقل تسلیم کرتی ہے نہ اسلام اجازت دیتا ہے۔ اگر یہ حالت حضرت عمرؓ کی ہے تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ کہنا پڑے گا نہ حضرت عمرؓ نے ام کلثومؑ بنت علیؑ سے نکاح کیا نہ انہوں نے غیر محرم مرد کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے بلایا اور نہ ہی ام کلثوم نے اجنبی کے ساتھ کھانا نہ کھانے کا ذکر کیا۔

اب دو راستوں سے ایک کو اختیار کرنا پڑے گا۔ یا یہ تسلیم کر لیا جائے کہ (معاذ اللہ) پردہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے جبھی تو حضرت عمرؓ اپنی منکوحہ کو ایک غیر آدمی کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کے لئے اصرار فرماتے تھے۔ اگر پردہ فرض اور احکام شرعی میں سے ایک ہے تو پھر حضرت عمرؓ پر یہ الزام کس لئے لگایا جا رہا ہے کہ بے حجابانہ اجنبی کے ساتھ بیٹھ کر اپنی زوجہ کو کھانا کھانے کے لئے بلاتے ہیں۔

حضرت عمر کی یہی خدمت اور تعظیم کرنا تھی؟ کبھی غیر محرم لڑکی کی پنڈلی سے کپڑا ہٹاتے ہیں، کبھی چھاتی سے لگاتے ہیں اور کبھی بوسے لیتے ہیں۔ جتنے افعال اور حرکات کو عقد ام کلثوم کے سلسلے میں حضرت عمرؓ سے منسوب کیا جا رہا ہے تمام شرمناک اور غیر شرعی اور غیر مہذب ہیں۔

علامہ شبلی کا بیان ہے کہ ابن قتیبہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے۔ محدثین بھی الامامت والسیاست و معارف اس کے اعتماد و اعتبار کے قائل ہیں۔" (الفاروق ص ۱۸)

اگر ابن قتیبہ ایسے ہی نامور اور قابل اعتبار مصنف ہیں۔ اور ان کی ہر روایت بلا چوں و چرا تسلیم کئے جانے کے قابل ہے۔ تو بسم اللہ! اسی مصنف کی دوسری کتاب الامامت والسیاست بھی تو انہی ہاتھوں سے لکھی ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل روایت کو تسلیم کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے جب کہ وہ محدثین کا مستند مؤرخ اور مصنف ہے۔

مذکورہ کتاب میں نقل ہے۔

"خلافت ابوبکر کے موقع پر ان کے حواریوں اور حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حضرت علیؑ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

قَالُوْا وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ نَضْرِبُ عُنُقَکَ۔

خدا کی قسم اگر آپ نے ابوبکرؓ کی بیعت نہ کی تو ہم تمہاری گردن اتار دیں گے۔

حضرت علیؑ نے جواب میں فرمایا۔

اَتَقْتُلُوْنَ عَبْدَ اللّٰہِ وَاَخَا رَسُوْلِہٖ ؟

کہ تم خدا کے بندے اور اس کے رسولؐ کے بھائی کو قتل کرو گے؟

قَالَ عُمَرُ اَمَّا عَبْدُ اللّٰہِ فَنَعَمْ وَاَمَّا اَخُوْ رَسُوْلِہٖ فَلَا۔

حضرت عمرؓ نے کہا خدا کا بندہ تو ہمیں تسلیم ہے، مگر رسول خدا کا بھائی ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے۔ (الامامت والسیاست جلد اول ص ۱۲) اسی کتاب میں حضرت فاطمہؑ کا گھر جلانے کی دھمکی بھی ہے۔ اور ناراضگی کا ذکر بھی۔

ناظرین کرام! مندرجہ بالا روایت فریقین کے درمیان جھگڑے اور مخاصمت کا باعث بنتی ہے میں نے اسے صرف اس لئے نقل کیا ہے کہ اگر ام کلثوم کے مصنوعی عقد کی دلیل صرف کتب تواریخ ہیں تو پھر اس عبارت کو بھی بلا حیل وحجت ماننا پڑے گا۔ یا یہ منادی نہ ہوگی کہ یہ معتمد اور نامور مصنف ہیں۔

ابنِ قتیبہ کی دوسری روایت

کیا علامہ ابن قتیبہ دینوری کی کتاب میں یہ عبارت مرقوم نہیں ہے کہ جب شیخین نے خاتونِ جنت سے اپنے کئے کی معافی مانگی تو حضرت سیدہ صلوات اللہ علیہا نے فرمایا

فَاِنِّیْ اُشْہِدُ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ انکما اسخطتمانی وما رضیتمانی ولئن لقیت النبیّ لاشکونکما الیہ۔ (الخ)

اسی روایت میں حضرت سیدہ کے گھر کو جلانے کی دھمکی بھی ہے (الامامت والسیاست ص ۱۲)

یعنی میں خدا اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا۔ اور راضی نہیں کیا۔ اور جب میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گی تو ان کی خدمت میں تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ (بحوالہ صدر)

اگر عقد ام کلثوم لڑکے سیدہ سے چند فقرات سے ثابت ہوتا ہے جب کہ مصدقہ سند ہے نہ روایت۔ تو لیجئے ایسی تمام عبارتوں، روایتوں اور تحریروں پر اعتماد کیجئے۔

ابن جریر طبری نے لکھا ہے۔

طبری کی روایت

حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مُغِیْرَۃَ عَنْ زِیَادِ بْنِ کُلَیْبٍ قَالَ اَتٰی عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْزِلَ عَلِیٍّ وَفِیْہِ طَلْحَۃُ وَالزُّبَیْرُ وَرِجَالٌ مِنَ الْمُہَاجِرِیْنَ فَقَالَ

والله لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ (طبری ص ۱۹۸/۳)

زیدبن کلیب کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کے گھر آئے اور اس وقت ان کے گھر میں حضرت طلحہؓ زبیر اور کچھ مہاجرین تشریف فرما تھے حضرت عمرؓ نے ان سے کہا خدا کی قسم میں تمہارے گھر کو آگ لگا دوں گا یا پھر تم ابوبکر کی بیعت کرو۔ ایسی ہی روایت الامامۃ والسیاسۃ میں بھی ہے۔

ناظرین کرام! اس طرح کی روائتیں نقل کر کے میں شیعہ سنی اختلافات کے جال میں پھنسنا نہیں چاہتا اور نہ ہی میرا قلم فریقین کے اختلافی مسائل کو ہوا دینے کے درپے ہے۔ مخالفت ہے تو ایسے گروہ کی جو اہل بیت کی شان جلیلہ پر پردہ ڈالنے اور مساوات کا ڈھنڈورا پیٹتے تھکتا نہیں حضرت ام کلثوم کے بارے میں ایسے لوگوں نے بھی مصنفین میں کھڑا ہونے کی ٹھانی جن کو اپنے نسب کی بھی خبر نہیں کہ ان کا باپ کون ہے؟ انشاءاللہ صحیح معلومات حاصل کر کے ان بزدلوں کی اوقات کو طشت ازبام کروں گا۔ اپنی نوعیت کا یہ پہلا واقعہ ہے جس کی تمام روایات متعارض اور متصادم ہیں۔ کوئی ایک روایت بھی دوسری کا ساتھ نہیں دیتی۔ یہ سب کچھ ناقلین کی بے احتیاطی اور خودغرضی کا نتیجہ ہے۔ یہی طبری، اصابہ وغیرہ کی روایات ہیں۔ جنہوں نے فریقین کو باہم دست وگریباں کر رکھا ہے۔ (کچھ بڑی بات نہ تھی۔ جو ہوتے مسلماں بھی ایک)

اختلافات کی خلیج یہاں تک حائل ہے کہ ہر مؤرخ و محدث اپنے ہم مشرب پر بے اعتباری کا اظہار کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی شخصیت سے کون ناواقف ہے۔ ان کی تصانیف کی افادیت کس پر واضح نہیں لیکن علامہ شبلی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیف ازالۃ الخفا پر قطعاً اعتبار نہیں کیا۔ اب سوچنا یہ ہے کہ دینی خدمات کے لحاظ سے شبلی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی میں کس قدر فرق ہے۔ شاہ ولی اللہ کی شخصیت کو مسلمانوں کا ہر فرقہ عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جبکہ شبلی ایک مؤرخ کی حیثیت سے شناخت کیا جاتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ شبلی کی اپنی تصانیف میں ایک ہی واقعہ کے بارے میں بعد المشرقین ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس کسی نے بھی عقد ام کلثوم کا ذکر کیا ہے، اس نظریئے سے کیا ہے کہ آل رسولؐ کے وقار کو کم کر کے دکھایا جائے۔ عقلی اور نقلی دلائل کی کمزوری ہر قدم پہ دکھائی دیتی ہے۔

روایات کی صحت کا معیار صرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ بڑی بڑی ضخیم کتابیں ہوں ان میں جو کچھ ہو درست۔ البتہ جو چیز واشگاف الفاظ اور جست فقرات میں سامنے آتی رہی ہے وہ اہل بیت کی مخالفت اور اخفائے حال ہے۔ علماء کے باہمی اختلافات نے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور معلوم نہیں کہ مستقبل میں ان اختلافات سے اسلامی اقتدار کو کتنا فائدہ ہوگا؟ غزوۂ بدر سے لے کر تا ہنوز بنو ہاشم سادات کرام کے خلاف محاذ قائم چلا آرہا ہے۔ امویوں نے فرق چھوڑا نہ عباسیوں نے کسر رکھی۔

ایک طرف تو واقعہ قرطاس، فدک اور سقیفہ بنی ساعدہ کے ثبوت بخاری میں موجود ہونے کے باوجود چشم پوشی کا عمل جاری ہے۔ تو

دوسری جانب واقعہ عقد ام کلثوم جس کا بخاری میں کوئی ثبوت ہی نہیں۔ بخاری کا نام لے کر سند فراہم کی جا رہی ہے۔ حالانکہ بخاری میں ام کلثوم کے اس فرضی عقد کا نام تک نہیں۔

تاریخی تجزیہ

ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ عقد ام کلثوم ۱۷ھ میں وقوع پذیر ہوا جبکہ اسوقت ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی۔ جیسے کہ طبری، البدایہ والنہایہ، ابوالفدا اور الفاروق وغیرہ میں منقول ہے۔

اور یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ حضرت سیدہ بتول زہرا صلوات اللہ علیہا کی وفات حسرت آیات ۱۱ھ میں واقع ہوئی۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔

اگرچہ حضرت ام کلثوم کی صحیح تاریخ پیدائش پردۂ اخفا میں ہے اور اسی طرح وفات کی تاریخ بھی غیر معلوم ہے۔ تاہم بعض ناقلین نے تاریخ پیدائش ۶ھ اور بعض نے ۸ھ ہجری لکھا ہے جیسے کہ مضمون کے آغاز میں آغا اشرف وغیرہ کے حوالے سے لکھ چکا ہوں۔

اگر ۶ھ ہجری تاریخ پیدائش تصور کی جائے تو ۱۷ھ ہجری میں ان کی عمر بارہ سال بنتی ہے۔ اگر ۹ ہجری متصور ہو تو بھی ۱۷ھ میں نو سال عمر بنتی ہے۔ لہٰذا ہر دو صورتوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ جواب کہ اِنَّھَا صَغِیْرَۃٌ وہ تو بہت چھوٹی بچی ہے، غیر قیاسی اور نہ ماحول سے مختلف ہے کیونکہ نو سال کی عمر میں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہو چکی تھی۔

کچھ بھی ہو ۱۷ھ میں حضرت ام کلثوم پر شرعی اعتبار سے پردہ کے تمام احکام عائد ہو چکے تھے۔ پھر آپ کسی بدوی گھرانہ کی بیٹی نہ تھیں خانوادۂ نبوت کی چشم و چراغ تھیں۔ شریعت نے اس گھر میں جنم لیا۔ اتقا اور پرہیزگاری اس گھر کی لونڈی تھی۔ تو ایسے میں بغیر نکاح ایک جوان لڑکی کو حضرت عمر کا گود میں بٹھانا، پنڈلی کھولنا، چھاتی سے لگانا، مسلمان تو ایک طرف وہ غیر مسلم بھی تسلیم نہیں کر سکتے جو اہلِ اسلام کے زرین اصول سے متعارف اور واقف ہیں۔ اور نہ ہی والدین کی غیرت برداشت کرتی ہے۔ اگر اس فرضی نکاح کی تشہیر ہی مقصود تھی تو ان قبیح اور شرمناک حرکات کا ذکر کئے بغیر بھی مصلحت آمیز جھوٹ بولا جا سکتا تھا۔ بھلا ان حرکات کا ذکر کر کے حضرت عمرؓ کی کیا خدمت اور عزت کی، اور حضرت علیؑ کا مقام امامت کیا رہا؟ —— علم کی رہنمائی عقل کے بغیر غیر ممکن اور خلاف فطرت انسانی ہے۔ ہر نوشتۂ تحریر جو عقل کی کسوٹی پر غیر معیاری ہے۔ قابلِ قبول نہیں۔ نہ ہی معاشرہ اسے قبول کرتا ہے۔

"اگر گفتہ را باز گویم رواست" جیسے کہ پہلے بھی مختلف مقامات پر لکھ چکا ہوں کہ افترا پردازوں نے حضرت عمرؓ سے جو حرکات منسوب کی ہیں ان کو تو ایک بے دین آدمی بھی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت شریف سے بہرہ ور اور مشاہیر اسلام میں سے شمار کئے جانے والے حضرت عمرؓ ایسی شرمناک اور قبیح حرکات کے مرتکب ہوں اگر آیت پردہ حضرت عمرؓ کی رائے پر

اتری تھی تو حضرت عمرؓ نے ام کلثوم کے ساتھ مذکورہ حرکات عمل میں لاکر احکام قرآنی کی (معاذ اللہ) کیوں خلاف ورزی فرمائی کہ گیارہ بارہ سال کی جوان لڑکی کے ساتھ وہ حرکات کرتے ہیں جو احکام خداوندی کے بموجب قطعاً حرام ہیں۔ اور وہ حرکات نہ صرف اسلامی روایات و اقدار کے منافی ہیں بلکہ کسی بھی مذہب ملت میں بنظر حقارت دیکھے جانے کے قابل اور قابلِ صد نفرین ہیں۔

ان روایات کو اچھالنے والے کسی شریف کو اس کی بیٹی کے پسند کرنے کا مشورہ اور پیغام تو دے کر دیکھیں کہ اگر پسند آگئی تو نکاح کر لیا جائے گا۔ پھر دیکھو تماشا کیا ہوتا ہے شہر بھی نہ چھوڑنا پڑے تو کہنا۔ اپنی توہین تو تل بھر بھی گوارا نہیں لیکن وہ ہستیاں جن کے زرین اصولوں پر دین کی اساس قائم ہے ٹھہر کے پر جتنی بھی نظر نہیں آتیں۔

فتوے دینے والو! اگر یہی اسوۂ رسول اور اتباع رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے تو پھر تم جانو اور تمہارا دین، انتظار کرو اس دن کا جب ہر بات کا حساب دینا ہوگا۔

حضرت عمرؓ کے عقد میں آنے والی امِ کلثومؓ کون تھی؟

آیئے تاریخ کے خفتہ و پوشیدہ اوراق سے پوچھتے ہیں کہ ام کلثومؓ بنت علیؑ پر تو بہت کچھ قارئین و ناظرین تک پہنچا چاہے اسمیں کچھ صداقت تھی یا نہ تھی۔

اب ہم تاریخ سے اُس ام کلثومؓ کا پتہ پوچھتے ہیں جو حضرت عمرؓ کے نکاح میں آئی اور مؤرخین کی بے احتیاطی اور بے اعتنائی کا شکار ہو کر باعث بحث و تمحیص ہوئی۔ تاریخی شواہد اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں آنے والی صغر سن ام کلثومؓ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی تھیں۔ جن کی والدہ کا نام حبیبہؓ بنت خارجہ ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل عبارات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اُمُّ کُلْثُومْ بِنْتُ اَبُوبَکْرٍؓ اُمُّهَا حَبِیْبَةُ بِنْتُ خَارِجَہ وَوَضَعَتْهَا بَعْدَ مَوْتِ اَبُوبَکْرٍؓ

(الاصابہ ص $\frac{۴۶۹}{۴}$)

ام کلثومؓ بنت ابوبکرؓ کی والدہ حبیبہ بنت خارجہؓ ہے جسے اسنے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد جنم دیا۔

۲ —— وَخطیب ام کلثوم بنت ابی بکر وھِیَ صغیرۃ وَاَرسل فیھا اِلیٰ عائشۃ تَرمنین عَنْ امیر المؤمنین قَالَتْ نَعَمْ اِنہٗ خشن العیش شدید شدید النِّسَاءِ

حضرت ام کلثوم بنت ابوبکرؓ جب کہ وہ کم سن تھیں حضرت عمرؓ نے ان کے نکاح کے لئے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک آدمی بھیجا تو حضرت عائشہؓ نے ام کلثومؓ سے مشورہ کیا۔ مگر ام کلثومؓ نے انکار کر دیا جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا، تم امیر المومنین سے راضی نہیں ہو۔ انہوں نے جواب دیا، ایک تو وہ تنگ دستی کی زندگی بسر کرتے ہیں، دوسرے عورتوں پر سختی روا رکھتے ہیں۔ (طبری ص ۲۲/۳)

۳۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کو جب ام کلثومؓ کے نکاح کی بابت کہا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ابھی بالکل بچی ہے اور انکار کر دیا۔ تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ سے ملے تو کہا کہ آخر مجھے کیا ہو گیا ہے کیا میں کسی بیماری کا شکار ہوں؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں نے حضرت علیؑ سے ام کلثومؓ کا رشتہ طلب کیا مگر انہوں نے انکار کر دیا — خدائے ذوالجلال کی قسم میں تم سے زمزم واپس لے لوں گا۔ اور تمہارے لئے عزت کا کوئی مقام نہیں چھوڑوں گا۔ اور حضرت علیؑ پر گواہ کھڑے کر کے ان پر چوری کا الزام لگا کر ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دوں گا۔

یہ سن کر حضرت عباسؓ حضرت علیؑ کے پاس تشریف لائے، تمام گفتگو سنائی اور کہا، ام کلثومؓ کا معاملہ میرے سپرد کر دیجئے۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ (اصول کافی ص ۱۴۱/۲)

[redacted]

بخوف طوالت میں نے صرف اردو ترجمہ حوالہ قلم کیا ہے۔

اوپر نقل شدہ الاصابہ کی روایت سے ایک نئی اور قرین قیاس بات سامنے آئی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ منسوب ام کلثوم حضرت ابوبکرؓ کی وہ بیٹی تھی جو اپنے والد کی وفات کے بعد تولد ہوئی۔ البتہ یہ بات قابل یقین ہے کہ وہ بچی حضرت علیؑ کے زیر کفالت رہی۔ اس امر کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ ام کلثومؓ حضرت اسما بنت عمیسؓ کی بیٹی تھی۔ حضرت اسماؓ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے نکاح میں آ گئی تھیں، ظاہر ہے کہ اس صورت حال میں وہ حضرت علیؑ ہی کی کفالت میں آنا مناسب تھیں۔ جب کہ حضرت علیؑ یوں بھی یتیموں بیواؤں اور مساکین کے مربی تھے۔ نیز حضرت اسماؓ بنت عمیس آپ کے عقد میں تھیں۔

طبری کی روایت سے بات کافی صاف اور واضح ہو جاتی ہے حضرت عائشہؓ کا یہ سوال کرنا کہ اے ام کلثومؓ تم امیر المومنین کو کیوں ناراض کرتی ہو۔ ان کی رغبت کیوں نہیں رکھتی ہو۔ ام کلثومؓ نے جواب دیا کہ میں دو وجوہ سے مطمئن نہیں ہوں۔ ایک تو حضرت عمرؓ تنگدستی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ دوسرے ان کا رویہ عورتوں سے سخت ہے۔ یعنی عورتوں سے سختی کرتے ہیں۔

اصول کافی کی روایت سے بھی طبری کی طرح اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت بی بی عائشہؓ کی تنبیہ بطور بڑی بہن کے تھی۔ نیز حضرت عباسؓ کا یہ کہنا کہ ام کلثومؓ کا معاملہ میرے سپرد کر دیجئے، اس امر کی واضح شہادت ہے کہ اگر یہ ام کلثومؓ حضرت علیؑ کی بیٹی ہوتی

تو حضرت علیؑ بے اختیار تر نہ تھے کہ حضرت عباس ان کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر رشتے کا کام اپنے ذمہ لیتے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ام کلثومؑ بنت علیؑ نام کی کوئی لڑکی حضرت عمرؓ کے نکاح میں نہیں آئی۔

اصولِ کافی کی روایت سے ایک اور دلیل سامنے آتی ہے وہ یہ کہ ایک طرف تو ام کلثومؑ بنت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کی تنگدستی کا ذکر کرتی ہیں اور دوسری جانب علامہ شبلی اور ان کے اساتذہ فرماتے ہیں کہ ام کلثومؑ بنت علیؑ کا نکاح چالیس ہزار مہر پر منعقد ہوا جو شخص چالیس ہزار مہر دے سکتا ہے اسکے بارے میں یہ کہنا کہ عُسرت اور تنگی کا شکار ہے درست نہ ہوگا۔ اگر حضرت عمرؓ نے چالیس ہزار درہم یا دینار اپنے پاس سے دیئے تو وہ امیر ترین تھے۔ اگر انہوں نے قرض برداشت کیا تو یہ حضرت عمرؓ کی فطرت کے خلاف تھا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ سارا قصہ خانہ ساخت ہے۔ لیکن پلان بنانے میں کئی خامیاں رہ گئی ہیں جو واقعہ کے نہ ہونے کی روشن دلیلیں ہیں۔ میرے خیال میں اس دوسری ام کلثومؓ کا نام بھی فرضی روایت سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے حکم نافذ فرمایا تھا کہ صرف ہم عمر مرد عورت کی مناکحت ہو سکتی ہے۔ اگر معترض یہاں بھی کوئی مثال دے کر حضرت عمرؓ کے اس حکم کی تردید کے لئے تیار ہو تو اس کی مرضی۔ بہر حال اس واقعہ نے حضرت علیؑ اور عمرؓ کی بہت تعظیم اور خدمت کی ہے خود مولوی شبلی نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی ایک اور بیوی کا نام بھی ام کلثوم تھا مختصر یہ کہ تاریخی کتابوں کی غلطیاں اور ان کے مصنفین کی مسلسل بے احتیاطیاں فرضی افسانوں کا موجب ہیں۔ تاریخ کی بنیاد ہی دشمنانِ اہل بیت کے قلم سے ہوئی انہوں نے ہر وہ کہانی گھڑلی جو خاندان نبوتؐ کی (معاذ اللہ) تحقیر کا باعث بن سکتی تھی جنہوں نے پہلے بغض اہل بیت کے اصولوں کو اپنایا انہوں نے اپنے کئے کا بدلہ پالیا ہوگا۔ جواب کم رہے ہیں۔ وہ اپنے وقت کا انتظار کریں۔ خدا کی لاٹھی بے آواز اور اس کی گرفت سخت ہے۔

حضرت علامہ محدث ہزاروی کا بیان

قبلہ محدث ہزاروی حضرت سیدہ زینب اور حضرت سیدہ ام کلثوم صلوات اللہ علیہا کے بارے میں لکھتے ہیں :-

ہر دو دختران پاک کے عقد، پسران حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنھم سے ہوئے۔ تبرائیوں کی کافیوں (اصول کافی) سے حضرت ام کلثومؑ کے متعلق ہمارے بعض لوگوں کی بھی بعض تحریرات تقریرات میں یہ تبرائی افتراء بلا تحقیق منقول محض ہے۔ اصل وبے سند طور پر ہوا کہ حضرت عمرؓ نے ان سے خواہ مخواہ عقد کیا جبکہ ان کی اپنی عمر ۵۸ ۔ ۶۰ کے درمیان تھی۔ اور اس دختر کی عمر چار پانچ سال کے مابین تھی، اور اس میں وہ خرافات وافتراء ہیں کہ ادنیٰ مسلمان ان کو روا نہ رکھے۔ اور ہمارے حضورؐ کے صحابہ کرامؓ کی شان رفیع تو ان سے ارفع واعلیٰ

ہے۔ یہ ایک قسم کا درپردہ تبرائے ناپاک ہے۔ اس کی بھی تردید کرنا لازم نہ کہ تقلید و تشہیر۔ اس پر ہماری ایک کتاب مستقل تصنیف "دفع البترا بنقض الافتراء" ہے۔ (جامع الخیرات ص ۳۱۰)

الاصابہ اور الخمیس کی روایات

الاصابہ جلد ہشتم ص ۲۷۵ اور الخمیس جلد دوم ص ۳۱۸ میں ایک ہی مضمون کی دو روائتوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت ام کلثومؓ کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرات عون و عبداللہ پسران جعفر رضی اللہ عنہم سے ہوا اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی زندگی ہی میں حضرت ام کلثومؓ کا انتقال ہو گیا۔

نوٹ

ناظرین بخوبی غور فرما سکتے ہیں کہ ان روائیتوں کا معیار کیا ہو سکتا ہے جبکہ نہ تو انہوں نے اپنے زمانے میں یہ واقعہ ہوتا دیکھا نہ راویوں کا اتصال و انقطاع ملحوظ خاطر رکھا اور نہ ہی عقلی دلائل ان حالات سے اتفاق کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مصنفین نے یہ زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ راویوں کا اتا پتا معلوم کر کے روایت کو پرکھنے کی کوشش کریں۔ یہی حال علامہ شبلی نعمانی کا ہے۔ حالانکہ انہوں نے خود لکھا ہے۔ کہ واقعہ کی تحقیق کے لئے پہلے راویوں کی جرح و تعدیل سے بحث کرنی چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ فی نفسہ ممکن بھی ہے یا نہیں کیونکہ اگر واقعہ کا ہونا ممکن ہی نہیں تو راوی کا عادل ہونا بے کار ہے۔"

ان اصولوں کی روشنی میں ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ روایت کی تحقیق میں ان مسّلمہ قواعد و ضوابط کو بروئے کار لائیں جو بین الفریقین قابل اعتبار و مسلّم ہیں۔ تو کہنا پڑتا ہے کہ روایت اور درایت کے اعتبار سے یہ واقعہ دشمنانِ اہل بیت کا گھڑا ہوا ہے جس کی صدیوں پرورش اور حفاظت ہوتی چلی آرہی ہے۔ شبلی زوردار الفاظ میں کہتے ہیں کہ "سب سے بڑھ کر صحیح بخاری میں بھی ایک ضمنی حدیث میں تصریح موجود ہے"۔ اچھی تصریح ہے لفظ عِندَہٗ کے معنی نکاح بنا لیا، اس طرح تو اسی حدیث میں اس شخص کے بارے میں لفظ عندہٗ استعمال ہوا ہے اسکے معنی بھی نکاح ہوں گے؟ لفظ عندہٗ قرآن و حدیث اور لغات عرب میں انسان سے لے کر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے لئے بولا جاتا ہے، اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ لیکن جب عقل کسی طرح اس افسانوی عقد کو تسلیم ہی نہیں کرتی تو نوشتہ تحریر کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے "علم" کا مفہوم ہی یہی ہے کہ انسان ہر چیز کو عقلی دلائل سے اس طرح جان لے جیسی وہ ہو۔ لہٰذا یہ بحث بے کار ہے کہ حضرت عمرؓ نے قرب بارگاہ نبوت کے لئے یہ عقد کیا۔ کیا حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ حضور علیہ السلام کی زوجہ نہ تھیں؟ کیا حضرات سلیمان فارسی، مقداد، ابوذر غفاری اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم نے بھی رشتہ کے توسل سے قرب بارگاہِ نبوت حاصل کیا تھا؟ جن کے بارے میں امام ترمذی

نے حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو ان اکابر صحابہ کرام سے محبت فرمانے کا حکم فرمایا ہے، فضائل اہل بیت میں یہ حدیث نقل کر چکا ہوں۔ "شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات"

فروعِ کافی سے استدلال

بعض ناخواندہ اور نیم حکیم خطرۂ جان و نیم ملا خطرۂ ایمان فروع کافی سے ایک ٹکڑا عبارت کاٹ کر بڑے طمطراق اور دلیری سے بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔

بیان یوں کیا جاتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے حضرت ام کلثومؓ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔
اِنَّ ذَالِکَ اَوَّلُ فَرْجٍ غُصِبْنَاہُ (فروع کافی جلد دوم)
(نعوذ باللہ من ذالک) یہ پہلی شرمگاہ تھی جو ہم سے چھین لی گئی۔

ناظرین انصاف فرمائیں کیا ظلم ہے، کیا غضب اور دھاندلی ہے فریقین کو شکست دینے اور نیچا دکھانے کی غرض سے ایسی ایسی عبارتیں اور بناوٹی روایتیں نقل کی ہیں کہ العیاذ باللہ۔

شیعہ سنی فریقین کی کتابوں میں ایسے ایسے شرمناک واقعات ملتے ہیں کہ کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے بھلا دنیا کا کوئی بھی انسان چاہے وہ اعلیٰ اخلاق کا مالک ہو یا گھٹیا قسم کا بد اخلاق، کبھی یہ کہنا برداشت کرے گا کہ ایک شرم گاہ تھی جو ہم سے چھین گئی۔

ہاں کسی جگہ سے کوئی رشتہ طلب کرے، نہ ملے تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ رشتہ جبراً ہم سے لے لیا گیا۔ لیکن یہ جب ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے گھر سے رشتہ لیتا ہو۔ لیکن کوئی عالم فاضل اور امام وقت کسی کے جبر و اکراہ سے بھلا اپنی بیٹی کا رشتہ کسی کو دیتا بھی ہے؟ اور پھر جبراً لیا ہوا رشتہ جائز کیسے شمار ہوگا، اور اس لڑکی کا نکاح کب درست ہوگا جو خود بھی ناراض ہو اور اس کا والد بھی راضی نہ ہو۔ یہ تو عام آدمی کی بات ہے چہ جائیکہ امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ پر رشتے کے لئے جبر کیا جائے اور آپ مجبور ہو کر دے دیں۔

کاذب اور متعصب افراد کو اتنا سوچ لینا کافی ہوگا کہ حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت میں ہر موقع محل اور ہر مقام پہ حضرت علیؓ کے مشوروں اور رائے کے محتاج دکھائی دیتے ہیں، حضرت علیؓ پر دباؤ کس طرح ڈال سکتے تھے۔ اور پھر لڑکی کے رشتے کے سلسلے میں، ایک کمزور ترین انسان بھی کسی دباؤ میں آ کر رشتہ نہیں دے سکتا، جبکہ اسلام جبر و اکراہ کے اصولوں سے قطعاً عاری اور صلح پسند ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست؟ نکاح دین کا حصہ ہے جبکہ لا اکراہ فی الدین جہاں تک فرج لفظ کا تعلق ہے۔ مختلف

لغات نے مختلف معنی کئے مجھے اس لفظ سے کوئی دلچسپی ہے نہ بحث ۔ جانیں افتراء پرداز اور جانیں یہ روایات ۔

ایمان ۔ اور عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی بات تو یہ ہے کہ سیدنا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آسمانِ نبوت کا وہ چمکتا ہوا آفتاب ہیں جن کے کم وبیش چار ہزار شاگرد ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے اپنے طریقے اور زمانے کا امام ہے ۔ انہی شاگردوں میں امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل وغیرہ ہیں ۔ بھلا اتنی مقدس ہستی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اخلاقی اور تہذیبی گراوٹ کے ادنیٰ درجے میں داخل ہو کر اپنی جدہ (دادی) کے لئے ایسا لفظ استعمال کریں جس کو ایک چوہڑا چمار بھی پسند نہ کرتا ہو ۔ حاشا و کلّا کبھی ایسا سوچا بھی نہیں جاتا ۔

علم و اخلاق کا بحرِ بے کراں ، عدل و انصاف کا پیکر ، جود و سخا کا مجسمہ ، اخلاقِ نبوی کا نمونہ حضرت صادق آلِ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایسی روایات العیاذ باللہ ۔ خدا بخشے ان بھولے ہوئے افراد کو جو ایک امام اور ادنیٰ درجے کے انسان کا فرق نہیں جانتے ۔

تبصرہ

اگرچہ مجھے فریقین شیعہ سنی کے جھگڑوں اور بحثوں مناظروں سے کوسوں دور رہ کر ایک قضیئے کا حل تلاش کرنا مقصود ہے ، اور اسی نظریئے کے پیشِ نظر درمیانی راستہ اختیار کیا ہے ۔ جس میں شیعہ پر تنقید ہے نہ سنی کی تائید ۔

درست اور نادرست روایات فریقین کی کتابوں میں ایک جیسی پائی جاتی ہیں ۔ جس طرح طبری ، الخمیس ، تاریخ ابوالفداء اور الاصابہ وغیرہ میں خلافِ عقل روایات نقل ہیں ، اسی طرح اصول کافی ، فروع کافی ، مجالس المؤمنین ، تہذیب الاحکام ، حیات القلوب اور دوسری کتب میں بھی بے سند روایات مرقوم ہیں ۔

جس کتاب میں بھی اہلِ بیت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کے خلاف کوئی من گھڑت عبارت درج ہو وہ نفرت کے قابل ہوگی چاہے وہ کسی فریق کی کتنی ہی مشہور کتاب کیوں نہ ہو ۔

اصل بات یہ ہے کہ بعض بے دین افراد نے بظاہر شیعہ سنی کا روپ دھار کر امویوں کے دسترخوانوں کی ریزہ چینی کرتے ہوئے خوارج کا کردار ادا کیا ہے ۔ مسلمان نما منافقین نے ہر حیلے بہانے سے جب سے اب تک آلِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔ یزید بن ولید نے چالیس علماء سے یہ فتویٰ حاصل کیا تھا کہ امراء و سلاطین کو قیامت میں کوئی پرسش نہ ہوگی ۔ یاد رہے کہ یہ فتویٰ چالیس ہزار درہم کے عوض حاصل کیا تھا ۔ جیسے کہ تاریخ الخلفاء میں ہے ۔

امِ کلثومؓ کی وفات

گذشتہ سطور میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں آنے والی ام کلثومؓ حضرت علیؑ کی بیٹی نہ تھی بلکہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھی ۔ حضرت بی بی عائشہؓ کی گفتگو اور حضرت عمرؓ عباسؓ کا مکالمہ اس امر کا بین ثبوت ہے ۔ مزید تصدیق و توثیق مندرجہ ذیل تاریخی شواہد سے ہوتی ہے ، جو امِ کلثومؓ

کی وفات کے بارے میں مؤرخین نے اپنی اپنی تصانیف یں نقل کی ہیں۔

۱۔ علامہ عسقلانی نے لکھا ہے۔

ان ابن عُمرؓ صَلّٰی علیٰ اُمّ کلثوم وَ ابنِھَا زید۔

ام کلثومؑ اور ان کے فرزند زید کی نماز جنازہ حضرت ابن عمرؓ نے پڑھائی۔

(اصابہ جلد ہشتم ص ۲۷۶)

۲۔ تاریخ خمیس و ابن سعد میں ہے۔

وَمَاتَتْ اُمّ کُلثُومُ وَابْنُھَا زَیدٌ فِی وَقْتٍ وَاحِدٍ وَصَلّٰی عَلَیھِمَا ابن عُمَرؓ قَدْ مَعَ حَسَن ابن علیؑ۔

(خمیس ص ۳۱۸، طبقات ابن سعد ص ۳۴۰)

ام کلثومؑ (زوجہ عمرؓ) اور ان کے بیٹے زید بن عمرؓ کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی جبکہ حضرت امام حسن بن علیؑ بھی ان کے ساتھ تھے۔

دوسری روایت میں یوں نقل ہے۔

وَقِیلَ صَلّٰی عَلَیھِمَا سَعدُ ابن اَبِی وَقَاصٍ وَخَلفَہُ الحَسَنؑ وَالحُسَینؑ (خمیس)

اور کہا گیا ہے کہ نماز جنازہ حضرت سعدؓ ابن وقاص نے پڑھائی اور حضرت امام حسنؑ و حسینؑ علیہما السلام پیچھے کھڑے تھے۔

مندرجہ بالا روائیتوں کے علاوہ اور بھی ایسی ہی روایات درج کتب ہیں، جن کی تفہیم سے متفقہ طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ ام کلثومؑ زوجہ حضرت عمرؓ اور ان کا بیٹا زید بیک وقت فوت ہوئے۔ اور دونوں کی نماز جنازہ میں حضرات حسنین کریمین علیہما السلام بھی شریک تھے۔

ناظرین و قارئین پر یہ امر مخفی نہیں کہ سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت بالاتفاق ۵۰ھ میں واقع ہوئی۔ بعض کا قول ہے کہ ام کلثومؑ کا انتقال ۴۹ھ میں ہوا جس میں حضرات حسنینؑ نے شمولیت فرمائی۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات آسانی سے ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ جس ام کلثومؑ کو حضرت عمرؓ کی زوجہ ظاہر کیا جاتا ہے، اس کی وفات ۵۰ھ سے پہلے ہی ہو چکی تھی ورنہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ام کلثومؑ زوجہ حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ

میں شامل ہوتے ۔

تاریخ خمیس کی روایت سے اس امر کی مزید تائید و تصدیق ہو جاتی ہے کہ جب ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید بن عمرؓ کی نماز جنازہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے پڑھائی تو دونوں شاہزادے یعنی حضرات حسنین کریمین علیہما السلام نماز جنازہ میں حاضر و شامل تھے ۔

اگر یہ حضرت ام کلثوم بنت علیؑ تھیں جن کے جنازے میں حضرات حسنین کریمین نے شمولیت فرمائی تو یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ماجرا کیا ہے جو ام کلثوم حضرت علیؑ کی بیٹی اور امامین کی ہمشیر ہیں وہ کربلا، کوفہ اور دمشق میں اپنی شفیق بہن حضرت سیدہ زینب صلوات اللہ علیہا کے ساتھ رہیں ۔ کوفہ و دمشق میں ان کے خطبوں کی شہادتیں تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں ۔ بلکہ مدینہ منورہ واپسی پر بھی ان کا ثبوت ان کے مشہور مرثیہ سے ملتا ہے امیر علیہ السلام کی شہادت کے وقت بھی آپ کی موجودگی نہ صرف ثابت ہے بلکہ امیر علیہ السلام کی شہادت حضرت ام کلثومؑ ہی کے گھر میں ہوئی ۔ اس پر موضوع کے شروع میں دستاویزی شہادتیں نقل کر چکا ہوں ۔

اگر ان دلائل کے بعد بھی کوئی مناظر بال کی کھال اتارے تو اس کی مرضی ۔ خلوص اور چیز ہے اور ضد دوسری بات ہے ۔ امید ہے معترض کو یقین آجائے گا ورنہ ع زبان یار من ترکی ، و من ترکی نمیدانم ، یہ تمام متعارض روایات اس امر کی غمازی کرتی ہیں کہ کسی ام کلثوم بنت علیؑ کا نکاح کسی زمانے میں بھی حضرت عمرؓ سے نہیں ہوا ۔ اور اگر مناکحت کی وہ داستان ہے جس کا ذکر کرتا چلا آیا ہوں تو (معاذ اللہ) یہ طرز مناکحت بے دینی اور بے غیرتی کا نمونہ ہے ، جو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ کی شان میں دلیرانہ گستاخی اور کھلی بغاوت ہے ۔

زمخشری نے اپنی تصنیف المواقفۃ بین اهل البیت والصحابۃ میں لکھا ہے کہ زید بن عمرؓ کو عبدالملک نے زہر دے کر مار دیا ۔ کیا تماشا ہے جو جس کے دل میں آئی ہانک دی پھر ام کلثوم کو بھی ساتھ ہی زہر دیا ہوگا ۔ یہ بھی خیال ضروری ہے کہ عبدالملک کی حکومت کا زمانہ کون سا تھا جب کہ اس نے ۶۳ھ ہجری کے بعد ہی ملک پر بجبر و اکراہ قبضہ کیا تھا ۔ اور تاریخی قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ ام کلثوم کی وفات ۶۲ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی (کنز الانساب الفاطمہ وغیرہ)

توپخانہ

قارئین و ناظرین کرام !

اب میں اس توپ خانے کی نشاندہی کرتا ہوں جہاں سے اس نشانے پر مسلسل گولہ باری کی جا رہی ہے ۔ پہلے بھی لکھا ہے کہ گستاخ اہل بیت دائیں بائیں سے ٹھوکریں کھا کر جب بے بس ہو جاتے ہیں تو پھر صحیح بخاری کا حوالہ یاد آتا ہے ، اور جھوم کر تیر چھوڑا جاتا ہے ۔ کہ صحیح بخاری سے عقد ام

کلثوم ثابت ہے۔ گزشتہ صفحات میں بھی بقدر ضرورت بخاری کا حوالہ نقل کر چکا ہوں "اگر گفتہ را باز گویم رواست" کے مطابق ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ بخاری کی جس حدیث کو اس فرضی محل کی اساس بنایا جاتا ہے۔ اس میں ایک لفظ بھی اس امر کی دلالت نہیں کرتا کہ ام کلثوم بنت علیؑ سے کبھی حضرت عمرؓ کا عقد ہوا ہو۔ تشریحی عبارتوں میں کوئی لکھ دے تو ہم نہ تو کسی کا ہاتھ پکڑ سکتے ہیں نہ قلم روک سکتے ہیں۔ وہ بھی زمانہ تھا کہ مسجد نبوی میں حضرات حسنینؑ کریمین اور دیگر حضرات اہل بیت رسولؐ کو منبر شریف کے قریب بلا کر سب و شتم کا سلسلہ جاری رکھا رہا یہاں تک کہ ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دو سال تک اس قابل صد نفرین اور قبیح فعل کو روکے رکھا لیکن ۱۰۱ھ سے ان کی وفات کے بعد حسب ما سبق یہ سلسلہ پھر جاری کر دیا گیا۔ ۱۳۲ھ ہجری تک جاری رہا یعنی اموی حکومت کے آخری سانس تک۔ جس حدیث کو ماخذ اول ٹھہرایا جا رہا ہے اس کی عبارت ملاحظہ ہو۔

حضرت عمرؓ نے مدینے شریف کی عورتوں میں کچھ چادریں تقسیم کیں ایک عمدہ چادر بچ رہی تو سوچنے لگے کہ کس کو دی جائے۔ تو

فَقَالَ لَہٗ بَعْضُ مَنْ عِنْدَہٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اُعْطِ ھٰذَا اِبْنَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ الَّتِیْ عِنْدَکَ یُرِیْدُوْنَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ (بخاری کتاب الجہاد، باب حمل النساء ص ۱۰۲ / ۲)

پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے کہا، اے امیر المؤمنین یہ بچ رہنے والی چادر حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دے دیں جو آپ کے ہاں ہے (یعنی جو آپ کے نزدیک مستحق ہے) اس حدیث میں کسی جگہ بھی نکاح، زوجیت یا رشتہ داری کا کوئی لفظ نہیں۔ پھر یہ حدیث کتاب النکاح، مناقب عمرؓ، اور مشکوٰۃ کے اسماء الرجال میں بھی ذکر نہ ہوئی۔ جو مقام مناسب تھا لیکن کتاب الجہاد میں آکر اس حدیث کی افادیت اور حقیقت معلوم ہوئی۔ پھر اس سال کا ذکر بھی نہیں جس میں یہ چادریں مجاہدات عورتوں میں تقسیم کی گئیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے وہ چادر حضرت ام کلثوم کو یہ کہہ کر نہیں دی کہ ام کلثوم کی بجائے ایک انصاری عورت ام سُلیطؓ زیادہ حقدار ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ قَالَ عُمَرُ اُمُّ سُلَیْطٍ اَحَقُّ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ام کلثوم کی بجائے ام سُلیط انصاری عورت زیادہ حقدار ہے۔

اس سے ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ اگر ام کلثوم حضرت عمرؓ کے نکاح میں ہوتیں تو کیا ان کو پہلے چادر تقسیم نہ کی جاتی کیا حضرت عمرؓ اتنے مالدار تھے کہ ان کے گھر میں چادر کی ضرورت نہ تھی؟ اسد الغابہ میں نقل ہے کہ حضرت عمرؓ بوقت وفات چھیاسی ہزار روپے کے مقروض تھے۔ یہ تمام روایات اپنی موت آپ مر چکی ہیں۔ تحقیق و تدقیق کا دائرہ ہر چیز کو اپنے قبضہ و لپیٹ میں لے آتا ہے۔

حضرت اُم کلثومؑ کربلا و دمشق میں

جن لوگوں نے ۴۹ھ میں ام کلثومؑ کی وفات اور حسنینؑ کریمین کی شرکت ان کی نمازِ جنازہ میں ذکر کی ہے ان کی اس روایت کا تعلق اُم کلثومؑ بنت حضرت ابوبکرؓ سے ہے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ اگر ام کلثومؑ بنت علیؑ کو ۴۹ھ میں دفن کرتے ہیں تو یہ کربلاؐ و دمشق میں موجود ام کلثومؑ بنت علیؑ کون تھیں ؟ معتبر اخبار سے ثابت ہے کہ حضرت ام کلثومؑ بنت علی علیہ السلام کربلاؐ کے سانحہ میں نیز کوفہ و دمشق میں اپنے دیگر اعزہؑ کے ساتھ موجود تھیں مشہور مفسر جناب ملا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ مصنف تفسیر حسینی نے اپنی مشہور تصنیف روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ۔

یزید چوں ازیں خبر یافت ایشان را تعزیت رسانید وام کلثومؑ اجازت طلبید کہ در خارج کوشک بمنزل رود ، و تعزیت اہل بیت بدارد و اجازت یافتہ بمنزلے کہ جہت ماتم مقرر کردہ بودند ۔

یزید کو جب یہ اطلاع ہوئی تو اس نے انہیں پیغام تعزیت پہنچایا۔ ام کلثومؑ نے اس بات کی اجازت مانگی کہ ہمیں اپنے محل سے باہر ایک مکان دیا جائے تاکہ ہم وہاں صفِ ماتم بچھائیں۔ چنانچہ یزید لعین نے انہیں اجازت دے دی ۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۶۸)

مندرجہ بالا روایت اس شخصیت کی تحریر کردہ ہے جو بحیثیت مفسر اور تذکرہ نگار مسلم الثبوت ہے۔ تفسیر حسینی کی احادیث اور اہمیت علمی حلقوں میں نمایاں ہے۔ ان کی تحقیق میں شک بے جا ہے۔

ثابت ہوا کہ ۴۹ھ میں فوت ہونے والی ام کلثومؑ خانوادۂ نبوتؐ سے نہ تھی بلکہ بنت حضرت ابوبکرؓ تھی جس کے جنازے میں حضرت حسنین کریمین علیہم السلام نے بھی شرکت فرمائی۔ حضرت اُم کلثومؑ بنتِ علیؑ کی وفات واقعۂ کربلاؐ کے بعد بلکہ قافلۂ اہلِ بیت کی مدینہ منورہ واپسی کے بھی بعد ہوئی۔ خلاف واقعات گیارہ بارہ سال قبل وفات کا افسانہ مرتب کر لیا گیا ہے جو خلاف عقل و دانش و ناقابلِ تسلیم ہے۔ یہ تمام حالات و واقعات اور دلائل و براہین اس امر کی تردید کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ام کلثومؑ بنت علیؑ کا کبھی عقد نہیں ہوا۔ تمام روایتیں مصنوعی ہیں۔

نکاح کا شرعی محفل کفو ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کفو کا دارو مدار نیکی اور اتقا پر منحصر ہے ان کا یہ دعوٰی باطل اور لغو ہے۔ اسلئے کہ کفو سے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صریح احادیث موجود ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے۔

تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ فَانْكِحُوا الْأَكْفَاءَ فَانْكِحُوا إِلَيْهِمْ (رواہ ابن ماجہ، حاکم، وصححہ بیہقی، ابن عدی، ابن عساکر)

تم کفائت کی بناء پر نکاح کر کے دیا کرو اور اسی بنا پر نکاح کر کے لایا کرو۔ یہ حدیث دوسری جگہ بھی نقل کر چکا ہوں کیا خیال ہے یہ حدیث کفو کے لئے ایک فیصلہ کن ثبوت نہیں ہے؟ جس مقدس زبان سے نکلے ہوئے کلمات طیبات کا نام قرآن حکیم ہے اسی گوہر بیان سے یہ کلمات بھی ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ حدیث شریف اور اس جیسی دوسری احادیث مسلمانوں کے عام خاندانوں کے لئے یہ ضابطہ پیش کرتی ہیں کہ ہر خاندان اپنے کفو قبیلے ہی میں نکاح کرے۔ سادات کرام کی قربات ہی الگ اور ممتاز ہے۔ جب عام قبیلوں کو کفو میں نکاح کرنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے تو پھر ریڈیو ٹی وی اور اخبارات و رسائل میں کس بنا پر احکام نبوی کے خلاف فتوے دیئے جاتے ہیں۔ —— حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

أَلَا لَا يُزَوِّجُ النِّسَاءَ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ وَلَا يُزَوَّجْنَ إِلَّا مِنَ الْأَكْفَاءِ (رواہ بغوی حافظ وغیرہ)

خبردار رہو عورتوں کے نکاح ان کے وارثوں کے بغیر کوئی نہ کرے اور ان کا نکاح ہم کفو ہی سے کیا جائے۔

اس حدیث شریف سے دو باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں۔

ایک یہ کہ کفو کے بغیر نکاح درست نہیں ہے چاہے ولی راضی بھی ہو۔

دوسرے یہ کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہو سکتا۔ چاہے کفو ہی کیوں نہ ہو۔

جب عام خاندانوں کی عزت نفس اور شرافت ذاتی کا اتنا لحاظ ہے تو سادات حسنی حسینی کا مساوی و ہمسر تو سادات کے بغیر کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ چاہے وہ عالم، صالح اور بادشاہ ہی کیوں نہ ہو؟ یا اس کی حیثیت کسی بھی اعتبار سے منفرد ہو۔ اصل سے نقل کی پیوند کاری بے جوڑ ہوا کرتی ہے۔ "کبوتر با کبوتر باز با باز"

نبہانی کی تحقیق

علامہ نبہانی نے اہل بیت کی فضیلت میں بہت سی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

اخرجها الطبرانی والدار قطنی مرفوعاً فهذا احاديث صحيحة ونصوص صريحة تدل على ان اهل البيت افضل الناس حسباً ونسباً و تتفرع على هذا۔ الهم لا يكافئهم في النكاح احد من الناس وبه صرح غير واحد من الائمة قال الجلال الدين السيوطي في الخصائص۔ ومن خصائصه صلى الله عليه واله وسلم ان اله لا يكافئهم في النكاح احد من الخلق (الشرف المؤبد ص ۳۹)

یہ حدیث طبرانی اور دار قطنی نے مرفوعاً روایت کی ۔ یہ صحیح حدیثیں اور مرفوع النصوص دلالت کرتی ہیں کہ اہلِ بیت تمام لوگوں سے حسب و نسب میں افضل ہیں ۔ اور اس پر اس مسئلہ کی بنیاد ہے کہ نکاح میں کوئی ان کا ہمسر (برابر) نہیں ہے ۔ متعدد آئمہ نے اس کی تصریح کی ہے ۔ امام سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ تمام مخلوق میں آپ کے اہلِ بیت کا کوئی کفو ہمسر نہیں ۔ اسی قسم کی متعدد حدیثیں جامع ترمذی باب الفتن میں نقل ہیں مضمون کے طویل ہونے کی وجہ سے نقل نہیں کیں ۔

لفظ شریف کا اطلاق صرف سیّد کے لئے ہے

علامہ سیّد شہاب الدین عراقی امام حرم ۔ رشفتہ الصادی میں لکھتے ہیں کہ اولاد فاطمہؑ کے علاوہ دوسروں پر لفظ "شریف" کا اطلاق نہیں ہوتا ۔ جو اصطلاح قدیم ہے ۔ حضرت زینب بنت حضرت سیدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی اولاد اٰلِ رسولؐ ہیں ۔ اور ان پر صدقہ حرام ہے مگر اشراف نہیں ہیں ۔ کیوں کہ یہ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی اولاد ہیں ۔ البتہ اگر وصیت کنندہ یا وقف کنندہ اس بات کی تصریح کر دے کہ ان کے علاوہ بھی داخلِ وصیت و وقف ہیں تو وہ داخل ہو سکتے ہیں ۔ ورنہ نہیں ۔ کیوں کہ اشراف کی عام موجودہ اصطلاح ہر حسنیؑ و حسینیؑ پر خصوصیّت کے ساتھ اطلاق پاتی ہے ۔ لہٰذا ان کے علاوہ دوسرا کوئی اور وصیت میں داخل نہیں ہو سکتا ۔ وصیت اور دوسرے احکام میں ایسا ہی ہے ۔ دوسرے لوگ حضرات حسنینؑ کریمین علیہما السلام کی اولاد کے برابر نہیں ہو سکتے ۔ لہٰذا علویؑ غیر فاطمیؑ بھی حسنیؑ حسینیؑ سادات کا کفو نہیں ہو سکتا ۔

کوئی غیر سیّد ، سیّدہ کا کفو نہیں

جس آدمی کا ولادت کے اعتبار سے جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے تعلق نہیں ہے وہ ان کا کفو نہیں ہو سکتا ——— مثلاً قرشی زینبی کا کفو نہیں ۔ مطولات میں اس بارے میں تفصیلی بیان موجود ہے ۔ (شیخ شہاب الدین کا کلام ختم ہوا)

(رشفتہ الصّادی اردو صـ ۷۳)

اس وضاحت سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی صورت میں بھی سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے شرعاً جائز نہیں ہے ۔ اور نہ ہی شریعت مطاہرہ نے کبھی اس کی اجازت دی ہے ۔

سیّدہ سے حرمت نکاح کی مندرجہ ذیل تین وجوہ ہیں ۔

عدم جواز کی وجوہ

۱ ——— یہ کہ یہ فعل تمام اولادِ رسولؐ کے لئے نہایت ہی ایذا کا باعث ہو کر خود حضور علیہ السلام کی ایذا کا موجب بنتا ہے ۔ از روئے قانون شریعت ایذائے رسول قطعاً حرام اور غیر مشروع ہے ۔ اور از حکم کلام الٰہی

حضور علیہ السلام کو ایذا دینے والا لعنتی ہے۔ اس پر قرآن و حدیث کی بے شمار گواہیاں موجود ہیں۔

۲ ـــــ "نفس" یعنی اولیائے قریبیہ اور بعیدیہ میں سے کسی ایک کے لئے ہتک اور عار تمام کے لئے ہتک، ایذا اور عار متصور ہوگی۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں جو نکاح ہوئے ان پر اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ ابتدائے زمانہ اسلام کے نکاح بحالت اضطراری و بتقاضائے ضرورت وقتی منعقد ہوئے۔ جب مجبوری ختم ہوئی جواز بھی ختم ہو گیا جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زمانہ یعنی بہن بھائیوں کے نکاح ہوئے۔ یہ ایک ٹھوس دلیل ہے۔ جسکی تردید نہیں ہو سکتی۔

۳ ـــــ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کا کوئی معاملہ وحی الٰہی کے بغیر طے نہیں کیا۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ اِلَّا بِوَحْیٍ مِنَ السَّمَآءِ جَآءَنِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ مِنْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ مگر یہ کہ جبریل علیہ السلام میرے رب کی طرف سے وحی لے کر آیا کرتے تھے۔

۴ ـــــ وہ معاملات جو حضور علیہ السلام نے اپنے اختیار سے انجام دیئے نہ تو ان پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ آئندہ کے لئے سند جواز قرار پائے جا سکتے ہیں۔ آپ صاحب شریعت حامل کتاب و وحی ہیں، وقتی ضرورتوں کے مطابق معاملات کی انجام دہی جس طریقے پر بھی ہو آپکے اختیار میں ہے نیز ان معاملات (خصوصاً مناکحت) میں عدم "استنقاص" (کسی کی ہتک نہ ہونا) کا حق محفوظ ہے۔

اب نہ تو اضطراری حالت باقی ہے اور نہ ہی محل جواز۔ ضرورت ختم ہوئی جواز ختم ہوا۔ "آب آمد تیمم برخاست" تیمم تو جب ہے۔ کہ کوئی معذوری ہو یا پانی نہ ملے۔ جب پانی مل جائے تیمم کا جواز ختم۔ بے وقت کا راگ الاپنے والے تعلیمات نبوی سے یکسر نا آشنا اور بے ادب و گستاخ ہیں۔

نقیب سادات کی ذمہ داریاں

علامہ یوسف نبہانی نے نقل کیا ہے کہ ابدال علیہم الرحمۃ میں سے سادات پر جو نقیب مقرر ہوتے ہیں۔ ان کی بہت سی ذمہ داریاں ہوتی ہیں جن میں سے دسویں ذمہ داری یہ ہے۔ وَالْعَاشِرُ اَنْ یَّمْنَعَ نِسَآءَ ھُمْ صِیَانَۃَ الْاَنْسَابِ وَتَعْظِیْمًا لِحُرْمَتِھِنَّ۔ (الشرف المؤبد صـ ۴۲)

(نقیب) کی دسویں ذمہ داری یہ ہے کہ ان کی عورتیں (سادات کی) جو دوسری تمام عورتوں پر شرافت اور فضیلت رکھتی ہیں ان کے انساب کی حفاظت کرے۔ اور ان کی عزت و حرمت کے پیش نظر ان کو غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع کرے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ سادات حسنی حسینی کا نکاح کے سلسلے میں کوئی بھی غیر سید کفو ہو ہی نہیں سکتا چاہے اس کی مذہبی و اعزازی

عالت و حیثیت کچھ بھی ہو۔

ایمان کا دوسرا نام اَدَب ہے

حضور پر نور ہادی اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذرہ بھر بے ادبی کرنے سے ایمان کا بیڑہ غرق ہو جاتا ہے۔ ہر وُہ طریقہ و فعل حرام ہے جس سے آپؐ کی تعظیم میں جان کر کمی خیال کی جائے ۔ اور اسی طرح ہر وہ طریقہ مستحسن اقدام ہے جس سے آپؐ کی عزت و توقیر زیادہ کی جائے۔ اور جس طریقے سے بھی آپؐ کی توقیر و تعظیم اور احترام و ادب زیادہ سے زیادہ ہو وہی طریقہ سب سے بہتر اور باعث قرب رسولؐ ہے۔ اس کے لئے کسی سند فتویٰ اور جواز کے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ جیسے کہ فتح القدیر منسک متوسط اور فتاویٰ عالمگیریہ میں مرقوم ہے۔ كُلُّ مَا كَانَ اَدْخَلَ مِنَ الْاَدَبِ وَالْاِجْلَالِ كَانَ حَسَنًا۔

مطلب و مفہوم اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بمطابق حکم و تاکید نص وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۔ فرمانِ خداوندی ہے میرے حبیبؐ کی عزت کرو اور توقیر و تعظیم بجالاؤ۔ اس فرمان میں تمام قسم کے ادب و احترام اور عزت کے طریقے داخل ہیں۔ ؎

خوشا مسجد و مکتب و خانقاہے

کہ در وے بود قیل و قال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

چونکہ غیر سیّد سے سیّدہ کا نکاح اولادِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہتک اور عار کا باعث ہو کر حضور علیہ السّلام کی ایذا کا موجب بنتا ہے۔ لہٰذا غیر سیّد سے سیّدہ کا نکاح قیامت تک حرام ہے۔ اسکے جواز کا فتویٰ دینے والے حضورؐ کے بے ادب اور نافرمان ہیں چونکہ نکاح میں آئی ہوئی عورت ایک خادم کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کب جائز ہے کہ جس کو خدا نے فضیلت دی اس کو مولوی کے فتوے سے ذلت و خواری کا مقام دیا جائے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے مروی

نکاح عورت کی غلامی کا موجب ہے

ہے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ اِنَّمَا النِّكَاحُ رِقٌّ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ اَيْنَ رِقَّ عَتِيْقَتَهٗ ۔

یعنی نکاح تو ایک طرح غلام بنانا ہے۔ تو تم میں سے ہر کوئی دیکھ اور سوچ لیا کرے کہ وہ اپنے ایک آزاد نفر کو کہاں اور کس کا

غلام بنا رہا ہے۔ (کشف الغمہ للشعرانی، احیاء العلوم غزالی، مقامع السنیہ)

شامی کا فتویٰ

شامی باب کفائت میں ہے اَلنِّکَاحُ رِقٌّ وَالزَّوْجُ مَالِکٌ یعنی نکاح عورت کے لئے غلام بنا نا ہے اور شوہر مالک ٹھہرتا ہے۔ پس کسی شریف کا غیر کفو سے عقد اس کی نہایت تذلیل و توہین ہے۔ اور کسی بھی شریف کی توہین شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔ چہ جائیکہ اولادِ رسولؐ کو ہر کس وناکس کا غلام بنایا جائے۔ فاضل کو مفضول قرار دے کر شرعی فیصلے اور احکام سے سرتابی کرنا عظیم جرم اور ایذائے رسولؐ کا باعث بنتا ہے۔ اطاعتِ رسولؐ ہی ایمان کی اصل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانبردار اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے۔

ایذا رسانی شرعی جرم ہے۔

کسی بھی مسلمان کو بے جرم وخطا ایذا دینے والے کو بروئے حدیث شرعی مجرم قرار دیا گیا ہے۔ چاہے وہ ایذا رسانی ہاتھ سے سرزد ہوئی ہو یا زبان سے۔ حدیث شریف میں مسلمان کی پہچان ان الفاظ سے کی گئی ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔

یعنی مسلمان کی پہچان اور تعریف یہ ہے کہ اسکے ہاتھ اور زبان کے شر سے دوسرے مسلمان امن میں ہوں۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جسطرح مخلوقِ خدا کی خدمت بہترین نفلی عبادت ہے اسی طرح مخلوقِ خدا کی دل آزاری بدترین گناہ اور جرم ہے۔ جب کسی بھی مسلمان کی دل آزاری عظیم گناہ ہے تو جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کی اولاد سادات کرام کی دل آزاری کس شمار میں ہو گی؟

کفو

معترض نے لکھا تھا کہ کفو کا تعلق نیکی اور پرہیزگاری سے ہے۔ صالح اور لائق آدمی بھی کفو بن سکتا ہے"۔ اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی" ایسی کج بحثی پر بے اختیار متاسفانہ ہنسی آجاتی ہے۔ اس مسئلہ میں غیر شرعی تاویلیں کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش ہے نہ ضرورت۔ ایسا سوچنا بعید از قیاس اور حیلہ سازی پر مبنی ہے۔

یاد رہے کہ کثرتِ عبادات ونوافل سے ولی، غوث اور قطب تو بن سکتے ہیں لیکن اولادِ رسولؐ میں داخل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی زہد واتقا کی وجہ سے سیّد کہلا سکتے ہیں۔ ورنہ سیّد اور غیر سیّد کا فرق اور تخصیص ہی کیا رہ جاتی ہے۔ اکابر علماؤ مشائخ کا تو مسلک ہی یہی ہے کہ جب تک اہلبیت کا دامن عقیدت نہیں تھاما جاتا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اہلبیت رسولؐ کی محبت واتباع کے بغیر شجر ایمان اپھل اور بے برگ وبار رہتا ہے۔

صالح کی تعریف

معترض نے کہا ہے کہ "صالح کفو بن سکتا ہے"؟ —— صالح ہونا صفت کسبی ہے جو صفت ذاتی اور شرافت نسبی میں تبدیل نہیں ہوتی۔ سیّد ہونا صفت ذاتی، شرافت نسبی اور نسبت رسول صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلّم کا دائمی شرف تا قیامت اور بعد از قیامت غیر منقطع تعلق کا نام ہے۔ یہ مرتبہ اور شرف کسی بھی عمل خیر و عبادت و ریاضت سے کسی بھی غیر سیّد کو نہیں پہنچ سکتا چاہے اس کی کوئی بھی قابلِ تعریف شخصیت ہو۔ معترض کے خیال میں (معاذ اللہ) صالح حدود اللہ کو توڑ سکتا ہے پھر تو اچھا صالح ہوا۔ فقہانے وضاحت سے لکھا ہے کہ کوئی عجمی کسی عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا چاہے عجمی بادشاہِ وقت اور عالمِ دین ہی کیوں نہ ہو؟ جب عام عربی عجمی میں مناکحت کا فرق ہے تو سادات حسنی حسینی جو بثبوتِ قطعی اولادِ رسول اور افضل النّاس ہیں کس طرح نکاح میں دوسرے لوگ ان کی برابری کر سکتے ہیں۔ معترض نے غلط بیانی کر کے نہ صرف قانونِ شریعت کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ صالح کی غلط تعریف اور توہین کی ہے۔ حنفی کہلا کر حنفیت کی تکذیب کرنے والے مفتی اپنی دکان چمکانے کی غرض سے حلال حرام کی تمیز کئے بغیر فتوے پہ فتویٰ دیئے جا رہے ہیں۔ مفتیت تو چمک جائے گی لیکن خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہ دکھانے اور نجات حاصل کرنے کے قابل نہ رہو گے۔ جب میدانِ حشر میں بھی رسوائی ہوئی تو نجات کہاں ہو گی۔ ہوش کے کانوں سے حق کی بات سنو اور انصاف و ایمان کی عینک سے مشاہدہ کرو و دل کی گہرائیوں میں جھانک کر بتاؤ کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہلبیت کی تعظیم و توقیر و عزت و احترام بجا لانے کی غیر فانی تعلیمات کو عام نہیں فرمایا؟ یاد رکھنے کی بات ہے کہ کسی آدمی کی علمی فضیلت، زہد و اتقا، سخاوت و خدا ترسی، اور ایثار و قربانی کے ذریعے سے بلند و بالا درجات تو مل سکتے ہیں لیکن سادات حسنی و حسینی کی نسبت ذاتی و قرابت نسبی کسی بھی کمال کے باوجود حاصل نہیں ہو سکتی۔ شجر سادات پر غیر سیّد کی شرافت کی پیوند کاری کسی صورت میں بھی مناسب اور جائز نہیں ہے۔ پھر آٹے کی ناک لگانے سے کیا فائدہ ہو گا۔

اگر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ردائے طہارت کے نیچے جگہ حاصل نہیں کر سکیں تو دوسرا کون ماں کا لال ہے جو اہلبیت رسول کی مساوات کا ڈھنڈورا پیٹ سکے" اخبار جہاں" میں تو مفتی صاحب جھوٹ کر لکھ دیتے ہیں "سب حضور کے غلام ہیں۔ سیّد اور غیر سیّد میں کوئی فرق نہیں" حیف ہے ایسی تعلیم و تربیت رکھنے والے خود ساختہ مفتیوں پر جو یکسر احکام الٰہی کی مخالفت کرتے نہیں تھکتے۔ ام المؤمنین اتنا بلند مرتبہ ہونے کے باوجود چادرِ تطہیر کے پردے میں نہ آ سکیں حالانکہ زبانِ رسالت سے نکلے ہوئے کلمات اِنَّکِ علیٰ خَیرٍ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہِ رسالت کا کتنا قرب حاصل تھا۔ (آپ بھی نیکی پر ہیں) سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کسا کے نیچے مخصوص ترین شخصیات ہی جگہ پا سکتی تھیں۔ جیسے کہ احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن کیا کیا جائے مُلّا کا مذہب ضد ہے جو اس کو وراثت میں ملی ہے۔ اگر محب اہلبیت اور علمائے حق نہ ہوتے تو امیر مروان کے چیلے نہ جانے کیا کیا قیامت ڈھاتے۔

امام غزالی کا بیان

امام غزالی نے وجیز ص ۲ طبع غوریہ میں یوں ہی طرح وضاحت فرمائی ہے۔

وَلَا یُجبرُ فضیلۃُ نسبِ رسولِ اللہِ صلّے اللہُ علیہِ وآلہ

وَسَلَّمَ بِفَضِيْلَةٍ أُخْرَىٰ وَمَا وَرَاءَ ذَالِكَ فَقَدْ تَقْتَضِي الْعَادَةُ يُجْبَرُ نَقِيْصَتُهٗ بِفَضِيْلَةٍ بِحَيْثُ يَنْتَفِي الْعَارُ۔

جس شخص کو نسب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت حاصل ومیسّر نہیں ہے، وہ علم یا کسی بھی دوسری فضیلت کی وجہ سے درجات کی اس کمی اور نقصان کو پورا نہیں کر سکتا۔ نسب رسولؐ کی برابری صرف اسی نسب سے ہو سکتی ہے۔ بتقاضائے عادت ہر فضیلت کا نقصان کسی دوسری فضیلت سے پورا ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ کسی قسم کی ہتک و عار نہ ہو (مگر مساوات کی ہمسری کوئی نہیں کر سکتا) لیکن نسب رسولؐ کی برابری کسی دوسرے نسب کی بزرگی اور فضیلت سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ورنہ سادات کی خصوصی فضیلت کا کوئی معیار ہی نہ تھا۔ یہی ایک صورت ہے کہ غیر کفوء میں نکاح جیسے ازتکاب جرم سے بچاؤ ہو سکتا ہے ——— اس ضمن میں فتح القدیر کے حوالجات گزشتہ صفحات میں نقل کر چکا ہوں۔

گفتۂ ہزاروی

قبلہ محدّث ہزاروی مدظلہٗ نے لکھا ہے کہ جب لوگ عالم اور صالح کے لئے یہ حیلہ سازی کرتے ہیں کہ نسب علویت کا نقص (نسب رسولؐ سے نہ ہونا) یعنی کمی، علم کی فضیلت سے پوری ہو کر جبر نقصان (نقصان کا پورا ہونا) ہو جائیگا یعنی برابری ہو جائے گی یہ محض ایک فریب اور حیلہ ہے۔ دوسرے انساب میں اس کی کچھ گنجائش ہو بھی تو بنظر الیٰ شرافۃ العلم مگر نسب رسولؐ میں تو اس کی اصلاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نسب رسولؐ کی برابری کے لئے فضیلت علم اور کثرت عبادات کا بہانہ فریب محض ہے ڈھونگ اور اٹکل ہے۔ کسی مومن عارف اور عالم کی شان سے بعید ہے کہ ایسے بے سروپا جواز سے سند حاصل کر کے نسب رسولؐ کی توہین وہتک جیسے جرم عظیم میں مبتلا ہو یا دوسروں کو مبتلا کرے۔

اگر کسی عالم دین سے ایسی بے مقصد لغزش سرزد ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی مانگے۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔ دیگر اہل علم واہل ایمان کو اس کی پیروی حرام ہے (شرافت سادات وغیرہ)

یہ اچھا صالح ہوا کہ ناموس رسولؐ پر ڈاکہ ڈال کر، حرام کو حلال قرار دے کر، اور خدا اور رسولؐ کی حدود کو توڑ کر خرقہ سالوس میں ملبوس ہو کر احکام شریعت کی یکسر خلاف ورزی کر رہا ہے اور اس کو شرعاً حلال قرار دیتا ہے۔ صالح کی یہ تعریف بعید از قانون شریعت ہے۔ کہ ذرا ناک نقشہ اچھا ہوا کچھ روٹی پڑھ لی الٹی سیدھی اذان کہنے کے قابل ہوا تو نسب رسولؐ میں داخلہ فارم جمع کروا دیا۔ یہ ترکیب نحوی خلاف قاعدہ اور خلاف اصول ہے۔

"چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

معترض نے صدقہ کھانے والے صالح کو سادات کرام پر فوقیت اور فضیلت دے کر غلط راہ اختیار کی ہے۔ آیئے ذرا حضور علیہ السلام کی غیر صالح اولاد کی شان و عظمت کو دیکھتے ہیں تاکہ بے علم اور اہلِ علم غلط فہمیوں کے گھپ اندھیروں سے نکل کر علم و عرفان کی روشنی میں سادات کی عزت و عظمت اور احترام کو پہچان کر راہِ حق پر گامزن ہو سکیں یہی راہِ نجات اور صراطِ مستقیم ہے۔

سادات غیر صالح بھی صاحب کمال ہیں۔

گنہگار سادات نسبتِ رسولؐ اور ذاتی شرافت کی وجہ سے دوسرے لوگوں سے ممتاز اور صاحبِ فضیلت ہیں۔ جیسے کہ ارشادِ گرامی ہے

اَکْرِمُوْا اَوْلَادِیْ اَلصَّالِحُوْنَ لِلّٰہِ وَالطَّالِحُوْنَ لِیْ۔

میری نیک اولاد کی عزت خدا کے لئے کرو، اور غیر صالح اولاد کی عزت و احترام، میری اولاد جان کر بجا لاؤ۔ کیونکہ وہ میرے ہی جسم کے پیارا اجزا ہیں۔ (مسند امام احمد وغیرہ)

قبلہ حضرت محدثِ علی پوری کا ارشاد۔

سراج الاولیا عاشقِ رسولؐ حضرت قبلہ محدث علی پوری نے ایک جلسے کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا " اے بھائیو سید گنہگار کی مثال ایسی ہے جیسے سونا عرصہ دراز کیچڑ اور گندگی میں پڑا رہے لیکن جب بھی اس گندگی سے نکلے گا اس کی قیمت و قدر اور نرخ سونے ہی کا ہوگا۔ وہ گندگی اس کی ذاتی شرافت کو زائل نہیں کر سکتی۔ بھائیو! اسی طرح تاجدارِ مدینہ کی گنہگار اولاد کی مثال سمجھو! گناہ ان کی ذاتی شرافت کو زائل نہیں کر سکتے۔ گنہگار ہیں مگر اولادِ رسولؐ ہیں۔ تم ان کے گناہوں کی پیروی مت کرو۔ لیکن نسبِ رسولؐ کا ادب واجب ہے، اور توہین حرام۔ والدین ہمیشہ اپنی عیب دار اولاد کی فکر میں رہتے ہیں۔ تاکہ کسی طرف سے کوئی گلہ و شکوہ سنائی نہ دے۔ (انوارِ ؒ) کوئی بھی صاحب علم و بصیرت اولادِ رسولؐ کو کفو سے الگ نہیں کر سکتا۔ یعنی سادات کی مساوات و برابری صرف سادات ہی سے ممکن ہو سکتی ہے لٰہذا یہ دعویٰ بے بنیاد اور باطل ہے کہ کفائت اعمالِ صالحہ پر مبنی ہے۔ انشاء اللہ آنے والی سطور میں قطعی دلائل سے ثبوت پیش کروں گا۔

لائق کون ہے؟

معترض نے صالح کے ساتھ لفظ "لائق" کو بہت اہمیت دی ہے۔ شاید اس سے مراد آج کل کی اصطلاح میں وہ آدمی ہے جو اپنے کسی پیشہ ورانہ فن میں مہارتِ تامّہ اور اعلیٰ صلاحیت رکھتا ہو۔ یا وہ آدمی جو کوٹھی کار اور بہت سی جائیداد کا مالک و متصرف ہو۔ یا جس نے اپنے تین چار بیٹے روزگار کے لئے بیرونِ ملک بھیج کر بنک بھر لئے ہوں۔ اگر معترض ایسے ہی افراد کو لائق شمار کر کے سادات کا کفو ٹھہراتا ہے تو ایسا لائق اور صالح ہماری دانست سے باہر ہے۔ اس کا مطلب و مفہوم یوں

ہوا کہ نماز روزہ کا پابند اور امیر آدمی بلاامتیاز سادات کا کفو بن سکتا ہے —— افسوس کہ یہ تک یاد نہ رہا کہ سادات حسنیؑ و حسینیؑ اولادِ رسولؐ ہے جس طرح رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات والاصفات بے مثل و بے مثال ہے۔ اسی طرح آپ کی اولاد بھی تمام خاندانوں سے افضل اور صاحبِ کمال ہے۔ لہٰذا کسی صورت حال میں بھی کوئی غیر سید سادات کا کفو نہیں ہو سکتا۔ یونہی کسی کو مالیخولیا ہو جائے تو اس کا کیا علاج ہے۔ لہٰذا اُمتِ رسولؐ ہیں اولادِ رسولؐ کا ہمسر کوئی نہیں ہو سکتا۔

تابوتِ سکینہ

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے پرانے جوتے، کپڑے، مرتبان اور کچھ اور تبرکات تابوتِ سکینہ میں ہونے کی وجہ سے وہ صندوق بنی اسرائیل قوم کے لئے سلامتی و عافیت، فتحمندی اور برکت کا باعث تھا۔ ان تبرکات کے احترام کرنے کی وجہ سے بنی اسرائیل پر تابوت سکینہ کے باعث برکات کا نزول ہوتا تھا۔ مقام افسوس ہے کہ عصرِ حاضر کے بعض ماڈرن مولوی اولادِ رسولؐ کی اتنی قدر بھی نہیں کر پاتے جتنی قدر و منزلت بنی اسرائیل کی نظروں میں انبیاء کے پرانے جوتوں کی تھی۔ اس کے باوجود اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم وارث انبیاءؑ ہیں علم حاصل کرنا کوئی کمال نہیں کمال یہ ہے کہ اس علم کی روشنی میں سیدھی راہ کا تعین ہو۔ اور اوامر و نواہی کا کماحقہ خیال کیا جائے۔ کاش کہ ایسے علماء صرف حدیث ثقلین کی تعلیم ہی حاصل کر لیتے۔

مشروط کفو چہ معنی دارد؟

معترض نے کفو کے بارے میں شرائط کا ذکر کیا ہے کہ جب نیک کام نہ کرے گا تو کفو ختم ہو جائے گی۔ "شرائط معدوم کفو ختم" جیسے نوحؑ کا بیٹا" میں سیدھی سی بات پوچھتا ہوں کہ کسی آدمی کا بیٹا ان پڑھ، نالائق اور نکھٹو ہے بے کار اور اوباش بھی ہے۔ کیا وہ اپنے باپ کی جائیداد کا وارث حقیقی نہ ہو گا؟ کیا دنیا کا کوئی قانون اس کو وراثت سے محروم کر سکتا ہے؟ جب ایک عام آدمی کی یہ کیفیت ہے تو سید العلمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اپنے جدِ محترم کی میراث (چاہے وہ روحانی ہو یا جسمانی) کی کیوں وارث نہیں ہو سکتی؟ یقیناً بدرجہ اولیٰ اولادِ رسولؐ وارث رسولؐ ہے۔ جب عام آدمی کو اپنی نالائق اولاد کی فکر ہوتی ہے تو کیا تمام مخلوق کے غمخوار حضور پرنور ہادی اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنی خطاکار اولاد کی بہتری اور نجات کی کوئی فکر نہیں ہے؟ کفو کے مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے آیت شعوب وقبائل کی تفہیم اشد ضروری ہے۔ لیکن یار لوگ تو اس آیت کو بھی الٹ پلٹ کر پیش کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کفو اور برابری کا تعلق نسب سے ہے سبب سے نہیں۔

پسرِ نوحؑ

معترض نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی مثال دے کر گویا میری زبان اور قلم پر قبضہ کر لیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نہ تھا۔ بعض نے بھتیجا لکھا ہے اور بقول بعض آپ کی

لونڈی کا بیٹا اور آپ کا پچھلگ تھا ——— قبلہ عالم علامہ محدث ہزاروی نے اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔

"سادات کرام یا دیگر صالحین کی تحقیر و تذلیل کے لئے بعض دریدہ دہن پسر نوح کی بے بنیاد ادب سوز جہالت کی اپنے معبر (گھاٹ) کو اتارا کرتے ہیں۔ جو پیغمبر کی اہانت اور اولاد صالحین کی بلاوجہ تحقیر و استخفاف (ہلکا پن) بھی ہے۔ جو اس قرآنی بیان کی صریح معارض اور خلاف ہونے کے علاوہ جہالت بھی ہے۔ وہ آپ کی کنیز کا پچھلگ بد اصل کافر تھا ——— ایک قرأت میں وَنَادیٰ نُوحٌ ابْنَهَا آیا ہے۔ (یعنی اس عورت کا بیٹا) (در منثور، نورالہدایہ ترجمہ شرح وقایہ ۲/۳۲۶)

(مطبوعہ رزاقی کانپور)

اور وہ ان کی بیوی کا بیٹا تھا ——— جامع الخیرات واحیاء الادب شرافت سادات وغیرہ)

یہ ادب و ہدایت کا رشتہ بھی ہے، مگر بے ادبی اور گمراہی ہی کے رستہ کو پکڑنا تکبر اور باطل والوں کی قدیمی عادت ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف کی چھتیسویں آیت پڑھو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ابنائے جنس کو اسکا مصداق بننے سے بچائے۔ آمین! ——— چن چن کر ادب و ہدایت کے خلاف مضامین مطالعہ کرنا، دوسروں کو ان کے ذریعے بہکانا اہل حق کا طریقہ نہیں (شرافت سادات صـ ـ)

(نوٹ) قبلہ محدث ہزاروی نے جس آیت کا اشارہ فرمایا ہے۔ شرافت سادات میں نقل نہیں ہے۔ راقم الحروف نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

اور جنہوں نے ہماری آئتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا وہ ہی دوزخی ہیں۔ اور انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔ (اعراف) (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

حضرت قبلہ محدث ہزاروی نے شرافت سادات صـ ۷۸ میں بحوالہ امام

اہل بیت کو گالی دینے والا مرتد ہے

ابن حجر ہیتمی مکی صواعق محرقہ طبع مصر صـ ۱۴۳، حدیث نقل فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس نے

مَنْ سَبَّ اَهْلَ بَيْتِيْ فَاِنَّمَا يَرْتَدُّ عَنِ اللّٰهِ وَالْاِسْلَامِ

میرے اہل بیت کو گالی دی وہ اللہ تعالیٰ اور دین اسلام سے مرتد ہو گیا۔

اسی طرح دوسری کئی احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ اہل بیت رسول کی توہین کرنا ان کو دینا فعل حرام ہے کیوں کہ ان کو ایذا

دنیا ملعون ہے قرآن پاک میں آیا ہے۔ کہ اللہ اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینے والا لعنتی ہے۔

توہین اہل بیت کفر ہے

انتہائی توجہ طلب اور قابل غور یہ بات ہے کہ اہلبیت کی ہمسری اور برابری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے۔ جو چیز بھی اہل بیت کی ہتک پر مبنی ہو وہ ایذائے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موجب ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

مَنْ اَهَانَ اَوْلَادِیْ فَقَدْ اَهَانَنِیْ وَمَنْ اَهَانَنِیْ فَقَدْ اَهَانَ اللّٰہَ وَمَنْ اَهَانَ اللّٰہَ فَقَدْ کَفَرَ۔ (مودۃ القربیٰ) (مسند حضرت امام احمد حنبل)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس آدمی نے میری اولاد اہل بیت کی توہین کی اسنے میری توہین کی۔ پس جس نے میری توہین کی اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی وہ کافر ہوا۔

حضور علیہ السلام کا ہر فرمان فرمان خدا اور وحی الٰہی ہے۔ حضور علیہ السلام جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے۔ جیسے کہ ارشاد ربانی ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم)

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُوَد

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بُوَد رُومیؒ

اہل بیت کی فضیلت دائمی ہے

اہل بیت رسولؐ کی فضیلت اور شرافت دائمی اور غیر فانی ہے۔ اولاد رسولؐ کو غلام اور فرش غلیظ بنانے والے توہین رسولؐ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ دولت ایمان سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جب ایمان بھی نہ رہا تو انسانیت کا مقصد فوت ہو گیا۔

عصر حاضر کے علمائؒ کا ایک گروہ جس نے مخالفت اہلبیت کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ مناکحت کے بارے میں نت نئے فتوے صادر کر رہا ہے۔

کیا کبھی قبلہ عالم گولڑوی، قبلہ عالم محدث علی پوری، قبلہ عالم محدث ہزاروی، مسند نشینان اچ شریف وبانٹھ سیداں، یا

قبلہ عالم محی الدین وسنت لباہاں شریف، سجادہ نشین جلال پور شریف و غیرہم رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی نے بھی اس فعل قبیح کی اجازت فرمائی یا جائز قرار دیا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر چودھویں صدی کا ملّا جواب پندرویں صدی میں داخل ہو چکا ہے۔ کہاں کا مفتی اور مجتہد بن بیٹھا۔ قبلہ خواجہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ مہریہ اور ملفوظات میں تو سیدہ کا نکاح غیر سید سے حرام قرار دیا ہے لیکن مولوی عبدالرحمٰن صاحب اشرفی اور ان کے چیلے مساوات کا ڈھول پیٹ رہے ہیں۔ ناظرین فیصلہ کریں کہ ان دو شخصیات میں سے کون معتمد اور معتبر ہے۔؟ ظاہر ہے جسکا درجہ دین میں زیادہ ہوگا اسی کا فیصلہ شرعی تصور ہوگا۔ القاب دیکھو تو بے مثال، کردار دیکھو تو قابل نفرت۔

سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا ہر فرقہ دوسرے فرقے پر کفر و شرک تک کا فتویٰ تو بڑی دلیری اور جرأت سے لگاتا ہے اور اپنا کوئی قصور تسلیم کرنے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوتا۔ مذہبی تفرقہ بازی نے دین کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں۔ کوئی غیر مسلم حلقۂ اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے تو مصیبت میں پھنس جاتا ہے کہ ہر طرف سے اس کو اپنی طرف بلانے کی بے ہنگام آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ —— جب فرقہ بندی ناقابلِ یقین حد تک پہنچ چکی ہے تو پھر اس بات پہ تعجب کرنا کہ ذریت رسول ﷺ کی توہین ہو رہی ہے بے جا نہ ہوگا۔ صدقہ خور ملّاں ان بزرگوں کی برابری کرتا ہے۔ جن پر صدقہ حرام ہے مخلوق خدا کو ایذا دینا جرم عظیم ہے۔ تو اہلبیت رسول ﷺ کو ایذا دینا جو خود ایذائے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہے۔ کس شریعت میں جائز ہے۔ بندگان خدا تو دنیا کی کسی ادنیٰ مخلوق کو بھی ایذا دینا جرم سمجھتے ہیں۔

شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں۔

چہ خوش گفت فردوسیٔ پاک زاد
کہ رحمت براں تربتِ خاک باد
(سعدی)

میازار موری کہ دانہ کش است
کہ جاں دارد و جان شیریں تراست
(فردوسی)

فردوسی کی قبر پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں اس پاک طینت نے کیا ہی اچھی بات کہی ہے کہ ایک کمزور اور دانہ کھینچنے والی چیونٹی کو بھی دکھ اور تکلیف نہ پہنچاؤ اسلیئے کہ وہ بھی جاندار ہے اور ہر چیز کو جان پیاری ہوتی ہے۔

شیخ سعدی دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ ؎

شنیدم کہ مردانِ راہ خدا ❊ دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ ،
ترا کے میسّر شود ایں مقام ❊ کہ بادوستانت خلاف است وجنگ

میں نے سنا ہے کہ نیک اور پارسا لوگ دشمن کی دل آزاری بھی جائز نہیں سمجھتے کیوں کہ مردم آزاری بہت بڑا گناہ ہے۔ اے مخاطب تجھے نیکی اور خیر خواہی کا یہ مقام کب حاصل ہو سکتا ہے جب کہ تو اپنے دوستوں اور عزیزوں کے خلاف بر سرِ پیکار رہتا ہے۔
دورِ حاضر کے عُلمائے سُوء کا دین ایذائے رسُول کے قبیح عمل پر مبنی ہے ——— عُلمائے حق اور مشائخ عظام آج بھی حسبِ دستورِ سابق احترام اہلبیت کو جزوِ ایمان یقین کرتے ہیں۔ جب کہ عُلمائے سُوء اپنے ماضی کی طرح آج بھی اپنی روایات قبیحہ و رسوم مذمومہ کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

مسلمان آپس میں بھائی ہیں

اعتراض کرنے والوں نے ایک آیت اور ایک حدیث کے جزوی حصے لکھ کر بتایا ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ قائل کی مراد یہ ہے کہ جب سیّد اور غیر سیّد مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپس میں رشتہ اُخوت میں جکڑے ہوئے ہیں تو پھر نکاح سیدہ میں کون سی چیز رکاوٹ ہے؟
اس کج بحثی سے قائل اپنے دعوے میں اور بھی کمزور ہو گیا ہے۔ اخوتِ اسلامی کا مطلب و مدّعا اس نظریئے سے بالکل مختلف ہے۔ اخوّت سے مراد ہے حقوق و فرائض کی ادائیگی کی یکسانیت۔ نیز یہ کہ مسلمان آپس میں نہ لڑیں جھگڑیں اور نہ ہی ایک دوسرے کی حق تلفی کریں۔ لڑائی جھگڑا قتل اور فساد نہ کریں کیونکہ وہ ایک دین کے پرستار ہیں۔ ہندو سکھ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتا اور نہ ہی برہمن اور شودر ایک نشست پر بیٹھ سکتے ہیں۔ اس کے برعکس مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم ایک دوسرے کا پس خوردہ کھاتے ہیں۔ بلا امتیاز رنگ و نسل مسجد و مکتب میں باہم مل کر عبادت اور تعلیم کے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔ بیاہ شادیوں اور اجتماعی امور میں ایک جیسا سلوک روا رکھتے ہیں۔ یہ اسلامی اخوّت اور مساوات ہے۔ ورنہ بقول قائل و معترض ماں بہن بھی تو اخوتِ اسلامی میں شامل ہیں۔ قرآن و حدیث کے مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلط استدلال کیا ہے۔
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ بطور سند لکھ تو دیا ہے۔ کاش کہ آیت کے شانِ نزول پر بھی غور کیا ہوتا۔ مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول اس طرح بیان کیا ہے۔
کہ انصار میں سے دو صحابی آپس میں کسی بات پر جھگڑ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر یہ آیت نازل فرما

کی تعلیم فرمائی کہ ایک دین کے پرستار تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ بھائیوں کے درمیان الفت و محبت ہوتی ہے نہ کہ نفرت و حقارت اس مساوات و اخوتِ اسلامی کی یہ تعلیم ہے کہ نماز میں بادشاہ اور فقیر، امیر اور غریب، آقا اور غلام کندھے سے کندھا ملا کر ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں محمود و ایاز میں کوئی فرق نہیں رہتا جہاں تک مدارج کا تعلق ہے۔ نہ تمام انبیاء علیہم السلام مدارج میں برابر ہیں اور نہ ہی سارے ولی ایک مرتبے کے۔ آسان مثال یہ ہے کہ کلاس میں ذہین فطین اور غبی ہر قسم کے طلبہ ہوتے ہیں۔ ان میں قابلیت کے اعتبار سے نمایاں فرق ہوتا ہے لیکن طالبِ علم ہونے کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ کسی آدمی کے دس بیٹے ہوں تو ان کی تعلیمی و ذاتی قابلیت تو الگ الگ ہوتی ہے لیکن اولاد ہونے کے اعتبار سے ان میں رائی بھر فرق نہیں ہوتا۔ جنگل میں ہزاروں قسم کے درخت ہوتے ہیں۔ خاصیت کے اعتبار سے ہر ایک دوسرے سے جُدا ہے لیکن درخت ہونے کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں۔

"شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات"

نمونۂ اخوت

بات اخوت کی چلی تو ذرا واقعاتِ ہجرت اور تاریخ مدینہ کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو، مواخات مدینہ کا سنہری باب کچھ اور ہی نقشہ پیش کرتا ہے۔

معاشی حالات کی ابتری اور ضرورت کے پیشِ نظر حضور نبی پاک صاحب لولاک صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک مہاجر اور ایک انصاری کو آپس میں بھائی بھائی بنا کر نہ صرف اقتصادی حالات کو بہتر بنانے کی ایک بے مثال سکیم تیار فرما کر مواخاتِ اسلامی کی بے نظیر بنیاد ڈالی بلکہ بچھڑے ہوئے قلوب و اذہان کو حبل المتین سے متمسک فرمایا۔ یہی تعلیم تھی کہ درسِ نبوت سے فیضیاب ہونے والے خوشی اور مصیبت میں ایک دوسرے کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کرتے تھے۔

اس عظیم المثال مواخات بندی اور بھائی چارے کے موقعہ پہ ایک عجیب سربستہ راز سے پردہ اٹھتا ہے ہُوا یوں کہ جب آقائے عالمین صلّے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم نے انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تو مہاجرین میں سے حضرت مرتضےٰ علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہٗ الکریم بچ رہے اور کوئی انصاری ان کے حصے میں نہ آیا۔ تمام انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ عمل میں آچکا تھا۔ اس صورت حال سے متاثر ہو کر حضرت علی علیہ السلام انتہائی غمگین حالت و اضطراب میں بتلا زار و قطار آنسو بہاتے ہوئے بارگاہ نبوت میں عرض کرنے لگے، میرے آقا و مولا! آپؐ نے اپنے صحابہ کرام کے درمیان رشتہ اخوت قائم کر کے ہر مہاجر کو کسی انصاری کا بھائی بنایا لیکن میں تو اکیلا ہی رہ گیا۔ صاحب قاب قوسین صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم نے حضرت علی علیہ السّلام کی اس بے تابی کی کیفیت دیکھی تو ارشاد ہُوا اے علیؑ افسردہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں۔ یاد رکھو تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو! اِس فرمان نے قیامت تک یہ سند

چھوڑی کہ عاشقانِ و فدایانِ رسولؐ کی محبت و عقیدت کے تمام رشتے اور تعلقات تو بارگاہِ نبوتؐ سے وابستہ ہو سکتے ہیں لیکن ماسوائے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نبی آخر الزمانؐ کا بھائی کوئی نہیں ہو سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت علیؑ کا کسی انصاری کے حصے میں نہ آنا کوئی اتفاقی امر نہ تھا، بلکہ قادرِ مطلق نے اپنے حبیبؐ اور حبیبؐ کے حبیبؑ کی شان و عظمت کو اسی حکمتِ بالغہ سے ظاہر کرنا تھا۔ یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ قیامت اور اس کے بعد تمام انساب اور رشتے ختم ہو جائیں گے لیکن نبی و علی علیہما السلام ابدالآباد ایک دوسرے کے بھائی رہیں گے۔ دونوں ایک ہی نور سے مخلوق ہیں۔ جیسے کہ ارشادِ رسالتؐ ہے:

اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ؟ - میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔

یہ اخوت رسمی یا وقتی نہ تھی بلکہ ازلی اور ابدی تھی —— اگر روحانی فیوض و برکات کو الگ رکھ کر غور کیا جائے تو بھی اہلِ دانش و اہلِ بصیرت پر روشن ہو جائے گا کہ رسولؐ اور اخ الرسولؐ علیہما السلام دونوں کی کفالت سیّد البطحا حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شفیق ہاتھوں ہوئی تھی۔ نہ نسل کے اعتبار سے الگ نہ حسب کے لحاظ سے جدا۔ اس پر حضور علیہ السلام کی گواہی کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں نیز فرمایا اے علیؑ میرا اور تیرا گوشت پوست اور خون و جسم ایک ہی چیز ہے۔

اخوت کا مقصد تو یہ ہے کہ ؎

اخوت کا مقصد

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔

اخوت اور برادری کے تو یہ معنیٰ ہیں کہ جہاں کہیں بھی ابنائے جنس کو کسی قسم کی مصیبت درپیش ہو یا کوئی دکھ پہنچے تو دوسرے بھائی اس کو اپنی مصیبت تصور کریں۔ اسلیئے کہ بنی آدم اعضائے یک دیگر اند انسانی اجسام ایک ہی جوہر کے حصے ہیں۔ ان کا مادہ تخلیق ایک ہی ہے۔ لہٰذا تمام انسان ایک ہی جسم کی مثل ہیں یہ جسم کے کسی بھی حصے میں تکلیف ہونے سے سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی انسان یا قبیلے قوم کی تکلیف دوسرے افراد کے لئے ان کی ذاتی تکلیف اور دکھ بن جایا کرتا ہے۔ اپنی ضرورت اور احتیاج کے باوجود دوسروں کی مدد کرنا اور دوسروں کے کام آنا اسلامی اقدار میں سے اعلیٰ قدر ایثار ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے کہ میرے بندے اپنی ضرورت کے باوجود دوسروں کے کام آتے ہیں۔

اخوت اسلامی و ایثار کا نتیجہ تھا کہ میدانِ یرموک میں ساتوں کے سات مجاہدین جامِ شہادت نوش فرماتے ہیں۔ لیکن ہر ایک دوسرے کی آواز سن کر پانی پینے سے یکسر انکار کر دیتا ہے۔

اوپر لکھے ہوئے شعر میں خنجر کا نام آتے ہی طائرِ خیال جغرافیائی حدود کو پھلانگتا ہوا دریائے فرات کے کنارے پہنچ گیا۔ نظریں

دشتِ کربلا پر مرکوز ہو گئیں ۔ چشمِ تصور میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طرف گلستانِ زہراؑ کے پھول دشتِ نینوا کی آتش بار گرمی اور شدید پیاس کے باوجود دشمنانِ دین کے مقابلے میں نہایت ہی حوصلہ مند اور ثابت قدم نظر آتے ہیں ـــــ دوسری جانب ہزاروں کی تعداد میں اعدائے دین دنیا کے کتے ۔ مردارِ دنیا کی حرص اور یزیدی انعامات کے حریص اور امیدوار ، اولادِ رسولؐ پر مظالم ڈھانے کی غرض سے انبوہ در انبوہ اور فوج در فوج حملہ آور ہوتے ہیں ۔

سنہ ۶۱ ہجری کے محرم کی دسویں تاریخ کا تپتا ہوا سورج نصف النہار پہ ہے ۔ رسوائے زمانہ علمائے سوء اور کاذب مفتیوں نے ابنِ رسولؐ کے خلاف فتوے صادر کر کے شہزادہ کونین کو "خلافت" یزیدی کا باغی قرار دیا ۔ ہتھیار سنبھالے ۔ اپنے کفر اور الحاد کے ثبوت میں کوئی تلوار سے حملہ آور ہوتا ہے تو کوئی بھالے سے ۔ کسی نے برچھی تول رکھی ہے تو کوئی خنجر سے گلستانِ بتولؑ کی کلیوں کے درپے آزار ہے ۔ خنجر پہ خنجر چلے تلواریں بلند ہوئیں ، تیروں کی بارش ہوئی اور ساتھ ساتھ گالیوں کی بوچھاڑ ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرتی تھی ۔ یہ سب کچھ کس کے خلاف تھا ؟ اس مقدس و متبرک ہستی کے خلاف جس کے بارے میں حضور سیدالکونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اَلْحُسَیْنُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ میں حسینؑ سے ہوں اور حسینؑ مجھ سے ہیں ۔ پھر فرمایا " یہ دونوں میرے لئے دنیا و آخرت کے دو پھول ہیں ۔ ہاں جاننے والے جانتے اور پہچاننے والے پہچانتے ہیں کہ حضرت حسینؑ جب حضور علیہ السّلام کی پشتِ مبارک پر بحالتِ سجدہ بیٹھ جائیں تو سجدۂ مصطفٰےؐ بہتر تسبیحوں تک طول اختیار کرے ۔ یہ وہی جگر گوشۂ بتولؑ ہیں جن کی خوشنودی کے لئے لباس بہشت سے آئیں اور تحنیتوں کے مقابلے کا فیصلہ بارگاہِ خداوندی سے صادر ہو ۔ ـــــ اور یہی حسینؑ ہیں کہ ؎ لاش پر عبرت یہ کہتی تھی امیرؔ + آئے تھے دنیا میں اِس دن کے لئے

گلستانِ بتولؑ کو اجڑتا دیکھ کر باطل پرست دشمنِ رسولؐ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے ۔ فی الحقیقت وہ خود اجڑ رہے تھے ۔ اور ابدی لعنت کے طوق اپنی گردنوں میں ڈال رہے تھے ۔ ان نااہل ، غاصب اور ظالم آقاؤں نے خود بھی دین سے دوری اختیار کی اور ان بے دینوں کو بھی ہر نیکی سے یکسر محروم کر دیا ـــــ دشمنانِ اہلِ بیت جان بوجھ کر سعادتِ دارین کا انکار کر رہے تھے اور حضور کی اس حدیث کا مصداق بن رہے کہ " جس نے میرے اہلِ بیت کی توہین کی اس نے میری توہین کی اور کافر ہوا دنیا نے دیکھا اور دیکھتی رہے گی کہ دشمنانِ اہلِ بیت میں سے ہر کسی کی موت دیوانے کتے کی طرح واقع ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی ۔ قبروں کے نشان تک مٹ گئے بلکہ اموی لاڈلے کی قبر کی جگہ شیشے کے کارخانے کی بھٹی جل رہی ہے ۔ اور جلتی رہے گی جیسے کہ الہارون میں نقل ہے ۔

اگر آج دین کا کوئی دکاندار اپنی شہرت کی خاطر سادات کے بارے میں فتویٰ جواز دیتا ہے " تو کوئی تعجب اور حیرانی کی بات نہیں ۔ کیونکہ ان کے گرو گھنٹال (یزید) نے بھی تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو (معاذ اللہ) نکاح کا پیغام دے کر اپنے کفر

کو ظاہر کیا تھا جیسے کہ مدارج النبوۃ صفحہ ۲۳۶ پر نقل ہے۔ ــــ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ یزید نے محرمات کو حلال قرار دے دیا تھا اور ایسے ہی جرائم کا ارتکاب کرتا تھا۔ جیسے کہ اس کے اشعار سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس بات کی معتبر تصدیق اشراف مدینہ کے اس وفد کی زبانی ہوتی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اسکا ذکر انشاء اللہ اس کتاب کے دوسرے حصے میں آئیگا۔

معترض نے کیا خوب فقرہ چست کیا ہے۔

کمزور ترین دلیل

"جب یہ شرائط نہ ہوں تو یہاں ذات پات کفو اور غیر کفو سب کالعدم ہو جاتی ہے۔" کاش کہ معترض کی رہنمائی کرنے والے مولوی صاحب احکام خداوندی اور ارشادات نبویؐ سے بغاوت نہ کرتے تو نہ صرف اہل بیت رسولؐ کی ایذا رسانی سے بچ جاتے بلکہ اپنی عاقبت کو بھی خراب ہونے سے بچا لیتے۔ زبان سے بات نکال دینا تو آسان ہے مگر اس کو صداقت کا لباس پہنانا مشکل ہے جہاں کسی امر کے ثابت کرنے کے لئے سینکڑوں احادیث ہوں وہاں تاویلیں کرنا انگلی کے پیچھے سورج چھپانا ہے۔

فضیلت نسب اور کفو کا قطعی ثبوت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات)

اے لوگو یاد رکھو ہم نے تمہیں ایک مرد (حضرت آدمؑ) اور ایک عورت (حضرت حواؑ) سے پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو بے شک تم میں بزرگ اور مکرم وہی ہے جو (سب سے زیادہ) متقی اور پرہیزگار ہو۔

تفاوتِ انساب اقوام و فضائل کے اعتبار کا ماخذ یہی آیت ہے۔ اعلیٰ ادنیٰ کی تمیز و سلسلہ مناکحت میں۔ اعتبار کفایت زوجین اسی آیت سے لے کر فقہا نے باب الاولیاء والاکفاء (وارث اور کفو) مرتب کیا ہے ــــ صاحب خلاصہ نے لکھا ہے کہ تَعَارَفُوْا یعنی تفاوتوا ہے اسلئے کہ تعارف تفاوت (فرق) ہی سے ممکن ہے نہ تخالط (گھل مل جانا) سے۔ اور بڑی دلیل یہ ہے کہ تعارفوا پر وقف مطلق فرما کر تحفظ انساب کا مسئلہ بیان فرماتے ہوئے مسئلہ کو ختم کر دیا۔ اس طرح حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نسبی کمالات کو ظاہر فرما کر ارباب شعوب و قبائل کو اس اہمیت نسب کی اطلاع فرمائی کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کہ بے شک نسب و قبیلہ کی رو سے بزرگ تر اللہ کے ہاں وہی ہے جو متقی ہے یعنی حضور علیہ السلام، اسی آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب سے نسباً اکرم ہوں اور [illegible] الحاً بھی ہوں۔ یعنی پرہیزگاری اور نسبی شرافت و فضیلت

ہیں کوئی فرد و بشر میری طرح نہیں۔ میں ہر لحاظ سے افضل اور بہتر ہوں۔ میری ہمسری اور برابری کرنے والا کوئی نہیں ـــــ جیسے کہ طبرانی اور بیہقی میں بروایت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

فَاَنَا اَتْقٰی وُلْدِ اٰدَمَ وَاَکْرَمُھُمْ عَلَی اللّٰہِ وَذٰالِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی فَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا ط مفہوم اوپر بیان ہو چکا ہے۔

جب کریم الانساب کے لئے تعارف و تفاوت مطلوب شارع ہے تو اکرم نسب و اعظم الحسب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب مکرم کتنا کچھ تعارف و تفاوت کا مستحق ہو گا۔

الحاصل اسمائے الٰہیہ کے اس مظہر اتم حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ذات اور صفات میں ہر ماسوا اللہ سے۔ ارفع و اعلیٰ و اوفق و بالا کر دیا ـــــ پوری کائنات میں نہ حسبًا کوئی آپ کا ثانی ہے نہ نسبًا کوئی ہمسر ہے۔ حضور علیہ السلام نے یہ مبارک خطبہ مقام جحفہ پر صحابہ کرام کے مجمع کو ارشاد فرمایا تھا۔ (النظائر، رشحۃ الصادی)

مذکورہ بالا آیت شریف کی تفسیر سے واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ شعوب و قبائل کا ذکر اس امر کی دلیل ہے کہ شرافت و فضیلت کے اعتبار سے افراد و قبائل کا ذاتی مرتبہ اور مقام متعارف ہو سکے۔ اگر متقی اور پرہیزگار ہونا شرط بزرگی ہے اور بلا شک و شبہ یہ درست بھی ہے تو پوری کائنات میں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے بڑھ کر کون اکرم و اتقیٰ ہو سکتا ہے؟ جب آپ کی ذات اقدس بعد از خدا بزرگ تر ہے تو اسی طرح آپ کی اولاد سادات کرام بھی تمام دنیا کے افراد و اقوام سے ذاتی شرافت و نسب و نسبت رسول کی وجہ سے افضل اور واجب الاحترام ہیں ـــــ حدیث شریف اس امر کی یوں تصدیق کرتی ہے۔ کہ ـــــ خدا نے قبائل میں سے کنانہ کو چن لیا۔ اور پھر بنی ہاشم کو بزرگی بخشی۔ اور بنی ہاشم سے مجھے پسند فرمایا۔ لہٰذا میں ہی سید ولد آدم اور خاتم النبیین ہوں میں کائنات سے پہلے بھی خاتم الانبیاء تھا اور میں سب کا شافعی ہوں۔

حضور علیہ السلام اللہ کا نور ہیں

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اللہ جل شانہٗ کا نور ہیں۔ جیسے کہ سورۃ مائدہ کی آیت ۱۵ سے صریح ثابت ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (مائدہ)

بے شک تمہارے پاس اللہ جلّ شانہٗ کا نور (یعنی حضور علیہ السلام) اور اس کی روشن دلیلوں والی کتاب (قرآن پاک)

آئی ۔ ———— یہ بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ لفظ "نور" اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اور حضور علیہ السلام کے لئے ایک ہی معنی میں وارد ہوا ہے۔ جیسے کہ سورۃ نور میں ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نور ع ۲۵) اللہ تعالیٰ تمام زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے۔ بلا شبہ حضور علیہ السلام نور ہیں تو آپ کی اولاد جزو نور ہے۔ جسطرح حضورؐ کی برابری کسی کو نصیب نہیں اسی طرح سادات حسنیؑ حسینیؑ کا (ماسوائے سادات کے) کوئی بھی کفو نہیں۔

تیری نسلِ پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور، تیرا سب گھرانہ نور کا

حضور علیہ السلام مومنوں کے مال وجان کے مالک ہیں

امتی کی ہر چیز پر نبیؐ کا تصرف واختیار ہوتا ہے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ (احزاب)

یہ نبیؐ مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ومختار ہے۔ اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ اور رشتے والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف مفسرین نے اگرچہ بتغیر الفاظ تشریح کی ہے لیکن مطلب ومفہوم ایک ہی بیان کیا ہے۔ جس طرح ہر مالک اپنے غلام پر حقِ آقائی وسرداری رکھتا ہے، اسی طرح حضور علیہ السلام کا حقِ آقائی وحقِ خواجگی تمام کائنات پر خصوصاً اپنی امت پر حقِ ملکیت بروئے قرآن ثابت ہے۔ حضور علیہ السلام اپنی امت کے ہر فرد وبشر کے مالک اور مختارِ کل ہیں۔ ~ خالق کل نے آپ کو مالکِ کل بنا دیا۔

کسی بھی غلام کے حق میں اس کے آقا کا فیصلہ معتبر ہوتا ہے۔ نہ کہ غلام اور خادم کا۔ لہٰذا شرعی احکام واقوالِ فقہا کے مطابق کسی سیّدہ کا عقد غیر سیّد کے ساتھ قطعاً حرام اور غیر منعقد ہے۔ فعل حرام کو حلال قرار دینے والے اپنے مقام وانجام کا تعین کر لیں اور یہ بھی سوچیں کہ اہلِ بیت سے متعلق تعلیماتِ نبوی کیا ہیں؟

فرمانِ رسالت ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک ایماندار اور مومن کہلانے کا حق دار نہیں ہے جب تک وہ مجھے اپنے والدین، اپنی اولاد اور

پوری دنیا سے بڑھ کر محبوب نہ رکھے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جو شخص ذریت رسولؐ کو ایذا پہنچا کر ایذائے رسولؐ کا مرتکب ہوتا ہے، وہ بھی عاشق و مطیع رسولؐ ہونے کا دعوی کرے تو اس کی مرضی ہے۔ کسی اور کو اپنا شفیع بنائے۔ جب اتباعِ رسولؐ ہی حاصل نہ ہو تو ایمان کہاں رہا۔ مولوی گئی تو چل گئی مگر ایمان سے محروم رہا۔

حضور علیہ السلام کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے والا ایمان دار نہیں

جو شخص بھی حضور علیہ السلام کو اپنا حاکم اور مختار تسلیم نہیں کرتا۔ بحکم خداوندی وہ مومن نہیں۔ جیسے کہ کلام پاک میں ارشادِ ربانی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النسآء)

اے محبوبؐ تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں اپنا حاکم نہ بنائیں۔ جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دل میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں۔ اور جی سے مان لیں۔

اس آیت کریمہ کا آسان مطلب یہ ہے۔

احکم الحاکمین نے اپنی ذات مقدس کی قسم کھا کر تاکیدی اور تنبیہی انداز میں مسلمانوں کے دلوں کو جھنجھوڑا ہے کہ یاد رکھو تم اس وقت تک مسلمان کہلانے کے حقدار اور مستحق نہیں ہو سکتے، جب تک میری رضا اور خوشنودی کی خاطر میرے محبوبؐ کے ہر فیصلے اور حکم کو برضا و رغبت دل و جان سے تسلیم نہیں کر لیتے۔ محسنِ انسانیتؐ کے ہر حکم کی تعمیل بوجہ حکمِ خداوندی فرض عین اور اصل ایمان ہے۔ اور سرتابی و نافرمانی کرنے والا مردود ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس نے سرکار دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کی در اصل وہی اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے۔

جو شخص گستاخِ رسولؐ ہے وہ کبھی مومن نہیں ہو سکتا۔ جس نے اہلِ بیت کو دکھ پہنچایا وہ محبِ رسولؐ نہیں ہو سکتا۔

مندرجہ ذیل حدیث متذکرہ بالا آیت کی تفسیر کرتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔

تم میں سے کوئی بھی مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام بنی نوع انسان سے بڑھ کر عزیز

نہ رکھے۔

ایک فطری اصول ہے کہ ہر انسان کو جو محبت اپنے بہن بھائیوں اور والدین سے ہوتی ہے۔ وہ کسی اور رشتے سے نہیں ہوتی۔ اگر سو سالہ کے بوڑھے آدمی کو بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بے اختیار ہائے ماں کی آواز منہ سے نکلتی ہے۔ اسی طرح ہر آدمی کو جو محبت، شفقت، اور بے پناہ لگاؤ اپنی اولاد سے ہوتا ہے اسکا اندازہ کچھ اولاد والے ہی کر سکتے ہیں۔ والدین اور اولاد کی نسبت محبتوں کا اندازہ کرنے کے بعد بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ کس قدر پر خلوص محبت اور عقیدت واحترام کی ضرورت ہے یہ ضرورت بھی ایسی اہم ہے جسکے پورا کئے بغیر آدمی دولت ایمان سے محروم اور رحمت خداوندی سے دور ہو کر مغضوب خدا بن جاتا ہے جب یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ نہ تو حضور علیہ السلام کی نافرمانی کرنے والا مسلمان ہے اور نہ ہی وہ آدمی مومن ہے جو حضور کی محبت سے محروم ہو۔ تو پھر کون سا ایسا عمل ہوگا جو قربت رسول کا باعث ہوگا۔ والدین سے محبت اور اولاد سے دشمنی بھی اس بات کی سند ہے کہ وہ محبت جھوٹی اور مصنوعی ہے۔ حضور علیہ السلام کا یہ فیصلہ ہے کہ میری اولاد سے دشمنی کرنے والا مغضوب خدا ہے تو اہل بیت سے محبت نہ کرنے والا کہاں کا مومن اور مسلمان ہوگا۔ بس ضد اور تعصب کی بات ہے۔ جس غلام نے اپنے آقا کے ایک حکم کو مانا اور دس احکام کو رد کر دیا وہ کب وفادار کہلائے گا۔

محبت اہل بیت کے بارے میں سوال ہوگا

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت کے دن اپنی اُمت سے سوال فرمائینگے کہ کہو میری اولاد کے ساتھ کیسا سلوک کر کے آئے ہو؟ ارشاد خداوندی ہے۔

وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (صفٰت ۲۴)

ان کو روکو میں ان سے سوال کرنے والا ہوں۔ یعنی کچھ پوچھنے والا ہوں۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا میں تمہاری جانوں سے بھی تم پر متصرف و صاحب اختیار نہیں ہوں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ہمارے مالک و مختار ہیں۔ فرمایا پس میں تم سے دو عظیم المرتبت چیزوں کے بارے میں سوال کرنے والا ہوں۔ ان دو چیزوں میں ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری اولاد ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جب سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کئی بار اس امر کی تبلیغ فرمائی کہ میری اولاد (سادات کرام) سے محبت کرنا ہوگی ورنہ تم سے پوچھا جائے گا۔ اور عدم تولّا کی صورت میں جرم کی سزا لازمی ہوگی۔ تو پھر کس بھروسے پر بعض علما سادات کرام

کی شان و عظمت گھٹانے کے لئے بودی اور مصنوعی دلیلیں پیش کرکے اپنے ایمان کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں۔

جب اعمال صالحہ میں آلِ رسولؐ کی محبت اور فرمانبرداری شامل ہے تو اس اہم عمل کے ترک پر سزا ہونا فطرتِ خداوندی کے عین مطابق ہے پھر یہ بغاوت کیسی اور تکبر و تعصب کاہے کا؟

کفائت پر عظیم دلیل

اہلِ بیت اولادِ رسولؐ کے بارے میں حضور علیہ السلام نے ایک عظیم اور تا قیامت رہنے والا راز ظاہر فرما کر محبانِ اہلِ بیت کے لئے سعادتِ ابدی کی خوشخبری فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے۔ لَوْلَا خَلَقَ اللّٰہُ عَلِیًّا لِفَاطِمَۃَ مَا کَانَ لَھَا کُفُوًا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ۔

حضور نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت علی علیہ السلام کو حضرت سیّدہ خاتونِ جنت صلوٰت اللہ علیہا کے لئے پیدا نہ فرماتا تو روئے زمین پر حضرت بتولؓ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔ یعنی کسی دوسرے سے نکاح کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ نہ پہلوں سے نہ پچھلوں سے اہلِ علم اور اہلِ بصیرت ہی اس اعلان اور انکشاف کی اہمیت کو جان سکتے ہیں۔

(کتاب الشہاب للشہاب الدین سہروردی مودۃ القربیٰ
و جوامع الکلم سیّد گیسو درازؒ)

سادات کرام کا دستورِ مناکحت

ہمارے سادات علوی حسنی حسینی کا قدیمی دستور رہا ہے اور اب بھی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی شریف صحیح النسب (سیّد) ہی سے کرتے ہیں۔ اس نسب عظیم کی حفاظت کے لئے وہ غیر شریف (غیر سیّد) سے شادی کی اجازت نہیں دیتے۔ اگرچہ عورت اور اسکا ولی دونوں راضی ہوں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس نسب طاہر کا حق اسی کو پہنچتا ہے جو حضرات حسنینؓ کریمین کی طرف منسوب ہو یہ حق نہ تو کسی عورت کو حاصل ہے نہ اس کے ولی کو۔ اور تمام اولادِ حسنینؓ کا اس امر کے لئے راضی ہونا ناممکن ہے۔ آج تک اسی پر عمل ہے اور یہی لوگ بہترین نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔ کیوں کہ یہی فقہا، صالحین اور اولیاء اللہ ہیں جن کی مخالفت کسی کے لئے بھی جائز نہیں۔

اس چیز میں جس کی انہوں نے اساس رکھ دی ہے، اور جس پر وہ عمل پیرا رہے ہیں، ہمیں صرف انہی کی سیرت پر چلنا اور ان کی اقتدا کرنا چاہیئے۔ انہیں ایسے اختیارات اور ایسی نگاہیں حاصل ہیں کہ فقیہہ ان کے اسرار کو نہیں پہنچ سکتا۔ ان کے اس اختیار و نظریہ کی تائید حضرت عمرؓ بن خطاب کے اس قول سے ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ حسب و نسب والی لڑکیوں کی شادی کو صرف کفو ہی میں نکاح کرنے کی اجازت دوں

(رشفۃ الصادی اردو صـ ۴۷)

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مناکحت میں سادات حسنیؑ حسینیؑ کا کوئی غیر سید کفو و ہمسر نہیں ۔ چاہے وہ کیسا ہی صاحب فضیلت کیوں نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ قدیم زمانے سے سادات کے گھرانوں کی شادیاں اپنے ہی قبیلے اور کفو میں ہوتی چلی آرہی ہیں ۔ نیز نقیب سادات کی ذمہ داری اول میں سے ایک ذمہ داری یہی ہے کہ سادات کی عورتیں صرف ہمکفو ہی سے شادیاں کریں ۔ جیسے کہ علامہ نبہانی نے بھی لکھا ہے تیسرے یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم نافذ فرمایا تھا کہ کوئی عورت اپنے ہم عمر مرد کے بغیر نکاح نہ کرے ۔ جس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے ۔

حضرت عمرؓ کے ایک دوسرے حکم سے یہ ثابت ہے کہ کفو کے بغیر حسب و نسب والی لڑکیوں کے نکاح کی اجازت نہ دی جائے ۔

ان شواہد سے ثابت ہو چکا کہ کسی سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ شرعی اعتبار سے باطل اور حرام ہے ۔

حضرت عمرؓ کے ان احکام کے باوجود حضرت ام کلثومؑ صلوٰت اللہ کا جھوٹا واقعہ نقل در نقل چل رہا ہے ۔ امام شافعیؒ اس بے بنیاد واقعہ کے وجود کے قائل نہیں ۔ اسی طرح سید شہاب الدین امام حرم نے بھی رشفۃ الصادی صـ ۲۷ میں لکھا ہے کہ واقعہ ام کلثومؑ جھوٹے لوگوں کی افتراء پردازی ہے ۔ امام شافعی کا یہ قول بھی قابل غور ہے کہ "یہ نکاح جبریہ ہوا ہوگا" یعنی وہ خود یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہوا ہے اسی لئے ماضی تشکیکیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے ۔

اہلبیت کو گالی دینے والا مرتد ہے

چند لمحات کے لئے مان لیتے ہیں کہ اگر کوئی سیدہ کسی غیر سید کے گھر ہے تو شوہر کسی بھی وقت ناراض ہو کر جھگڑتا ہے ۔ اور گالی گلوچ دیتا ہے اور مار پٹائی کرتا ہے تو احکام شریعت کی رو سے وہ آدمی مرتد ہو گیا ۔ حالانکہ یہ بات اپنی جگہ ہے کہ نکاح پڑھنے سے بھی نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا ۔ امام ابن حجر ہیتمی مکی نے صواعق محرقہ طبع مصر صـ ۱۴۳ میں لکھا ہے ۔

مَنْ سَبَّ اَھْلَ بَیْتِیْ فَاِنَّمَا یَرْتَدُّ عَنِ اللّٰہِ وَالْاِسْلَامِ ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا "جس نے میرے اہل بیت کو گالی دی وہ اللہ اور اسلام سے مرتد ہو گیا ۔ یاد رہے کہ مرتد واجب القتل ہوتا ہے ۔ لہٰذا سیدہ کا نکاح کسی بھی غیر سید سے ہونا حرام ہے ۔

آلِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر کوئی نہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد

سوال اگر کوئی اسے حلال جانے؟ ——— جواب وہ کفر کو پہنچتا ہے۔

سوال اگر غلطی سے ایسا نکاح ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب جیسے کوئی محرمات سے نکاح کرے تو وہ بدستور حرام ہے۔ جو حرام کا حکم ہے وہی اسکا ہے۔

(شرح قصیدہ باغ و بہار ص ۳۴)

قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں کئی طریقوں سے ثابت ہے کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے قطعاً حرام اور غیر شرعی ہے۔ اس فعل کا مرتکب شرعی مجرم ہے۔

یہ تو ایک فقہی مشہور مسئلہ ہے جس کو آلِ رسُول کے ساتھ بغض و عناد کی وجہ سے یکسر فراموش کر دیا ہے۔ اور فراموش کیا جا رہا ہے۔ خلق آزاد علماء سُو نے برسرِ منبر آلِ رسُول کی توہین کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔ یہ لوگ آلِ رسُول کی توہین کرنے کی غرض سے نوآموز مرغ کی طرح گلا پھاڑ پھاڑ کر چلایا کرتے ہیں۔ نیز ریڈیو ٹی وی اور اخبارات و رسائل کے ذریعے شیخی بھگارتے نہیں تھکتے۔ یہ کلمات جذبات کی رو میں نقل نہیں کیئے بلکہ میرے پاس ایسے شواہد موجود ہیں۔ جو عصر حاضر کے ہند و پاک میں رہنے والے خارجیوں نے اپنی رسوائے زمانہ تصانیف میں شائع کروائے ہیں۔ انشاء اللہ آگے چل کر برصغیر کے خوارج کو بے نقاب کروں گا ——— احکام شریعت سے بغاوت اور روگردانی ان لوگوں کا شعار اور عقیدہ بن چکا ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ جن مبارک اجسام میں سید الکونین صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا مقدّس اور مطاہر خون شریف داخل اور شامل ہے، ان کو فرشِ غلیظ بنانے کے جواز میں کذب و افتراء پر مبنی فتوے گھڑتے رہتے ہیں۔ اس طرح دین کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہی نہیں کہ اہلبیت کی ہتک کرتے ہیں بلکہ فرقہ بندی کو اس قدر ہوا دے رکھی ہے کہ ہر فرقہ دوسرے فرقے کو اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔ ایسے طالع خود رو گھاس کی طرح نمودار ہو رہے ہیں۔ عُلمائے حق اور مشائخ عظّام کا فرض ہے کہ ان منحوس اداروں پر حکومت سے پابندی لگوائیں جو توہین اہلِ بیت کے سلسلے میں کتابیں شائع کر رہے ہیں۔ یاد رہے ان کا بڑا مرکز کورنگی کراچی میں ہے جس کا نام ہے۔ مجلس حضرت عثمانؓ۔

جھوٹے فتوے بہت پرانے ہیں

آج سے تیرہ سو بارہ سال قبل عُلمائے سُو اور لالچی مفتیوں نے فیصلہ دیا تھا کہ (نعوذ باللہ) حضرت امام حسین علیہ السلام یزید کے باغی ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن و کلمہ پڑھنے والوں نے میدان کربلا میں رسُول زادیوں کے پردے چھینے، چادریں لوٹیں، بے نقاب کر کے ابن زیاد اور یزید کے درباروں اور بازاروں میں پھرایا ——— ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بھاری بھرکم

بیڑیاں ڈال کر ٹھوکریں مارتے پھراتے رہے اور اپنی اس ابدی ذلت پر خوشیاں مناتے رہے۔ خدا کی لعنت ہو اُن پر جنہوں نے اولاد رسُول پر بے پناہ مظالم ڈھائے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ایذا پہنچائی۔ بموجب احکام خداوندی حضور علیہ السلام کو ایذا پہنچانے والا لعنتی ہے (احزاب) کیا علمائے حق، مشائخ عظّام اور حق پرست مسلمان اس بات کو بھول جائیں گے کہ "محمد دین بٹ" کا "رشید ابنِ رشید" یعنی یزید ملعون شراب کے نشے میں چوُر محرمات کو حلال قرار دینے والا ظالم اور فاسق و فاجر نہ تھا؟ اور اس کی بے دین اور ظالم فوج نے گلستانِ بتولؑ کی ہر کلی کو گھوڑوں کے سموں سے نہیں روندا تھا؟ اموی خون خواروں نے بیماری کی شدّت کے باوجود حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کو بے پناہ اذیتیں پہنچائیں اور گستاخیاں کیں۔ بے حرمتی کے جھکڑ چلائے، جسمانی اذیتوں کے علاوہ بدزبانی و بدکلامی اور گالی گلوچ اور طنز و مزاح کی بھی کوئی حد نہ چھوڑی تھی۔ ان کی ہر حرکت آلِ رسُولؐ کے لئے تیر و نشتر کا کام کرتی تھی جب کہ حضور علیہ السلام کو پردہ فرمائے ہوئے صرف پچاس سال گزرے تھے اور یہ پچاس سال قومی زندگی کا قلیل ترین زمانہ ہے۔

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب کہ تعلیماتِ نبویؐ بحرِ ذخّار کی طرح موجزن تھیں۔ دورِ نبویؐ کا قریب تر کا زمانہ تھا۔ صحابہ کرامؓ و تابعین کا حسین امتزاج اپنے فیضان کو چار سو عالم میں بکھیر رہا تھا۔ بایں ہمہ ازلی بدبختوں نے سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے چند روزہ دنیا کی عیش و عشرت کی خاطر اپنی عاقبت برباد کر لی۔

جن لوگوں نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں آلِ رسُولؐ پر بے پناہ ظلم روا رکھے اور ذرہ بھر محسوس نہ کیا۔ کہ اولادِ رسُولؐ کو ایذا پہنچانا فعل حرام ہے۔ اگر آج ان کی اولاد اپنے آبائو اجداد کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے اسلاف کی رسم کو زندہ رکھتے ہوئے سیّدہ کے نکاح کا جواز پیش کرتی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جہاں ہر توہین اور ہر ایذا رسانی ان کے نیک اعمال میں شمار ہوتی تھی وہاں جواز او رعدم جواز کی کیا اہمیت تھی حیرانی کی یہ بات ہے کہ اس دور کے وہ علماء جو سیّدہ کے نکاح کے جواز کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر قرآن و حدیث سے ان کا مذہبی تعلق ہے۔ تو پھر وہ کون سی وجہ جواز ہے۔ جس کی بنا پر وہ ایسا کرتے ہیں۔ اگر صحاحِ ستّہ اور کتُب فقہ ایسے جواز کی نفی کرتی ہیں تو ان کا ایمان کیسا ہے؟ اور وہ کس کی پیروی کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اُن کے شر سے بچائے۔ آمین۔

ستم بالائے ستم یہ کہ آج کل (نعوذ باللہ) یہ گروہ اخبارات میں بیان بازی پر کمر بستہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی گستاخی کرنے والا واجب القتل نہیں ہے اور نہ ہی اس کو کوئی سخت سزا دی جا سکتی ہے اس امر پر پریس گواہ ہے نعیم بازمی وغیرہ اس دعوٰی کے مدعی ہیں۔ سبحان اللہ صائمہ جاوید بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے علم شریف پر تنقید کر رہی ہیں۔

غیر سیّدہ بیوہ کے لئے بھی بغیر کفو نکاح درست نہیں۔ جامع ترمذی جلد اول باب

الجنائز، باب حدیث نمبر ۱۱۰ صہ ۳۷۴ (اردو) میں یہ حدیث نقل ہے ——— عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ رضؓ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْھَا اَلصَّلٰوۃُ اِذَا اٰتَتْ وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَھَا کُفُوًا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علی تین امور میں تاخیر نہ کیا کرو۔ نماز جب اسکا وقت ہو جائے۔ دوسرے جنازہ جب تیار ہو جائے۔ تیسرے وہ بیوہ عورت جس کا کفو مل جائے (اس کا نکاح کر دو) اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ بیوہ عورت اس وقت تک نکاح نہ کرے جب تک اس کو کفو نہ ملے۔ کفو ملنے تک انتظار کرنا ضروری ہے۔ تاکہ کسی گھٹیا خاندان کی غلام نہ بن جائے۔

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے

جامع ترمذی جلد اوّل ابواب النکاح باب ۱۴، صہ ۳۸۱ احادیث نمبر ۲۱-۲۲ کے طویل تر مضمون میں اکابر صحابہ کرامؓ سے روایتیں ثابت ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کسی بھی عورت کا نکاح باطل ہے حضور علیہ السلام نے تین بار اس حکم کا تکرار فرمایا۔ یہ مضمون ترمذی شریف کے دو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ لہٰذا بخوف طوالت عربی عبارات کی نقل سے معذور ہوں اہل ذوق اصلی کتاب کا مطالعہ کریں۔

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

لوگ اہل بیت کی عزت و حرمت پر مجرمانہ اور وحشیانہ طریقوں سے کاغذی جنگی میدانوں میں قلمی تلواروں اور برچھیوں سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ کسی آدمی کی عزت نفس اور ذاتی شرافت کے بارے میں حضور علیہ السلام کے مبارک خیالات کیا تھے۔ درج ذیل واقعہ اس امر پر قطعی ثبوت ہے کہ آپ انسانوں کے ذاتی وقار کا کتنا احترام فرماتے ہیں شبلی نعمانی نے سیرت النبیؐ جلد اول صہ ۴۹۲ پر بحوالہ شرح ابو داؤد (مازری مشہور محدث) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت صفیہؓ کو حضرت دحیہؓ کلبی سے اس لئے واپس لے کر خود ان سے عقد فرمایا تھا کہ وہ عالی مرتبہ اور رئیس یہود کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے ان کا کسی اور کے پاس جانا ان کی توہین تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت صفیہ کو ان کے خاندانی مرتبے کا لحاظ فرماتے ہوئے حضورؐ نے خود عقد فرمایا تھا۔ کیونکہ وہ (بنت سیدھم) یہود کے رئیس (یعنی سردار) کی بیٹی تھیں اور اپنے خاندان میں معزز تھیں۔ مقام حیرت ہے کہ رئیس یہود کی بیٹی کو حضور علیہ السلام نے کس عزت اور شان کا مستحق قرار دیا لیکن خاندان نبوت پر ہر کس و ناکس دست درازی کرنے لگا ہے۔ اور خصوصاً

حضرت ام کلثوم کے واقعہ کے بیان میں تو علامہ شبلی بھی اسی قافلے کے فرد بن گئے جنہوں نے توہین اہل بیت کی قسم کھا رکھی ہے ۔ مؤرخ ہونے کے باوجود تاریخ کو مضحکہ خیز بنا دیا ہے ۔

علامہ شبلی نے الفاروق میں حضرت ام کلثوم کے بے بنیاد واقعہ کی نقل کرتے ہوئے علامہ طبری پر تو اعتبار کیا ہے لیکن زمخشری اور ابن خلکان کو فن تاریخ سے نا واقف قرار دیا ہے ـــــ جب کہ بحوالہ سیرت النبی جلد اوّل صہ ۴۹۷ خود بھی حافظ ابن قیم کی زاد المعاد پر بے اعتباری کا اظہار کرتے ہوئے روائیتوں پر شبہ اور بے یقینی ظاہر کی ہے ۔ راقم الحروف کا یہ مدعا نہیں کہ ابن قیم کی ہر بات درست ہے ۔ کہنا یہ ہے کہ بعض لوگ ایک وقت ایک مؤرخ پر اعتبار کرتے ہیں تو دوسرے وقت بے اعتباری کرنے لگتے ہیں ۔ ام کلثوم کے واقعہ میں طبری پر اعتبار کرنے والے شبلی نے کنانہ بن الربیع (یہودی) کے قتل کے واقعہ میں طبری، ابن ہشام اور ابن اسحاق کی روایات کو غلط بتایا ہے ۔ ملاحظہ ہو سیرت النبی جلد اول صہ ۴۹ حالانکہ ابن اسحاق بحیثیت مؤرخ مشہور ترین شخصیت کا مالک ہے ۔ اگرچہ وہ بھی عباسیوں کا ریزہ چین تھا ۔ اسی طرح الفاروق میں حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ سنہ ۱۶۰ ہجری لکھا ہے جب کہ سنہ ۱۷ ھ میں حضرت ام کلثوم کی عمر چار یا پانچ سال لکھی ۔ اور حضرت سیدہ کا وصال شریف سنہ ۱۱ ھ میں ہو چکا تھا ۔ الفاروق ص ۶۲ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سن پیدائش سنہ ۶ ہجری لکھا ہے جب کہ سیرت النبی جلد اول میں سنہ ۴ ھ نقل کیا ہے ـــــ جب یہ تضاد ہے تو پھر الفاروق کی روایات پر اعتبار کر کے واقعہ ام کلثوم کو سچ مان لینا خلل دماغ کے بغیر اور کیا ہو سکتا ہے ۔

ارشادِ نبوی

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورت میں چار علامتیں دیکھ کر نکاح کرو جیسے کہ بخاری کتاب النکاح میں حدیث وارد ہے ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْکَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ ۔ (بخاری کتاب النکاح اردو)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ کہ بوقت نکاح عورت میں چار باتیں دیکھی جاتی ہیں ۔ مال ، نسب ، خوبصورتی ، دین ۔ تجھے چاہیے کہ دیندار کو حاصل کرے ۔ اسے تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں (یعنی بعد میں ندامت نہ ہو)

اس حدیث شریف سے ثابت ہو چکا ہے کہ نسب کا احترام اور اہمیت نکاح کے وقت اشد ضروری ہے ۔ بلکہ سنت نبوی ہے ۔ لہٰذا اس اعتبار سے سیدہ کا نسب افضل ترین ہے اور کوئی غیر سید سیدہ کا کفو نہیں بن سکتا چاہے اس میں کیسی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں ۔

قدوری فارسی صفحہ ۱۰۰ پر درج شدہ عبارت اوپر بیان کی گئی حدیث شریف کی واضح تشریح اور تائید ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قدوری کی روایت

کفوایت در نکاح معتبر ہست یانہ؟ معتبر ہست۔ مسئلہ اگر زنی خود را بمرنی دہد بغیر کفو، اولیائے او را حق فرقت باشد یانہ؟ اولیائے او را رسد کہ میانِ ایشان فرقت افگنند۔ کفائۃ در نکاح از چہ روے نگرند۔ نسب و دین و مال و دیگر آنکہ مرد مالک مہر و نفقہ باشد الخ؛۔

یعنی کیا نکاح میں کفو کا اعتبار ہے یانہ؟ جواب ہاں نکاح میں کفو معتبر ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو بغیر کفو کے کسی کے نکاح میں دے دے تو کیا حکم ہے، کیا عورت کے وارث اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں؟ (جواب) ہاں عورت کے وارث ان میں جدائی کرا سکتے ہیں۔ سوال: نکاح میں کفو کو کس حیثیت سے دیکھا جاتا ہے؟ جواب: نسب، مال، دین، اور ہر چیز میں برابری۔ غیر کفو میں نکاح نسب کی ہتک ہے جو شرعاً جائز نہیں۔

کوئی غیر سیّد کسی سیّدہ کا کفو نہیں

استاذ العلماء فخر روزگار شیخ الحدیث حضرت قبلہ علامہ السیّد ابو المسعود محمود شاہ ہزاروی زید مجدہٗ نے مقامع النیۃ صفحہ ۶۲ پر بحوالہ عہود مواثیق واحیاء الادب، علمائے حق و صاحب معرفت مشائخ حضرات کا فیصلہ نقل فرمایا ہے۔ کہ اشد شرعی ضرورت کے باوجود سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے قطعاً ناروا ہے۔ کہ سیّدہ اولادِ رسولؐ ہے جو غیر سیّد کے لئے حرام ہے۔ علماء نے ایسے اقدام کرنے سے منع فرمایا ہے اور بچنے کی تاکید سخت کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

لِاَنَّهَا بِضْعَةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَوْ سَآءَ اَدَبَهٗ عَلَيْهَا فَكَاَنَّهٗ فَعَلَ ذٰلِكَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَدْ ثَبَتَ هٰذَا الْحُكْمُ لِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ثُمَّ هُوَ لِذُرِّيَّتِهَا مِنْ بَعْدِهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

اسلئے کہ سیّدہ (حسنیہ حسینیہ) سیّدِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اولاد ہونے کے سبب سے آپ کے جسم اطہر کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو ناخوش کیا اس نے خود حضور علیہ السلام کو ناراض کیا۔ اور جس نے اس پر دار و گیر کی سختی کی اس نے خود صاحبِ لولاک کی بے ادبی کی۔ تحقیق یہ حکم بموجب حدیث صحیح (الفاطمۃ بضعۃ منی) حضرت سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لئے قطعاً ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہی حکم ان کے بعد ان کی اولاد، سادات فاطمیہ کے لئے تاقیامت ثابت ہے پس سادات کرام کے ذکور و اناث خورد و کلاں حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی اولاد آپؐ کے جسم اطہر و مطہر کے اجزاء ہیں۔ اس ثبوت کے بعد کسی سند اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی لیکن نہ ماننے کا تو علاج ہی نہیں

قبلہ محدث ہزاروی نے مقامع الکبیرہ صفحہ ۶۵ پر بحالہ درمختار و ینابیع نقل فرمایا ہے۔

العجمی لایکون کفوا للعربیۃ ولو کان عجمی عالما او سلطانا۔ ھو الاصح (فتح عن الینابیع) (نوٹ:- یہی عبارت قبلہ عالم حضرت گولڑوی کے فتاویٰ مہریہ میں نقل ہے)

یعنی کوئی عجمی آدمی کسی عربیہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا اگرچہ عجمی بہت بڑا عالم یا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ تو عربی اور عجمی کی بات ہے۔ اولادِ رسولؐ کی حیثیت ہی الگ ہے (امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی موقف ہے)

بحر الرائق کا حوالہ

بحر الرائق صفحہ ۱۴۰ میں ہے سب علماء اور مشائخ کی ظنیات خیالی آراء ہیں۔ اور ظاہر روایت مذہب امام ابو حنیفہ کا یہی ہے کہ کوئی بھی عجمی کسی بھی عربیہ کا مطلقاً کفو نہیں ہے۔ اسی طرح عالمگیری، درمختار، احیاء الادب اور کشف الظلام وغیرہ میں تفصیل موجود ہے۔ فتح القدیر میں ینابیع سے ہے کہ:۔ والاصح انہ لیس بکفوء للعلویۃ

یعنی صحیح یہی ہے کہ علوی غیر فاطمی کا بھی کوئی غیر علوی کفو نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد کے لئے بھی کوئی عجمی کفو نہیں بن سکتا پھر اولادِ سیدہ کا کفو کس طرح بن سکتا ہے یہ امر محال اور غیر شرعی ہوگا۔

کوئی فاسق کسی صالح کا کفو نہیں

الفاسق لایکون کفوا لبنت الصالحین فعلنا کان او لم یکن۔

فاسق آدمی صالحین کی بیٹی کا کفو نہیں ہو سکتا چاہے اسکا فسق ظاہر ہو یا پوشیدہ جب صالح اور فاسق ہمکفو نہیں ہو سکتے تو سیدہ اور غیر سید میں بھی تو کوئی فرق ہوگا۔ اس بات کے جاننے کے لئے صفائی قلب اور عشق رسولؐ کی ضرورت ہے نہ کہ کتابوں کے انبار کی۔ علم اور چیز ہے اور آدمیت اور شے ہے۔

ہاشمی غیر فاطمی شریف کا کفو نہیں

صواعق محرقہ صفحہ ۹۵ میں ہے۔ ولا یکافی شریفۃ ھاشمی غیر شریف۔ کوئی بھی ہاشمی (غیر فاطمی) سیدہ کا ہمکفو نہیں ہو سکتا۔

ولی کی ہتک منافی کفائت ہے

وہ آدمی کفو نہیں ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح

اسکے اولیا (وارثوں) کے لئے باعث ننگ و عار اور ہتک عزت کا موجب ہو (فتاویٰ رضویہ ص۱۲۷)

قَدْ عَلِمْتَ بِاَنَّ الْمُوْجِبَ هُوَ اِسْتِنْقَاصُ اَهْلِ الْعُرْفِ فَيَدُوْرُ مَعَهٗ۔

اے مخاطب تجھے معلوم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرنے سے شرفا کی شان میں کسر کرنا ہے اور نکاح کا مدار اسی پر ہے کہ کسی شریف کے لئے وہ نکاح باعث ہتک نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ نکاح میں کفائتہ یعنی برابری و ہمسری اشد ضروری ہے۔ اگر خاندان کی شرافت اور عرف یعنی وقار و عزت کے لئے باعث عار و ہتک ہو تو نکاح کا جواز ثابت و معتبر نہیں ہے۔ جیسے کہ فتاویٰ رضویہ ص۱۱۹ و فتح القدیر محقق ابن الہمام (کتاب النکاح) فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح باب الکفائت پر ہے۔ اور کفائت کا مدار عرف پر ہے اور عرف کے لئے عار ہو تو جواز نہیں ہے (مقامع الیقین)

فرمانِ رسالت

احکام شریعت ص۳۷ اور انوار نعمانیہ ص۱۷ پر حضرت فرزار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نظر شفقت ڈالی اور فرمایا:۔

بَنَاتُنَا لِبَنِيْنَا وَبَنُوْنَا لِبَنَاتِنَا۔ یعنی ہماری لڑکیاں ہمارے لڑکوں کے لئے اور ہمارے لڑکے ہماری لڑکیوں کے لئے ہیں۔ کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی۔ مزید ثبوت حاضر ہے۔

تخصیص نسب

فتاویٰ کبریٰ امام حافظ الشان ابن حجر مکی ص۴ ص۹۳ پر لکھتے ہیں۔

مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَادَ بَنَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَنْسَبُوْنَ اِلَيْهِ اِلَّا مَنْ يَنْتَسِبُ اِلَيْهِ۔ وَالْعَبَّاسِيُّ مَثَلًا لَيْسَ كُفْوًا لِلشَّرِيْفَةِ وَاِنْ كَانَ بَنِيْ هَاشِمٍ فَيَنْخَصُّ ذَالِكَ اِطْلَاقُهُمْ اَنَّ بَنِيْ هَاشِمٍ وَالْمُطَّلِبِ الْاَكْفَاءُ۔

یہ بات بھی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خصائص کریمہ میں سے ہے کہ آپؐ کی بیٹیوں کی اولاد آپ ہی کی جانب نسبت نسب رکھتی ہے۔ اور سارے عالم میں کوئی بھی آپؐ کا ہمسر اور کفو نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کے نسب یعنی عترت و اولاد کا بھی کوئی کفو نہیں ہے مگر وہی جو آپؐ کی عترت اور نسب میں سے ہو۔ پس مثال کے طور پر عباسی سیّدہ کا کفو نہیں۔ اگرچہ دونوں خاندان بنی ہاشم میں سے ہیں۔ یعنی بنی فاطمہ اور بنی مطلب یعنی آل عباس وغیرہ مطلبی ہونے کے باوجود عترت طاہرہ کے ہمسر نہیں۔ ان کی کفائت اور ہمسری مال غنیمت اور صدقات کے بارے میں ہے نہ کہ مناکحت میں (مقامع الیقین)

جب علوی (غیر فاطمی) اور عباسی بھی سیّدہ کے ہمکفو نہیں تو روئے زمین پر کون ماں کا لال سادات کی برابری کر سکتا ہے۔ عصرِ حاضر کے علمائے سُو بے تُک فتوے دیتے اور سادات کی کسرِ شان میں کتابیں لکھتے رہیں۔ علمائے حق نے ہمیشہ عدمِ جواز کے موقف کی حمایت کی ہے، اور کرتے رہیں گے۔ مذکورہ بالا حکم کے مطابق کوئی عجمی الاعوانی کا کفو بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اعوان عرب قوم ہیں۔ دراصل یہ گستاخیاں اور ایذا رسانیاں پیداوار ہیں اس رقابتی بیج کی جو میدان بدر میں کاشت ہوا۔ احد میں جوان پودے ہو کر میدان کربلا میں بار آور ہوئے۔ کون سی ایسی مذموم حرکت تھی جسکے گرد و غبار سے اہل بیت رسولؐ کے دامن آلودہ نہ ہوئے ہوں۔ اور ایذا نہ پہنچتی ہو۔ کون سا اموی ہے جس کے دامن پر اولاد رسولؐ کے مقدس خون کے دھبے نہ ہوں۔

ایک ضعیف حدیث

"قُرَیْشٌ بَعْضُهُمْ اَکْفَاءُ بَعْضٍ ۔ یعنی قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں"۔

قبلہ محدث ہزاروی لکھتے ہیں۔ اس فرضی عبارت سے افترا پرداز بہت دلیر اور خوش ہو جاتے ہیں۔ اب ہم علمائے حق اور محدثین سے سوال کرتے ہیں کہ اس حدیث کی حیثیت کیا ہے؟

یاد رہے کہ یہ حدیث نہ تو متواتر ہے اور نہ متفق علیہ۔ نہ صحیح ہے بلکہ محدثین اور فقہا کی تحقیق کے مطابق اسکے تمام اسانید اور طرق ضعیف ہیں۔ لہٰذا غیر معتبر ہے۔

عینی فتح القدیر، تخریجات دیلمی، درایہ اور عین الہدایہ وغیرہ نے اس حدیث کے تمام طرق و اسانید کو ضعیف ثابت کیا ہے۔ (مقامع البینہ)

صرف سیّد ہی سیّدہ کا کفو ہو سکتا ہے۔

محدث ہزاروی نے مقامع البینہ ص ۶۶ پر بحوالہ جات مجموعہ نبہانیہ، کشف الغمہ، احیا الادب، و فتوحات وغیرہ یہ عبارت نقل فرمائی ہے۔

اَلصَّحِیْحُ اَنَّہٗ لَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ یُکَافِیُٔ اَوْلَادَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَذُرِّیَّتَہٗ، وَاِنَّمَا اَوْلِیَاءُ ھُمْ یُسْقِطُوْنَ حَقَّ الْکَفَاءَۃِ عِنْدَ ضَرُوْرَۃٍ لَابُدِّیَّۃٍ شَرْعِیَّۃٍ وَاَیْضًا مِنْ خَصَائِصِہٖ اَنَّ اٰلَہٗ لَا یُکَافِیْھِمْ فِی النِّکَاحِ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ ۔

قرآن و سنت اور آثار صحابہ کے مطابق یہ مذہب صحیح ہے کہ تمام جہان کے لوگوں سے کوئی بھی اولادِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ہمکفو و ہمسر نہیں۔ اور نہ ہی آپؐ کی عترت (اولاد) کا کوئی دوسرا ہمرتبہ ہے۔ ہاں البتہ شرعی ضرورت اور مجبوری کے وقت اگر وارث اپنے حقوق میں لچک اور نرمی پیدا کرتے ہیں اور اولیائے کل میں سے کسی کو عار اور ہتک کا ضرر و ایذا نہ پہنچے ——— لیکن اولیائے کل ہیں حضور

علیہ السلام تک شامل ہیں۔ اور عار ہونا امر لازمی ہے۔ اسی طرح آپ کے خصائص کریمہ میں سے ہے کہ نکاح کے سلسلے میں آپ کے اہل بیت کا پوری دنیا میں کوئی غیر سید کفو نہیں۔ اور نہ ہی کسی غیر سید سے عقد جائز ہے۔ اور آئندہ قیامت تک کوئی اس حکم میں تبدیلی نہیں کرسکتا۔ بحوالہ صدر۔

حضرت خواجہ گولڑوی کا فرمان

پنجابی کے مشہور صوفی شاعر المعروف عارف کھڑی شریف حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار قبلۂ عالم حضرت خواجہ پیر سید مہر علیشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں ایک پیغام کے ذریعے مسئلہ سیدہ پہ توجہ دلائی جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ جس دن حضور انور قدس سرہ بکڑالہ میں تشریف لے گئے، راجہ محمد خان علاقہ دار رئیس بکڑالہ نے میاں محمد صاحب کھڑی والا کی جانب سے بعد سلام مسنون عرض کی ـــــ دربارہ پیغام نکاح مرد اُمتی با سیدہ کے ساتھ، ایسے نکاح سے فتویٰ جواز سے دنیا میں طوفان بے ادبی پیدا ہوگا۔ اور ان ایام میں موضع چکڑالی میں یہ واقعہ پیش آیا ہوا تھا۔ حضور انور قدس سرہ نے بعد جواب سلام کے فرمایا کہ ایسے گستاخوں اور بے ادبوں کو ہماری جانب حوصلہ نہیں پہنچتا عزت نبوت کے بے ادب قسمت کے بدبخت ہیں۔ ہمارے پاس نہیں آتے اور نہ ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو مفتی صاحبان، عالم کی تصغیر عُویلم کہنے سے اور علماء کے جوتے کی توہین کرنے پر کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہیں لیکن سفینہ محمدی کی حرمت و تکریم کا انہیں کوئی پاس نہیں ـــــ کس قدر انصاف سے بعید ہیں۔ حالانکہ علما کا شرف، وصف علم سے ہے ذاتی نہیں۔ اور وہ بھی عمل کے بغیر تو محض چھلکا بے مغز ہے ـــــ اور اہلبیت نبی علیہ السلام کا شرف ذاتی ہے جو آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انتساب کی وجہ سے انہیں موہوب ہوا۔

(ملفوظات مہریہ ملفوظ ص ۱۸۱ صـ ۲۱۷ مؤلفہ حضرت پیر محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف)

فتاوی مہریہ

علمائے حق اور مشائخ عظام نے حرمت اہل بیت کا ہمیشہ ہمیشہ احترام فرمایا ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ نے عدم جواز کے سلسلے میں درج ذیل شرعی فیصلہ صادر فرمایا۔ جو فتاوی مہریہ ص ۱۳۳ پر نقل ہے۔

غیر کفو میں سیدہ کے نکاح کا حکم

الاِستِفتَاءُ۔

چہ می فرمانید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسمی محمد خان ساکن ملوٹ بہ حکم واجازت مولوی عبدالحق ساکن ملوٹ بریکے از ہاشمیات، سیدات، فاطمیات عقد

نکاح وازدواج نمود۔ وغیر مستوضی من احدٍ من ولاۃِ القریبۃ او البعیدۃ ھل یجوز ھذا النکاح ام لا؟

الجواب ھو الموافق للصدق والصواب۔ نکاح مذکورہ جائز نیست۔ ومفتی بجوازہ بر ولاۃ سیدہ ظلم روا داشتہ بلکہ برکافہ اہل اسلام بمقتضائے آیت قُل لَا اَسْئَلُکُم عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ ط وبفحوائے حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ مودۃ وحب قرابت نبویہ را برخود فرض واز اصول ایمان می شمارند۔ جورِ بے حد وستم بیعد نمودہ۔ چہ بر ظاہر است کہ در صحت نکاح سیدہ ہاشمیہ وفاطمیہ در غیر کفو بناءً علی المودۃ فالمحبۃ المذکورۃ، ہزارہا دل بوجہ ہتک حرمت اہل بیت رنجیدہ، وشکستہ خواہند بود۔ متون فقہ مملو اند ومشحون از عدم این چنین نکاح بعدم کفاءۃ۔ اَلْعُجْمِیُّ لَا یَکُوْنُ کُفْوًا لِلْعَرَبِیَّۃِ وَلَوْ کَانَ عَالِمًا اَوْ سُلْطَانًا وَھُوَ الْاَصَحُّ دُرٌّ مُخْتَارٌ وَیُفْتٰی فِیْ غَیْرِ الْکُفْوِ بِعَدَمِ جَوَازِہٖ اَصْلًا وَھُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوٰی لِفَسَادِ الزَّمَانِ (درمختار)

پس در صورت مسطورہ صحبت، صحبتِ زنا خواہد بود ــــ لہذا بر اہل اسلام لازم کہ سیدہ را از عجمی جدا کنانند، ومفتی صاحب را واجب کہ آیندہ بارہم چنین افتائات کہ مستلزم ہتک وحرمت وشان اہل بیت باشند توجہ نہ نماید۔ وتمسک نہ باشد

الملتجی الی اللہ المدعو بہ مہر علی شاہ عفی اللہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد خان ساکن ملوٹ نے مولوی عبدالحق ساکن ملوٹ کے حسب الحکم واجازت ایک سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ سے نکاح کیا ہے۔ اور کسی قریبی وبعیدی ولی کی رضامندی اس پر نہیں۔ کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ الجواب: نکاح مذکورہ جائز نہیں۔ اور جواز کا فتویٰ دینے والے نے فقط سیدہ مذکورہ کے ورثاء پر ظلم نہیں کیا بلکہ تمام اہل اسلام پر بھی ظلم کیا ہے۔ کیونکہ حسب ارشاد الٰہی اور حدیث مذکورہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل قرابت سے محبت رکھنا تمام اہل اسلام اصول ایمان سمجھتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نکاح مذکورہ کی وجہ سے ہزارہا دل اہل بیت کی ہتک حرمت سے رنجیدہ ہوں گے۔ اور تمام متون (متن کی جمع) فقہ اس قسم کے عدم جواز پر متفق ہیں۔ کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے۔ جیسے کہ درمختار سے نقل ہوا۔

پس صورت مذکورہ میں یہ صحبت زنا ہوگی۔ لہٰذا اہل اسلام پر لازم ہے کہ سیدہ کو عجمی سے جدا کرائیں۔ اور مفتی پر لازم ہے کہ آئندہ اس قسم کے فتوؤں سے اجتناب کرے۔ جن میں ہتک وحرمت اہل بیت کرام ہو۔

فتاویٰ مہریہ پر مضمون طویل ہے بخوف طوالت انہی سطور پر ختم کرتا ہوں۔ مفہوم ظاہر ہے کہ کسی صورت میں بھی سیدہ کا نکاح غیر سید سے

اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا چاہے کیسا ہی صاحب فضیلت کیوں نہ ہو۔

مولوی عبدالحئی کا فتویٰ

فتاویٰ مولوی عبدالحئی جلد دوم ص ۳۶۸ میں ہے۔

وَ یُفْتٰی فِیْ غَیْرِ الْکُفُوْ بِعَدَمِ جَوَازِہٖ اَصْلاً وَ ھُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوٰی لِفَسَادِ الزَّمَانِ (درمختار)

یعنی کفو کے بغیر نکاح کرنے کے بارے میں عدم جواز کا فتویٰ معتبر ہے۔ یہی درست اور صحیح ہے کیونکہ غیر کفو میں نکاح کرنے سے ہتک عزت اور زمانے میں فساد برپا ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ یہ حکم عام خاندانوں اور قبیلوں کے لئے ہے ——— جب عام قبائل کی عزت واحترام کا شریعت مطاہرہ نے اس قدر لحاظ فرمایا ہے تو سادات کرام ذریت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کی کون برابری کرسکتا ہے۔ جب کہ قرآن وحدیث آثار صحابہ اور علمائے محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اہل بیت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الناس ہیں۔ جب فضیلت ثابت ہے تو اس فضیلت کا احترام بھی واجب ہے۔ واجب کا تارک نیک نہیں ہوسکتا۔ نکاح کے جواز کا فتویٰ دینے والوں کے پاس ایک بہت بڑا قرآنی حوالہ بطور ثبوت ہے۔ وہ یہ کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ، ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انسانی بزرگی کا دارومدار اتقا اور پرہیزگاری پر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد درجہ اتقا پر کون فائز ہوا۔ اس کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ بحیثیت بزرگی و پرہیزگاری خاندان نبوت ہی سب سے افضل ہے، جن کے حق میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ اور ان کی محبت واحترام امت پر فرض قرار دیا گیا ہے اس سے انکار کی مجال نہ گریز کی جرأت۔

ستائیس جلیل القدر علماء کا فتویٰ

کفو کے موضوع پر تلاش وتجسس کے دوران میں ایک مطبوعہ فتویٰ میری نظر سے گزرا جس کے سرورق پر لکھا تھا۔

عزیز المعظم فی اکرام المکرم یعنی فتویٰ علمائے کرام فی عدم جواز نکاح سیدہ با غیر سید مرتبہ ابو رشید محمد عبدالعزیز عفی عنہ خطیب وامام جامع مسجد ملک سردار خان مرحوم مزنگ لاہور۔ تاریخ طباعت ۲۴ جمادی الآخر ۱۳۲۱ھ ہجری۔ فتویٰ مذکورہ میں پہلے فضیلت اہل بیت پر قرآن وحدیث اور فقہائے محدثین کے اقوال اور فیصلے ہیں۔ نیز ایذائے عترت اطہار کے بارے میں نص قطعی سے ثبوت نقل کئے گئے ہیں۔ آخر میں عدم جواز نکاح سیدہ، با غیر سید پر معتبر کتب سے قوی دلائل نقل کئے ہیں۔

ستائیس جلیل القدر علماء کرام کے دستخطوں اور مہروں سے فتویٰ کی توثیق عمل میں آئی ہے۔ جو سب کے سب اہل سنت والجماعت ہیں اس فتوے پر سرفہرست جو دستخط ثبت ہے وہ حضرت قبلہ عالم خواجہ خواجگان عاشق رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وزائر حرمین شریفین عزت

مآب حضرت پیرِ طریقت امیرِ شریعت الحاج محدث علی پوری السید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دستخط ان الفاظ سے ہیں۔

مَا اَصَابَ اَجَابَ

اسی فتوے پر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ شیرانوالہ دروازہ لاہور کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ فتوے کی عبارتیں اس لئے نقل نہیں کیں کہ اس کتاب میں مختلف مقامات پر تمام عبارتیں کسی نہ کسی صورت میں نقل ہو چکی ہیں۔

میں علمائے حق، مشائخ عظام اور حق کی حمایت کرنے والے عام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ کیا آج کل کے ماڈرن مولوی جو ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات ورسائل میں جواز کے فتوے دے رہے ہیں، یہ بڑے عالم اور پابند شریعت ہیں یا حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ اور حضرت محدث علی پوری صاحب اتقا تھے؟

ان مشائخ عظام نے اپنے اپنے ملفوظات میں عدم جواز نکاح سیدہ پر دوٹوک فیصلے صادر فرمائے ہیں۔ کہ کسی بھی سیدہ کا نکاح غیر سید سے قطعاً حرام اور باطل ہے۔ لیکن اب دین میں تحریف کی جا رہی ہے۔

کامل مفتی کا فتویٰ

علامہ شیخ مفتی کامل طرابلسی فتاویٰ کاملیہ مطبوعہ طرابلس کتاب الاولیا والا کفا ص ۱۳۸ پر لکھتے ہیں۔

وَ اُفْتِیْ بِعَدَمِ جَوَازِہٖ اَصْلًا فِیْ غَیْرِ الْکُفْوِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ۔ الخ

نصوص کتاب وسنت اور فقہ کی روشنی میں سادات حسنی حسینی اولادِ رسولؐ کو جو بزرگی اور فضیلت حاصل ہے۔ عرب وعجم میں نہ تو کسی کو حاصل ہے اور نہ ہی حاصل ہونا ممکن ہے۔ اصل علم وہدایت اور فقہ کا مدار کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی اصل بھی یہی ہے۔ اس کی بناء پر تمام مخلوق میں سے انسان ہی اشرف المخلوقات ہے۔ مخلوق میں سے انسان کی شرافت اور بزرگی کسی کو بھی میسر نہیں ہے۔ عجمی لوگوں سے وہ برگزیدہ ہیں جو اہل علم و تقویٰ ہیں۔ ان سے عرب صاحب شرف ہیں۔ پھر قریش کو باقی عربوں پر فضیلت حاصل ہے۔ قریش سے بنی ہاشم کو بلند مدارج ملے ہیں۔ بنی ہاشم سے بنی مطلب صاحب شرف وبزرگی ہیں۔ بنی مطلب سے علوی افضل ہیں۔ ان سے بنو فاطمہؓ سادات حسنی حسینی اولادِ رسولؐ تمام عرب وعجم سے افضل، اشرف، اکرم واعلیٰ مدارج و مراتب کے وارث ہیں۔

کوئی آدمی کیسی ہی علمی عملی حسبی نسبی شرافت کیوں نہ رکھتا ہو کسی طرح بھی اولادِ رسولؐ کا نہ ہمسر مساوی بن سکتا ہے نہ مقابل ومثل ہے۔ عرفِ اسلامی میں صرف انہی کے لئے لفظ "شریف وسید" کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ کسی غیر کو شریف اور سید کا مخصوص علم میسر نہیں۔

(مقامع السفیہ)

یاد رہے کہ لغت عرب میں صرف اولادِ رسول کے لئے پہچان اور تعارف ذات کی خاطر لفظ "سید اور شریف" کا استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ نبہانی نے اس موضوع پر طویل ترین بحث کرتے ہوئے قوی دلائل پیش کئے ہیں۔

ابن حجر ہیتمی مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔

ابن حجر ہیتمی کا فتویٰ مَعْنَى الْاِنْتِسَابِ اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الَّذِیْ هُوَ مِنْ خُصُوْصِيَّاتِهٖ اَنَّهٗ اَبٌ لَّهُمْ وَاَنَّهُمْ بَنُوْهُ حَتّٰى يُعْتَبَرُ ذَالِكَ فِي الْكُفَاءَةِ فَلَا يُكَافِئُ شَرِيْفَةً هَاشِمِيٌّ غَيْرُ شَرِيْفٍ وَقَوْلُهُمْ اِنَّ بَنِيْ هَاشِمٍ وَالْمُطَّلِبِ اَكْفَاءٌ مُتَّحِدَةٌ فِيْ مَا عَدَا هٰذِهِ الصُّوْرَةِ الخ (صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر ص ۹۵ بحوالہ شرافت سادات)

پھر حضور علیہ السلام سے انتساب کا معنی جو آپ کی خصوصیات سے ہے کہ آپ کو جدِ سادات کہا جائے۔ اور سادات بنی فاطمہ کو اولادِ رسول کہا جائے یہاں تک کہ (نکاح کے لئے) کفائۃ میں بھی اسکا اعتبار کیا جائے۔ پس غیر سید ہاشمی بھی سیدہ کا کفو نہیں بن سکتا —— اور وہ قول کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب برابر ہیں "یہ صورت حال اس برابری کا محل اور موقع نہیں۔ (یعنی وہ برابری حرمت صدقات وغیرہ کے لئے ہے نہ کو مناکحت کے لئے)

مندرجہ بالا بیان اس امر کی پختہ دلیل ہے کہ کسی حالت میں بھی سادات کا کوئی غیر سید چاہے وہ علوی اور عباسی ہی کیوں نہ ہو برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ خاصیت بھی حضور علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔ جو کسی غیر کو میسر نہیں۔

فتاویٰ بغیۃ المرشدین مطبوعہ مصر ص ۲۰۹ پر مرقوم ہے۔

فتاویٰ بغیۃ المرشدین (مسئلہ نمبر ۳) لَيْسَ لِلْهَاشِمِيِّ لِغَيْرِ الْمُنْتَسِبِ اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَذُرِّيَّةِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ مِنْ غَيْرِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كُفُوًا لِلذُّرِّيَّةِ السِّبْطَيْنِ الْحَسَنَيْنِ اِبْنَيْ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ الْجَمِيْعِ وَذَالِكَ لِاخْتِصَاصِهِمْ بِكَوْنِهِمْ ذُرِّيَّتَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَمُنْتَمِيْنَ اَنْ مُنْتَسِبِيْنَ اِلَيْهِ فِي الْكَفَائَةِ وَغَيْرِهَا ه

مطلب ا۔ اس ہاشمی کے لئے جسکے نسب کا مرجع ذات مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد (علوی) غیر بنی فاطمہ۔

کفائۃ میں سادات حسنی اور حسینی اولاد فاطمہ کے ہمسر نہیں۔ اور یہ سادات حسنی اور حسینی کے اس خاصہ وفضل وشرف کی بنا پر ہے کہ وہ اولاد

رسول علیہ السلام ہیں۔ اور ان کا نسبی علاقہ و تعلق حضور علیہ السلام سے ہے کفائتہ اور فضل و شرف وغیرہ میں۔

(شرافت سادات صہ ۲۷)

مندرجہ بالا عبارت کا آسان مفہوم یہ ہے۔ کہ وہ آدمی جو حضرت علی علیہ السلام کی اولاد تو ہے لیکن حضرت سیدہ بتول علیہا السلام کے بغیر کسی دوسری بیوی سے۔ اولادِ فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا کفو نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ حضرت سیدہ کی اولاد، اولادِ رسول ہے جس کی برابری و ہمسری کسی دوسرے کو نصیب نہیں چاہے وہ علوی ہی کیوں نہ ہو۔ ثابت ہو چکا ہے کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے حرام ہے۔

سادات کرام کی نسبت و نسب

سادات کے نانا سید، نانی سیدہ، باپ سید، لہٰذا کوئی بھی ان کا کفو اور مساوی نہیں۔ فَاِنَّ الْاَوْلَادَ سَیِّدَۃُ النِّسَآءِ فَاطِمَۃُ الزَّھْرَآ اِبْنَتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ سِیَادَۃً وَشَرَافَۃً آبًا وَجَدًّا وَ اُمًّا فَلَیْسَ لَھُمْ کُفُوًا اَحَدٌ مِّنْ غَیْرِھِمْ۔ (شرافت سادات)

یعنی اولادِ سیدہ صلوات اللہ علیہا جن کی شرافت اور بزرگی نسبت رسول کی وجہ سے قائم و دائم ہے۔ ہر لحاظ اور ہر صورت میں افضل الناس ہے پوری دنیا میں کوئی بھی اُن کی برابری نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی نکاح میں ان کا مساوی و ہمسر ہو سکتا ہے۔ جس طرح حضور علیہ السلام بے مثل ہیں اسی طرح آپ کی اولاد بھی بے نظیر ہے۔

حضرت قبلہ محدث ہزاروی نے لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے، جو حدیث صحابہ کرام اور اہل بیت کی شان میں گراوٹ پیدا کرتی ہو۔ اس کی تاویل واجب ہے۔ (شرافت سادات) لہٰذا ہر وہ فعل ناجائز ہے جس سے اہل بیت کی شان و عظمت میں ذرہ بھر بھی فرق آتا دکھائی دیتا ہو، چاہے وہ فعل مباح ہی کیوں نہ ہو۔

خطیب اعظم علامہ مفتی احمد عزیز اللہ کا فیصلہ

قارئین کرام! اس بات کو اتفاقی امر جانیئے یا قدرت کاملہ کی جانب سے غیبی امداد کہ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۸۶ء بروز جمعۃ المبارک میں بھی جامع مسجد دینہ ضلع جہلم میں موجود تھا، کہ نقیب علماء زائر حرمین شریفین جناب مفتی احمد عزیز اللہ دامتہ برکاتہ، اپنے مخصوص انداز میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان و عظمت بیان فرما رہے تھے۔ اتنے میں کسی آدمی نے صلوٰۃ وسطیٰ کے تعارف و تشریح کے لئے کاغذ کا ایک پرزہ تھما دیا مفتی صاحب ابھی اس سوال کا پوری طرح جواب بھی نہ دے پائے تھے کہ کسی اور آدمی نے جواز و عدم جواز نکاح سیدہ با غیر سید پر فیصلہ صادر کرنے کے لئے چٹ بھیج دی۔

مفتی صاحب نے پہلے تو نماز وسطیٰ پر بحث فرمائی اور نص قطعی سے دلائل دے کر واضح کیا کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔ اس کے بعد آیت کریمہ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ تلاوت فرمائی۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ مرد ہر حالت اور ہر صورت میں عورتوں پر قوامون اور غالب ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ شوہر بیوی کا ادب نہیں کرتا۔ بلکہ بیوی خادمہ اور مطیع ہوتی ہے۔ کبھی اس کو جھڑکا جاتا ہے اور کبھی مار کے ذریعے بدنی سزا بھی دی جاتی ہے۔ ہر صورت میں عورت محکوم اور بے اختیار ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ اس زمانے میں حالت اضطراری اور مجبوری نہیں بلکہ مسلمانوں کا دائرہ اختیار بہت وسیع ہو چکا ہے۔

تیسرے یہ کہ کفو کے بغیر مناکحت کی صورت میں خون دوغلا ہو جائے گا۔ عورت محکوم اور خادمہ ہو جائے گی۔ تو احترام اہل بیت کہاں رہا جو امت پر از روئے نص قطعی فرض ہے۔ سید اگر گنہگار بھی ہو۔ تب بھی اسکا نسبی علاقہ حضور علیہ السلام سے وابستہ رہے گا۔ اس کی رگوں میں خونِ مصطفےٰ گردش کر رہا ہے۔

مفتی صاحب نے آخر میں شیخ احمد سرہندی کا قول بیان کیا کہ سید اگر عمل صالح سے عاری بھی ہو تو یہ بات اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے۔ اس کا نسبی اور نسبتی تعلق ہمیشہ ہمیشہ سردارِ دوجہان صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مربوط اور وابستہ رہے گا۔ یہ شرف کسی غیر سید کو کبھی نہیں پہنچتا۔

لہٰذا سیدہ کا نکاح غیر سید سے قطعاً جائز نہیں۔ اور نہ اس کے لئے کوئی شرط جواز ہے۔ مفتی صاحب کا یہ شرعی فیصلہ مسجد میں موجود سینکڑوں بندگانِ خدا نے سنا۔ علاوہ ازیں سڑکوں اور بازاروں میں ہزاروں لوگوں نے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اس فیصلے کو سنا۔ میری دعا ہے۔ کہ خداوند کریم ایسے علماء کی عمریں دراز اور علم نافع فرمائے آمین۔

قرآن و حدیث کے قطعی دلائل اور اثبات کے ہوتے ہوئے بھی

اطاعتِ رسولؐ ہی ایمان ہے۔ کوئی شخص یا گروہ شریعت مطاہرہ سے بغاوت کرے تو اس کا فیصلہ احکم الحاکمین ہی فرما سکتا ہے۔ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جو شخص تمام امور میں سرکار دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا مالک و مختار اور حاکم نہیں مانتا، اور آپ کے ہر فیصلے کو دل و جان سے تسلیم نہیں کرتا بروئے قرآن وہ مومن نہیں۔

ارشادِ رسالتؐ ہے کہ وہ آدمی مومن نہیں جو اپنے ماں باپ اور اولاد سے بڑھ کر مجھے محبوب نہ رکھتا ہو۔ اس حدیث کا متن گزشتہ صفحات میں نقل ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کو سب رشتوں سے زیادہ عزیز اپنے والدین اولاد اور بہن بھائی ہوتے ہیں۔ ہر آدمی ان رشتوں سے جتنی محبت کرتا ہے اسکا اندازہ صرف محب ہی کو ہو سکتا ہے۔ لیکن ان تمام رشتوں سے بڑھ کر وہ رشتۂ عقیدت ہے جو کسی امتی کو

کو حضور علیہ السلام سے ہو۔ صاف فیصلہ ہے کہ جس آدمی نے اپنے رشتوں سے زیادہ محبت رکھی اور خدانخواستہ حضورؐ سے کم الفت رکھی ہو تو وہ آدمی یہ گمان ہی نہ کرے کہ وہ بارگاہِ نبوت میں مقبول ہوگا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنی عترت کے لئے محبت کرنے کے کیا احکام فرمائے ہیں۔

آپؐ کا یہ فرمان زبانِ زدِ خاص و عام ہے کہ سیدہ فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جو اس کو ایذا پہنچائے گا وہ مجھے ایذا دے گا۔ پھر فرمایا حسنینؑ کریمین میرے لئے دو پھول ہیں۔ پھر فرمایا حسنینؑ کریمین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ ظاہر ہے بہشت میں سب نوجوان ہی ہوں گے مطلب صاف ہے پھر ارشاد ہوا علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ پھر فرمایا میں اور علیؑ ایک ہی نور سے مخلوق ہوئے ہیں۔ مزید ارشاد ہوا جس نے علیؑ کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی۔ پھر فرمایا مجھے حکم ہوا کہ میں اہم امور میں صرف علیؑ سے مشورہ کروں۔ نیز ارشاد ہوا جسکا میں مولا ہوں علیؑ بھی اسکے مولا ہیں۔ ارشاد ہوا میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت اہلِ بیت۔ تین بار ارشاد ہوا کہ میں اپنی اولاد کے بارے میں اللہ کا خوف دلاتا ہوں۔ ارشاد ہوا میں قیامت کے دن اپنی اُمت سے اپنی اولاد کے بارے میں پوچھوں گا کہ کیسا سلوک کیا۔ اس قسم کے ہزاروں ثبوت کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ان حقائق سے کسی بھی ذی شعور کو انکار کی مجال ہے نہ گریز کی جرأت۔

مقامِ فکر ہے کہ جو آدمی حضور علیہ السلام کی رسالت پر ایمان رکھنے کا دعویدار ہو اور آپؐ کی اولاد سے بغض رکھتا اور توہین کرتا ہو تو احکامِ شریعت کے مطابق وہ مومن نہیں۔ جب صاف فیصلہ ہے تو پھر بغض اور حسد کی راہ اختیار کرنے سے کوئی کیا کمائی کرے گا؟ دنیا تو جیسا ہو گزر جائیگی قیامت میں کس کا سہارا لے گا۔ یہ بھول نہ ہونا چاہیئے۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اہلِ بیت کے گستاخوں کی سزائیں مقرر کی جا چکی ہیں۔ خدا کسی مومن مسلمان کو اہلِ بیت کا مخالف نہ بنائے۔ چونکہ غیر کفو میں نکاح باعث عار و ہتک ہوتا ہے جس سے تمام وارثوں کو ایذا پہنچتی ہے۔ بالآخر حضور علیہ السلام کی ایذا رسانی کا موجب بنتا ہے لہٰذا کہنا پڑے گا کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے حرام ہے۔

نکاح کا شرعی محل

عقد نکاح کا شرعی محل کفائتہ ہے یعنی مرد اور عورت کا ایک جیسا ہونا۔ برابری اور مساوات کی، ضرورت اس لئے ہے تاکہ منکوحہ کی ہتک و حق تلفی کی نوبت نہ آئے۔ عقد نکاح کے متعلقہ تین حقوق ہیں۔ (۱)، حق شرع (ب)، حق اولیا (ج)، حق زن۔

ہر سہ حقوق کے تحفظ کے لئے نکاح میں کفائتہ (برابری) کا اعتبار اشد ضروری ہے۔ تاکہ کسی حق دار کی ہتک و حق تلفی نہ ہو۔ لہٰذا اسے فقہ اسلامی نے پوری چھان بین کے بعد باطل قرار دیا ہے۔ نہ نکاح کی نوبت آئے اور نہ ہی کسی کی ہتک و حق تلفی ہونے پائے۔ جو آدمی عورت کے

خصوصی فضائل، شرافت اور کمالات میں برابر نہ ہو وہ کسی طرح بھی ہمکفو و ہمسر نہیں۔ اس لئے غیر کفو مرد سے کسی شریف عورت کا نکاح اصلاً اور نسباً، باطل، غیر مشروع اور حرام ہے۔

تاسُّف اور تعجّب

موجودہ دور کے علماء میں سے اس گروہ کی ضد اور انتہاپسندی پر نہایت ہی افسوس اور تعجب ہوتا ہے جو دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں کہ سادات اولادِ رسول کی شان و عزت کو عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھا جائے۔ اس گروہ کا بس یہی کام اور تجسّس ہے۔ کہ خاندانِ نبوّت کے خلاف فتووں کی نئی نئی فیکٹریاں اور مشینیں تیار کرنے میں سرگرم عمل ہے۔

میں پوچھتا ہوں اگر ان کی نظروں میں سادات کا کوئی مقام نہیں تو پھر فتوے دینے کی کیا ضرورت درپیش ہے۔ مالِ زکوٰۃ پر نظر پڑتی ہے تو سرخ نوٹ دیکھتے ہی گلا پھاڑ پھاڑ کر چلاتے ہیں کہ سادات پر صدقہ زکوٰۃ حرام ہے۔ جب نکاح کا سوال آتا ہے تو برابری اور مساوات کی مُہر ثبت کر دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی گورے کالے عربی اور عجمی کے عدم امتیاز کا فتویٰ بھی تیار ہوتا ہے۔

یہ معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام نے گورے کالے اور عربی عجمی کی کس مساوات کا ذکر فرمایا تھا۔ سکول اور کالج کے طالب علم سے پوچھو تو وہ بھی کہے گا کہ اس مساوات کا مطلب حقوق و فرائض اور حقوق العباد سے متعلق ہے۔ جہاں تک مدارج اور فضائل کا تعلق ہے۔ وہ قیامت تک اپنے اپنے حصے کے مطابق تقسیم ہوتے رہیں گے۔ تفاوت، تعارف اور مدارج کی کمی بیشی کے معنیٰ اور ہیں۔ —— تمام انبیاء علیہم السلام برحق ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ "لیکن جہاں تک ان کے مدارج و مراتب کا تعلق ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ! یعنی یہ تمام رسول جو ہیں ان میں سے بعض کے درجے بعض کی نسبت بلند ہیں۔ یعنی بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ جس سے پُوچھو ہمسری کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیتا ہے۔ بس ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ صاحب تقویٰ کا رتبہ بلند ہے۔ اُن کا مطلب یہ ہوا کہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں تمام لوگ اہلِ بیت سے بڑھ کر ہیں۔ کیا ضمانت ہے اس بات کی کہ جو بھی اس فعلِ حرام کا مرتکب ہوتا ہے یا کوئی وارِ مفتی کسی کو مرتکب کروا رہا ہے اور وہ واقعی پرہیزگاری اور اتقا میں صاحبِ کمال ہوتا ہے۔

میں پوچھتا ہوں اتقا کہاں سے آیا؟ امام المتقین کون ہے؟ تطہیر کس پہ نازل ہوئی۔ فرمانِ رسالتؐ ہے۔ اَنَا اَتْقَاكُمْ (میں ہی تم سب سے متقی ہوں اور اولادِ حسنینؑ میری اولاد ہے۔ حضور علیہ السلام متقی اوّلؐ ہیں۔ سادات آپؐ کی اولاد ہیں۔ جن کے تقویٰ اور طہارت دائمی کی ضمانت نصِ قطعی سے ثابت ہے وہ گنہگار ہو گئے۔ لیکن اہلِ بیت کے مخالفین کے قول کے مطابق غیر سیّد متقی اور کفو ہیں —— اس منطق کی سمجھ نہیں آتی۔ اِدھر تو ہر بات پر صحاح ستہ کی سند کو تسلیم کرنے کا دعویٰ ہے اور اُدھر صحاح ستہ کی ہر وہ روایت جو آلِ رسولؐ کی شان میں

وارد ہے بھولی بسری ہو جاتی ہے۔

کبھی اخبارات اور رسالوں میں فتوے شائع ہوتے ہیں۔ تو کبھی ریڈیو ٹی وی پر مغنیت چمکتی ہے۔ سب سے بڑھ کر پروگرام حی علی الفلاح والوں نے سندات جواز جاری فرمائی ہیں۔

بس لکیر کے فقیر چل رہے ہیں۔ نہ تحقیق نہ تجسس، نہ انصاف نہ ادب۔ ادب تو جب ہو کہ خدا اور رسولؐ کا عشق نصیب ہو۔ روکھا علم، بے لگام فتویٰ، احکام میں تاویلیں کرنا عصر حاضر کے اس گروہ کا پیشہ بن چکا ہے۔ جو شب و روز اہل بیت رسولؐ کی دل آزاری میں مصروف عمل رہتے ہیں۔

خداوند کریم اجر عظیم عطا فرمائے اُن عُلمائے کرام اور مشائخ عظام کو جو اپنی علمی اور تبلیغی کاوشوں کے ذریعے آلِ رسولؐ کی، عزت و عظمت و تعارف و پہچان کی ہر صورت اور حرکت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ انہی عُلمائے حق اور اولیائے کرام کی وجہ سے شانِ اہل بیت و شانِ صحابہ کی اشاعت جاری ہے۔ عُلمائے حق کی سعیِ بلیغ سے مسلمانوں کی اکثریت فیضیاب ہو رہی ہے۔ ورنہ کب کی قبریں اکھڑ جاتیں اور بلڈوزر پھر جاتے۔ محقق گروہ کی موجودگی اہلِ اسلام کے لئے باعثِ برکت ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا بیان

حق آنست کہ حیثیات مختلف اند، و بعضے افضلیت بمعنی کثرت ثواب دارند کہ عُلماء اعتبار کردہ اند ولیکن ہیچ کس بحسب شرف ذات و طہارت طینت و پاکی جوہر بفاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ نرسد۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ)

اور حق وہ ہے کہ حیثیات مختلف ہیں۔ اور بعض نے افضلیت کو کثرت ثواب کے معنوں میں لکھا ہے کہ علماء نے اس کا اعتبار کیا ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ پوری دنیا میں کوئی آدمی بھی کسی بھی فضل و کمال کی وجہ سے اولادِ رسولؐ حضرت سیدہ فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؑ علیہم السلام کی ذاتی شرافت و بزرگی اور نیک سرشت و طہارت کو نہیں پہنچ سکتا۔

جاننا چاہیئے کہ شیخ عبد الحق دہلوی کی شخصیت پورے برصغیر میں بحیثیت محقق غیر متنازعہ اور قابلِ اعتبار ہے۔ جب اولادِ رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا تو ان کی اولاد سادات کرام کا بھی کوئی کفو نہیں ہو سکتا۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی

حضور پر نور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَۃَ مِنْ عَلِیٍّ (طبرانی)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں سیدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منعقد کر دوں۔

اس مرفوع حدیث کو طبرانی نے ثقات رجال سے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح زرقانی شرح مواہب ص ۵/۲ مطبوعہ مصر منتخب کنز العمال علی مسند امام احمد ص ۵/۵۰ عن ابن مسعود منقول ہے۔ استیعاب میں حضرت خاتون جنت کے حق میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ وَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ زَوَّجْتُكِ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (الخ) یعنی سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اے میری لختِ جگر خدا کی قسم میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے۔ جو دنیا و آخرت میں سید (سردار) ہے۔
(جامع الخیرات ص ۳۰۸)

شانِ مرتضےٰ ۱۴

امام ابن النجار حضرت عمرؓ سے مرفوعاً راوی ہیں، کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا جبکہ حجۃ الوداع شریف میں آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت علیؑ کے کاندھے مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرما رہے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اَشْهَدُ قَدْ بَلَّغْتُ هٰذَا اَخِيْ وَابْنُ عَمِّيْ وَصِهْرِيْ وَاَبُوْ وُلْدِيْ اَللّٰهُمَّ كُبَّ مَنْ عَادَاهُ فِي النَّارِ۔

(احیاء الادب، ینابیع المودۃ، مواہب النبویہ، جامع الخیرات ص ۳۰۹)

اے اللہ تو اس امر کا گواہ رہ کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا کہ یہ علیؑ میرا بھائی، میرے پیارے چچا کا بیٹا، میرا داماد، میرے بیٹوں کا والد ہے اے میرے اللہ جو حضرت علیؑ کا دشمن ہے۔ اس کو جہنم میں ڈال اور اس پر اپنا عذاب مسلط فرما!

مذکورہ بالا احادیث سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضرت سیدہ بتول الزہرا صلوات اللہ علیہا کا نکاح عین احکام خداوندی کے مطابق ہوا تھا۔ جیسے کہ اسی طرح کی دوسری روایات صحیح سے بھی ثابت ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ حضرت علی المرتضےٰ علیہ السلام دنیا و آخرت میں افضل الناس ہیں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان نص قطعی سے ثابت ہے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ حضور علیہ السلام نے مختلف نسبتیں یاد دلا کر امت کو یہ بات یاد دلائی ہے کہ جو شخص میرا بھائی، عم زاد اور داماد ہے۔ اس کی پیروی و اتباع عین میرا اتباع ہے۔ اسی طرح اس سے دشمنی کرنے والا ایسا ہی مجرم اور نافرمان ہے۔ جیسے میرا دشمن اور گستاخ ہے۔

۵ ۔ پانچویں بات یہ ہے کہ سرکار دو جہاں صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ درخواست فرمادی ہے کہ جو شخص حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی کرے تو اس کو جہنم میں داخل فرما۔

شاید اب بھی کسی دلیل کی تشنگی محسوس ہو گی ۔ خدا کرے ہر کوئی مُحبّ اہل بیت ہو جائے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت سادات کرام

اثر کرے۔ نہ کرے سُن تو لے میری فریاد

خادم السادات ہیچمدان سید محمد یعقوب شاہ حیدری الکاظمی، حضرات سادات کرام کی خدمات عالیہ میں نہایت عاجزی اور انکساری سے التماس کرتے ہوئے خصوصی توجہ کی بھیک مانگتا ہے —— عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب بھی کسی شریف گھرانے سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی، کسی غیر مناسب و ناشائستہ فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو براہِ راست اس کے والدین کو ذہنی کوفت اور پریشانی ہوتی ہے۔ معاشرے میں جو آدمی بھی اس کے ناپسندیدہ افعال سے واقف ہوگا بول اٹھے گا، والدین کتنے نیک ہیں اور بیٹا کتنا نالائق ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد معذرت سے گزارش کرتا ہوں کہ ہم لوگ سادات گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارا نسبی اور نسبتی تعلق براہِ راست صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ذات والا صفات سے وابستہ ہے۔ لہٰذا انتہائی ضروری امر ہے کہ ہمارا کوئی عمل اور کوئی حرکت بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف نہ ہو —— ہمیں ہر کام کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ ہمارا طرزِ زندگی اسوۂ حسنہ کے عین مطابق ہو۔ اور ہمارے کسی بھی ناپسندیدہ فعل سے ہمارے آقا و مولا جدِ سادات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو، کوئی اذیت نہ پہنچے۔ ورنہ ہم بارگاہ نبوت میں منہ دکھانے کے قابل نہ ہوں گے۔ —— مجھے انتہائی افسوس سے یہ عرض کرنا ہے کہ اس زمانے میں سادات گھرانوں میں اسلامی تعلیمات کا شدید فقدان ہے حالانکہ دینی تعلیمات کی جتنی ضرورت آج ہے پہلے نہ تھی۔ اسلیئے کہ چاروں جانب سے سادات کرام پر خارجیت کے طوفان نئے نئے طریقوں سے گھیرا تنگ کر رہے ہیں۔ —— اگرچہ دورِ حاضر میں علوم متداولہ کا حاصل کرنا دنیاوی ترقی و خوشحالی کا باعث ہے، اور اس کا حصول بھی ضروری ہے، لیکن دینی تعلیم سے دُوری اور بیگانگی دائمی بدبختی اور ذلت کا باعث ہے۔ سادات کرام کے اباِ حضور تو مدینۃ العلم کا صدر دروازہ ہیں۔ لیکن اولاد کو اس دروازے کے روزن سے بھی جھانکنا دشوار نظر آتا ہے۔ تو اس حالت میں ہم اپنی جدی وراثت سے محروم اور دُور ہوتے جا رہے ہیں —— بلاشک و شبہ سادات کرام اولادِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا فضل عظیم اور نظرِ رحمت ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ سادات کرام شرعی احکام کو فراموش کر کے نہ صرف اپنا نقصان کریں بلکہ بارگاہِ نبوت میں بھی عرقِ ندامت میں غرق ہونے لگیں —— سادات کرام پر بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات و اقدار کو زندہ رکھیں —— سورۂ مریم کی آیت شریف نازل ہونے پر اللہ کے رسولؐ اور بنت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا گزری؟ اسکا اندازہ کرنا امرِ محال ہے۔ جدِ سادات کو ہمیشہ امت کا غم دامنگیر رہا لیکن ہم اپنا اپنا غم بھی کرنا مناسب نہیں جانتے۔ امورِ رسالت کی ابتدائی تبلیغ بھی خاندان بنو ہاشم ہی سے شروع ہو کر آفاق میں پھیلی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے ہر گوشے میں

شمع رسالت کے پروانے موجود ہیں ــــ چشمہ سب سے پہلے اپنے ماحول کو سیراب کرتا ہے تب دوسروں کے لئے مفید ہوتا ہے ــــ حاصل کلام یہ کہ اعمال صالحہ اور پاکیزہ سیرت و کردار، سادات کا آبائی ورثہ ہے اور اس ورثہ کی نگہداشت اور حفاظت فرض ہے۔ میں اُن مشائخ عظام اور علمائے کرام کی خدمت میں خصوصی عرض کرتا ہوں، جنکا نسبی و نسبتی تعلق اہل بیت سے ہے کہ آپ حضرات عوام کے دلوں پر حکمرانی کا شرف رکھتے ہیں۔ آپ کا گروہ سب سے زیادہ مُؤثر اور مقتدا ہے۔ ہر زمانے میں اشاعت اسلام آپ ہی کے ذریعے ہوتی رہی ہے۔ آپ ہی شمع رسالت کے فداکار اور جاں نثار پروانے ہیں۔ میں بصد معذرت یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس دور کے خوارج اور گستاخانِ اہل بیت کے بارے میں آپ کس مصلحت کے پیش نظر خاموش ہیں؟ جبکہ پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں عصر حاضر کے خوارج کا ایک بہت بڑا ادارہ توہین آمیز کتابیں شائع کر رہا ہے۔

حضرات مشائخ و عُلمائے حق! اس وقت تمام تر ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے، کہ آپ خصوصی توجہ فرماتے ہوئے سادات گھرانوں کی ذہنی و اخلاقی کمزوریوں کو ختم کریں۔ انہیں خود شناسی اور خود بینی کا احساس دلائیں ــــ بلا امتیاز عقیدہ شیعہ سُنی اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر ایک مرکز پر متحد ہو جائیں۔ کیونکہ اتفاق و اتحاد کی جتنی ضرورت آج ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ پہلے تو آلِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیروں تلواروں اور برچھیوں کا نشانہ بنایا جاتا تھا لیکن اب نوکِ قلم سے خوارج کے مقاصد پورے ہو رہے ہیں بہت آسان طریقہ اختیار کیا ہے اور اس میں اِن کے تخریب کاروں کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں، محمود عباسی، محمد دین بٹ، مولوی سلیمان، مولوی منظور نعمانی، ڈاکٹر کمال، مولوی عظیم الدین اور رفیقی عالم کی رُسوائے زمانہ تصانیف خوارج کے عزائم اور سادات دشمنی کی جیتی جاگتی تصاویر ہیں۔ میری عاجزانہ عرض ہے۔ کہ مذہبی تفرقہ بازی کو ترک کر کے اپنے تحفظ کے لئے سادات کرام کو ایک مرکز پر لانا آپ حضرات کا فرضِ اولین ہے۔ ورنہ فروعی اختلافات کا بیج جو ہمارے مابین دشمنانِ اہل بیت نے بو کر ہمیں منتشر کر دیا ہے، ہماری تباہی کا باعث بنے گا۔

سادات کرام فقہ جعفری پر عمل پیرا ہوں یا مذاہب اربعہ کے مقلد، ہیں تو اولادِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی بُری اور بدنصیبی کی بات ہے کہ ایک ہی گھر اور ایک ہی خاندان فروعی اختلافات کا شکار ہو کر اپنے مقام و مرکز سے کس قدر دُور ہوتا جا رہا ہے ــــ سادات کے شیعہ سُنی گروہوں میں اکابرین علماء اور مشائخ موجود ہیں ــــ سب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ قوم کو اخلاقی اعتبار سے پست نہ ہونے دیں۔

اِس زمانے میں سادات کرام کے لئے سب سے زیادہ پریشان کن، نقصان دہ اور انتہائی توہین کا باعث وہ فتوے اور بیان بازیاں ہیں جن کو جاری کرنے کے لئے ماڈرن مولوی شب و روز اخبارات و رسائل میں شائع کروانے اور ہاتھوں ہاتھ تقسیم کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ نت نئے انداز سے منفیت کا ڈنگ اُبھرتا ہے، کہ (معاذ اللہ) سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہونے میں کوئی قباحت نہیں۔ ایک

ایسا طوفان اٹھا ہے کہ رکتا نظر نہیں آتا۔ حقیقت یہ ہے، کہ جسے اپنے نسب کا بھی علم نہیں وہ بھی اولادِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے فتویٰ جواز گھڑنے میں سرگرم ہے ۔۔۔ میں حضرات مشائخ وعلمائے حق سے عرض کرتا ہوں کہ کیا کراچی سے جاری ہونے والے ہفتہ وار اخبارِ جہاں کے وظیفہ خوار مولوی بشیر احمد غازی آبادی کا فتویٰ درست ہے یا امیرِ ملت حضرت خواجہ خواجگان محدث علی پوری نور اللہ مرقدہٗ کا فیصلہ شرعی قابلِ تسلیم ہے؟ ایسے ہی مولوی عبدالرحمٰن صاحب اشرفی لاہور کا دعویٰ مساوات صحیح ہے یا قطبِ دوراں، نقیبِ سادات حضرت سید محمود علی شاہ، صاحب کاظمی محدث ہزاروی کے فیصلے اور سینکڑوں تصانیف قابلِ عمل ہیں؟ کسی بھی صدقہ خوار مولوی کا غیر شرعی فتویٰ قابلِ قبول ہے یا حضرت خواجہ گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کے فقیہانہ اور علمی تجربات؟ ان میں سے جو آدمی ناظرین کو پسند ہے اسکے فیصلوں پر اعتبار کرنا نیکی ہے۔ عقلِ سلیم رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ، علمائے سُو نے اپنی دکانیں چمکانے کے لئے ہر جائز وناجائز طریقے سے سادہ لوح اور کم علم لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے توہینِ اہلِ بیت کو ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ اس طرح نہ صرف عوام کو گمراہ کرتے ہیں بلکہ اپنی عاقبت خراب کرنے میں مگن ہیں۔ چند سکوں کے عوض حاصل کردہ سند کے سہارے، ایک ہی فقرہ سب کی زبانوں پر جاری ہے۔ کہ مساوات ہے، سید اور غیر سید میں کوئی فرق نہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ قومی اخبارات اور ریڈیو ٹی وی بھی اس اخلاقی تخریب کاری کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص کسی کو برائی کرتے دیکھے تو اسے منع نہ کرے تو وہ بھی اس گناہ میں شامل ہے۔ یہی حدیث تھی جو حضرت سیدنا امام عالی مقام کی شہادت کا باعث بنی ۔۔۔ یاد رہے مساوات کا ڈھنڈورا پیٹنے والے خیراتی علمائے سُو شرعی تعلیمات سے واقفی رکھنے کے باوجود، احکام شرعی سے سراسر اعراض کرتے ہیں۔ جہاں تک غیر سید سے مناکحت کا تعلق ہے اس میں گمراہ کن علماء کے ساتھ ان سادات گھرانوں کا بھی اشد قصور اور خود ناشناسی ہے۔ جو خواہ مخواہ اس گھناؤنے جرم کے مرتکب ہو کر اذیتِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا موجب بنتے ہیں۔ ورنہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ سید کی بیٹی مولوی کے فتوے پر اعتبار کرے معمولی راہ ورسم سے رشتوں تک بات پہنچ جاتی ہے اور اس طرح شرافتِ سادات اور دستورِ مناکحت کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ سادات برادری کے سوچنے کا مقام ہے کہ، جب کوئی سیدہ، کسی غیر سید کے گھر جائے گی تو اس کے تمام اولیا (وارث)، کے لئے یہ فعل ننگ وعار کا باعث بن کر براہِ راست حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی اور اذیت کا باعث ہوگا، اور ایسا کرنا فعل حرام ہے۔ قرآنِ حکیم کا فیصلہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو اذیت دینا منافی ایمان ہے ۔۔۔ فریقین کے علمائے حق کا متفقہ فیصلہ ہے کہ غیر سید چاہے کتنی ہی فضیلت علم اور بندگی کا مالک کیوں نہ ہو کسی سیدہ حسنیہ حسینیہ کا کفو نہیں بن سکتا۔ اس کے جواز کے لئے کسی مجبوری کو بہانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ جس طرح حضور علیہ السلام افضل الخلائق ہیں۔ اسی طرح اولادِ رسول بھی افضل الناس ہے۔ فاضل مفضول کا غلام اور خادم نہیں ہو سکتا۔ حنفی مذہب کے نزدیک تو کوئی بھی عجمی کسی بھی عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا چاہے وہ عجمی بہت بڑا عالم اور بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ جب عام عربیہ

عورت بغیر کفو نکاح نہیں کر سکتی تو سیدہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ غیر سید کا غلیظ فرش بنے۔

حضرات سادات کرام! اب وقت ایسا آگیا ہے کہ نہ تو زمانے کے حالات سے آنکھیں بند کی جا سکتی ہیں۔ اور نہ ہی عصر حاضر کے خوارج کو کھلی چھٹی دے کر ان کے افعال باطلہ اور حرکات مذمومہ کو برداشت کیا جا سکتا ہے ـــــ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ سادات کرام کے سرکردہ حضرات اور عام برادری حجروں اور خانقاہوں سے نکل کر میدان جہاد میں رسم شبیری ادا کریں۔ ہر وہ طریقہ جو تحفظ سادات کے لئے بہتر ثابت ہو سکتا ہو اختیار کریں ـــــ اس سلسلہ جہاد میں اولین توجہ نئی نسل کی دینی تعلیم پر دینا اشد ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ سادات کرام کے ہر گروہ اور برادری میں نقیب سادات مقرر کئے جائیں تاکہ وہ ہر برائی کا سر کچل کر اعمال صالحہ اور پاکیزہ سیرت و کردار کی تعلیم فرمائیں۔ تیسرے یہ کہ بلا امتیاز قبیلہ برادری و شیعہ سنی باہمی محبت یگانگت ہمدردی اور اتحاد سے ایک دوسرے کی خبر گیری و نگرانی کریں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ کسی بھی حالت اور مجبوری میں کسی سیدہ اولاد رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی غیر سید سے وابستہ نہ کریں۔ خدانخواستہ کوئی سیدہ جہالت کا شکار ہو بھی جائے تو باہمی تعاون سے اس کا تدارک کیا جائے۔ تاکہ دوسروں کی حوصلہ شکنی ہو۔

سادات برادری کی خواتین مخدرات کی خدمات میں گزارش ہے کہ کبھی آپ نے غور فرمایا کہ ہماری جدۂ مکرمہ کی پاکیزہ سیرت ہمارے لئے [illegible]یال نہیں آیا تو اب بھی غنیمت ہے کہ آپ اسوۂ بتولؑ کو اپنی زندگیوں کے لئے چراغ ہدایت جان کر اپنی اولادوں [illegible] تعلیم دیں۔ سخاوت اور بردباری کو اپنا شعار بنائیں، حقوق و فرائض کا کماحقہٗ خیال کریں۔ اپنے ہمسایوں اور ناداروں لوگوں [illegible] کا بدلہ نیکی سے دیں، غیبت چغلی اور فضول کلام سے پرہیز کریں۔ دینی تعلیم سے واقفی آپ کی بنیادی ضرورت اور حق [illegible]نا آپ کا فرض ہے۔ خدا اور رسولؐ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی عزت کی خود حفاظت کریں۔ یہ مصرعہ بھول جائیں کہ "چلو تم [illegible]ھر کی" اب تو اس مصرعہ پر عمل کرنا پڑے گا ع زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز ـ زمانے کا غلام نہ بن زمانے کو غلام بنا۔ [illegible] دھارا تیرے عزم و استقلال کو متزلزل نہ کر سکے گا۔ میری بہنو! وقت کا سب سے بڑا تقاضا یہی ہے کہ ع

بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر کہ در آغوش شبیری بگیری
مادراں را اسوۂ کامل بتولؑ

والسلام

خاکپائے سادات

سید محمد یعقوب شاہ حیدری کشمیر کالونی جہلم (پاکستان)

خاتمۂ کتاب

قارئین کرام! زیر نظر کتاب اس مسودے کا ایک حصّہ ہے۔ جو ایک ہی کتاب کی صورت میں تیار کیا گیا تھا۔ قدرتی طور پر مسودہ چار حصوں پر مشتمل تھا۔ جس میں پہلا حصہ فضائل اہل بیت، دوسرا عدم جواز نکاح سیّدہ، تیسرا رَدِّ خوارج اور چوتھا حصہ مختصر سوانح حیات آئمہ اہل بیت کے مضامین پر مشتمل ہے۔

میرے کرم فرماؤں اور محسنوں میں ایک قابل ذکر شخصیت سیّد غلام عباس شاہ صاحب کاظمی ہیں جن کی مستقل سکونت شیخو پور (جہلم) ہے انہوں نے مشورہ دیا کہ اگر کتاب کے اس حصے کو الگ کر دیا جائے جس میں عدم جواز نکاح سیّدہ پر بحث ہے تو افادیت کے اعتبار سے کتاب مقبول عام اور دلچسپ ہو گی۔ لہٰذا شاہ صاحب کی فرمائش پہ زیر نظر حصّہ الگ کر دیا گیا ہے۔

اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو آئندہ بقیہ ہر تین حصّوں کو الگ الگ کتاب کی شکل میں طبع کروا کر ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

آخر میں گزارش ہے کہ راقم الحروف کی علمی کمزوریوں اور قلمی فرو گزاشتوں کی، پردہ پوشی فرمائیں کہ خداوند کریم مجھے دنیا و آخرت میں محبانِ اہل بیت کا ساتھی بنائے آمین یارب العٰلمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حیدری